توثیقِ صاحبین

امام قاضی ابو یوسف
اور
امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہما
پر جرح کرنے والوں کے
الزامات کا تحقیقی تجزیہ



تحقیق
فیصل خان

اِمام قاضی ابو یوسف اور اِمام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہما (صاحبین)

پر جرح کرنے والوں کے اِلزامات کا تحقیقی تجزیہ

① اَلْقَوْلُ الْحَسَن بِلَا تَوَقُّفٍ فِیْ تَوْثِیْقِ الْإِمَام أَبِیْ یُوْسُف

② اَلْقَوْلُ الْمُؤَیَّد فِیْ تَعْدِیْلِ الْإِمَام مُحَمَّد

توثیق صاحبین

بُو یوسُف، محمد (۱۴۳۳ھ)

تحقیق

فیصل خان (راول پنڈی)

دار الاسلام

۸ سی، پہلی منزل محی الدین بلڈنگ

داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور، پنجاب، پاکستان

+92-42-37115165 +92-321-9425765

darulislam21@yahoo.com

www.facebook.com/ Razaulhassan Qadri

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

فیضانِ نورِ علم

امامِ اعظم علی الاطلاق، بانیٔ فقہ حنفی
ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ

امام المتکلمین مصحح عقائد المسلمین
ابو منصور محمد ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ

غوثِ اعظم، شیخِ طریقت
محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی
شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

برکۃ المصطفیٰ فی الہند، شیخ محقق
شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام، اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنت
شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

میرِ کارواں
ذی عصر فیلسوف اسلام — اشرف العلماء امامِ اہلِ سنت
حضرت شیخ المرشد
علامہ ابو الحسنات محمد اشرف سیالوی مدظلہ

اربابِ شوریٰ
ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
حکیم محمود احمد برکاتی
ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
راجا رشید محمود
خواجہ رضی حیدر

صاحب الارشاد: مفتی غلام حسن قادری

ناشر محمد رضاء الحسن قادری

سلسلۂ مطبوعات ۱۵
طبع ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ
اکتوبر ۲۰۱۲
قیمت ۱۰۰ روپے NET

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

ناچیز اپنی اس حقیر کوشش کو

محدث فقیہ الامت

امامِ اعظم علی الاطلاق، قطبِ عالم بالاتفاق

سیدنا و ہادینا

ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی فارسی

(رَجُلٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِس)

عَلَيْهِ الصَّفْوُ وَالْعَفْوُ وَالرَّحْمَةُ وَالنِّعْمَةُ وَالرِّضْوَانُ وَالْغُفْرَانُ

کے نام

منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے

جن کے باطنی فیوضات سے

اس ناچیز کو مطالعۂ حدیث کا شوق ہوا

خادمِ اہلِ سنت و جماعت

فیصل خان

''دارالاسلام'' کی شائع کردہ تراثِ علمیہ

1- المبین مع تنقید وتبصرہ 2- الرشاد 3- نُزْهَةُ المَقال فِي لِحْيَةِ الرِّجال
پروفیسر علامہ سید محمد سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ (سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ)
4- شَرْحُ المِرْقَاةِ لِشَمْسِ العُلَمَاءِ المَوْلَوِي مُحَمَّد عَبْدِ الحَقِّ العُمَرِي الخَيْرَابَادِي
وَيَلِيهِ: رسالة في الوُجُودِ الرَّابِطِي لِلسَّيِّدِ الحَكِيمِ بَرَكَات أَحْمَد التُّونْكِي رَحِمَهُمَا الله
5- ابحاثِ ضروری: حافظ ولی اللہ لاہوری، محشی: مولوی فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ، تحقیق وتسہیل: خورشید احمد سعیدی
6- الروض المجود (وحدۃ الوجود): علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مترجم: حکیم سید محمود احمد برکاتی
7- علامہ فضل حق خیر آبادی؛ چند عنوانات: خوشتر نورانی علیگ (مدیر اعلیٰ ماہ نامہ ''جام نور''، دہلی)
8- حیاتِ استاذ العلما مولانا یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ: علامہ غلام رسول سعیدی (دار العلوم نعیمیہ، کراچی)
9- مولودِ کعبہ کون؟ 10- مَنْ هُوَ مُعَاوِيَه؟: قاری محمد لقمان
11- اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ الله: مولانا غلام دستگیر ہاشمی قصوری رحمۃ اللہ علیہ
12- نورِ ایمان (دیوان): مولانا محمد عبد السمیع بیدل رام پوری رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ مرزا غالب
13- توثیق صاحبین ابو یوسف، محمد (۱۴۳۳ھ): فیصل خان، راول پنڈی
14- احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام: تاج الفحول شاہ عبد القادر بدایونی، مترجم: مولانا دلشاد احمد قادری
15- عقائدِ اہلِ سنت و جماعت (اعتقاد الاحباب، امور عشرین، عقائد حقہ اہل سنت): امام احمد رضا خاں بریلوی
16- دِيْوَانُ فَضْلِ الحَقِّ الخَيْرَابَادِي، دِرَاسَة وَتَحْقِيق لِلدُّكْتُوْرَة سَلْمَة فِرْدَوْس سِيْهُوْل تحت الطبع
17- آدابُ المریدین: شیخ ضیاء الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، مترجم: مولانا شیخ رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ //
18- تقاریظ امام احمد رضا: سید صابر حسین شاہ بخاری (برہان شریف، اٹک) //
19- رسائل (خَيْرُ الأَمْصَارِ مَدِيْنَةُ الأَنْصَار، السِّنَّةُ الضَّرُوْرِيَّة فِي المَعَارِفِ الخَيْرِيَّة، حِفْظُ المَتِيْنِ عَنْ لُصُوْصِ الدِّيْن) مولانا خیر الدین خیوری دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (والد ابو الکلام آزاد)، تقدیم از راجا رشید محمود //
20- کلیاتِ کافی: سلطانِ نعت گویاں حضرت مولانا سید کفایت علی کافی مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ //
21- تنقیح العبادات: مناظر اسلام مولانا سید آلِ حسن رضوی موہانی رحمۃ اللہ علیہ //
22- مسند ابی بکر الصدیق: امام ابی بکر احمد بن علی مروزی رحمۃ اللہ علیہ، مترجم: محمد رضاء الحسن قادری زیر ترجمہ
23- امیر الکلام من کلام الامام (اقوالِ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ): پروفیسر مولانا اصغر علی روحی رحمۃ اللہ علیہ زیر کتابت
24- تاریخی مباحث (تین تاریخی بحثیں: ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، مکالمہ کاظمی ومودودی) //

فہرست

مقدمہ

ادارتی نوٹ: محترم جناب فیصل خان صاحب کی یہ کتاب کامل انصاب مسکت الجواب کتابت اور تصحیح کے عبوری مراحل طے کرنے کے بعد حتمی شکل میں (ٹریسنگ کی صورت میں) ادارہ کو موصول ہوئی۔ بہ ایں سبب اس میں کوئی ردوبدل ممکن نہ تھا، لہٰذا دار الاسلام کے مستقل قارئین سے پیشگی معذرت کہ وہ اس کتاب کے مطالعہ کے دوران املا اور تصحیح کی جہت سے وہ لطف نہیں اٹھا پائیں گے جو ادارہ کی دیگر مطبوعہ یافتہ کتب میں ایک خاص اہتمام سے وصول کرتے ہیں۔

مقدمہ

ائمہ اہل سنت نے جس قدر اسلام اور شریعت کی خدمت کی اس کو احاطہ فکر میں لانا ممکن نہیں، کیونکہ ائمہ اہل سنت کی تمام زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت کی حفاظت اور خدمت میں گزری ہے اور اس سے خواص تو خواص عوام بھی بے خبر نہیں مگر اس کے برعکس ان جلیل القدر ہستیوں پر طعن و تشنیع کا جو بازار غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے گرم کیا ہوا ہے، یقیناً علماء غیر مقلدین بھی اس پر شرمندگی تو ضرور محسوس کرتے ہوں گے۔ کیونکہ عوام الناس میں غیر مقلدین حضرات یہ راگ الاپتے نظر آتے ہیں کہ ہم تو فقہاء کرام اور مجتہدین کا ادب واحترام کرنے والے ہیں، ہم ان کی خدمات کو سراہنے والے ہیں، ہم تو انہیں اہل سنت کا حقیقی سرمایہ مانتے ہیں۔ مگر تحریری طور پر غیر مقلدین حضرات ان ائمہ کرام پر جس قسم کا کیچڑ اچھالتے ہیں اس سے اللہ کی پناہ۔ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی جو کہ اسماء الرجال اور حدیث کی تحقیق میں انتہائی متشدد، متعصب اور مجروح ہے۔ اس نے ''ثقہ مجتہد'' امام قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ پر جرح کے اقوال نقل کئے اور ساتھ کچھ تعدیل کے اقوال بھی لکھے ہیں۔ مگر اصول سے انحراف کرتے ہوئے صرف عددی لحاظ سے ضعیف ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی۔ اس کتاب میں ان تمام اعتراض کا مسکت جواب دیا گیا ہے۔

میری گزارش ہے کہ میری تحقیق کا مسلک سے بالاتر ہو کر مطالعہ کریں تاکہ حقیقت تک پہنچنے میں آسانی ہو اور ائمہ کرام پر طعن کر کے اپنے نامہ اعمال کو داغدار ہونے سے محفوظ رکھ سکیں۔ اپنی تصنیف میں کسی بھی جگہ اصول اسماء الرجال سے انحراف نہیں کیا، مگر اس کے باوجود کسی کو میری تحریر سے علمی اختلاف ہو تو ہم تہہ دل سے قبول کریں گے۔ اللہ ہمیں ائمہ کرام کی عزت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

فیصل خان، راولپنڈی. Mob:0321-5501977

القول الحسن بلا توقف فی توثیق امام ابی یوسفؒ

امام اعظمؒ کے بعد دوسری شخصیت جس نے فقہ حنفی کی تدوین میں اہم خدمات انجام دیں وہ ہیں قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب الانصاری آپ کوفہ میں ۱۱۳ھ کو پیدا ہوئے۔ وہیں تعلیم حاصل کی۔ آپ عربی النسل تھے۔ قاضی ابو یوسف نے پہلے قاضی ابن ابی لیلیٰ کی شاگردی اختیار کی پھر امام اعظم ابو یوسف کی صحبت اختیار کی تو انہی کے ہو کر رہ گئے۔ علم و فضل کی بنا پر عہدہ قضا پر فائز ہوئے اور اس طرح خلافت عباسیہ کے سب سے پہلے قاضی بنے۔ (تاریخ بغداد ۲۴۲/۱۴)

اساتذہ: امام اعظم ابوحنیفہ ہشام بن عروۃ، یحییٰ بن سعید الانصاری عطا بن سائب یزید بن ابی زیاد، ابی اسحاق الشیبانی، عبیداللہ بن عمر، الاعمش، حجاج بن ارطاء وغیرھم

(سیر اعلام النبلاء ۵۳۵/۸)

شاگرد: یحییٰ بن معینؒ، احمد بن حنبلؒ، علی بن جعدؒ، اسد بن فراتؒ، احمد بن منیعؒ، علی بن مسلم الطوسیؒ، عمرو بن ابی عمرو الجرانیؒ، وعمرو الناقدؒ وغیرھم۔ (سیر اعلام النبلاء ۵۳۵/۸)

علمی مقام: محدث ابن جریر طبریؒ لکھتے ہیں۔

قاضی ابو یوسف بڑے فقیہ عالم اور حافظ تھے۔ حفظ حدیث میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ محدث کے یہاں حاضر ہوتے اور پچاس یا ساٹھ حدیثیں تک یاد کر لیتے پھر کھڑے ہو کر املاء کرا دیتے، بڑے کثیر الحدیث تھے۔ آپ تین خلفاء مہدی، ہادی اور ہارون الرشید کے قاضی رہے۔ (الانتقاء ص ۳۳۰)

اس کے علاوہ جمہور محدثین کرام نے آپ کی توثیق اور تعریف بیان کی ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ثقہ اور صدوق محدث اور فقیہ ہیں۔

تصانیف: امام ابو یوسف نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جن میں انہوں نے اپنے استاد امام ابوحنیفہ کے افکار ونظریات کا ذکر کیا۔ آپ کی سب سے مشہور کتاب "الخراج" ہے اور اس کتاب کے بارے میں ابوزھرہ مصری لکھتے ہیں: اور یہ کتاب الخراج بلاشبہ اپنے موضوع پر بہتر اور قیمتی فقہی سرمایہ ہے، جس دور میں یہ لکھی گئی اس کتاب کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ (ابوحنیفہ، ابوزھرۃ ص ۱۹۷)

امام ابو یوسفؒ کی ایک اور کتاب ''اختلاف ابی حنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ ہے جس میں امام موصوف نے وہ مسائل جمع کئے جو امام اعظمؒ اور قاضی ابن ابی لیلیٰؒ میں مختلف فیہ تھے۔

ان تمام مسائل میں امام ابو یوسف نے امام اعظم کا ساتھ دیا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں ابوزھرہ مصری لکھتے ہیں۔ ''یہ امام ابو یوسف کی تصانیف ہیں مذکورہ بالا کتب کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ ان میں کس قدر حسین تعبیر، وضاحت بیان جزالت، دقت نظر اور قوت فکر پائی جاتی ہے اس کے پہلو بہ پہلو فقھی دلائل ہیں جن سے امام ابوحنیفہ کے منہاج فکر کا پتا چلتا ہے۔ (ابوحنیفہ، ابوزھرۃ ص ۲۰۵)

ان کتابوں کے علاوہ قاضی ابو یوسف کی متعدد تصانیف ہیں۔ مثلاً

۱) کتاب الصلوٰۃ (۲) کتاب الزکوٰۃ (۳) کتاب البیوع (۴) کتاب الحدود
(۵) کتاب الصید والذبائح (۶) الرسالہ فی الخراج (۷) کتاب صیام
(۸) کتاب الفرائض (۹) کتاب الصیام (۱۰) الامالی
(۱۱) کتاب اختلاف الامصار (۱۲) کتاب الرد علی مالک بن انس (۱۳) کتاب الآثار وغیرہ۔ (الفہرست ابن ندیم ص ۸۳، ھدیۃ العارفین ۲/۲۲۶)

قاضی ابو یوسف فقہاء محدثین میں وہ منفرد شخص تھے جنہوں نے اہل حدیث اور اہل الرائے کے درمیان اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش کی اور حفظ حدیث میں امام ابو یوسفؒ نے اس درجہ شہرت حاصل کر لی تھی کہ امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب میں حدیث کے سب سے بڑے حافظ شمار ہونے لگے تھے۔

جرح و تعدیل کے اصول

قارئین کرام! کسی بھی راوی خصوصاً ائمہ کرام کو ضعیف ثابت کرنے کے چند اصول وضوابط مدنظر رکھنا ضروری ہیں کیونکہ شاذ اور غیر مقبول اقوال سے کسی بھی راوی خصوصاً ائمہ کرام کو ضعیف ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ ائمہ حدیث اور محدثین کرام نے جرح وتعدیل کے کچھ اصول وضع کیے ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہو کر ہی کسی راوی پر جرح وتعدیل کا تعین کیا جاسکتا ہے۔

اسباب جرح

اول الذکر بات تو یہ ہے کہ کسی بھی راوی کو ضعیف ثابت کرنے کے چند اسباب ہوتے ہیں ایک راوی کی عدالت اور دوسرا اس کا ضبط۔ مزید برآں یہ دونوں اسباب مزید پانچ اقسام میں منقسم ہیں۔

عدالت سے متعلقہ اسباب: (1) کذب بیانی (2) کذب کی تہمت (3) فسق (4) بدعت (4) جہالت (5) ثقہ راویوں کی مخالفت کرنا۔ (نزھۃ النظر ص ۶۸ تا ۶۹)

ضبط سے متعلقہ اسباب: (۱) فحش غلطی (۲) قوۃ حفظ کا کمزور ہونا (۳) غفلت (۴) اوھام کا کثیر الغلط ہونا (۵) ثقہ راویوں کی مخالفت کرنا

ان مندرجہ بالا میں سے کوئی سبب بیان ہوگا تو جرح ہوگی اور یہ بھی یاد رکھیں جب تک اس سبب کی وجہ نہ بتائی جائے تب تک جرح مبہم رہے گی اور ائمہ کرام کے بارے میں جرح مبہم قابل قبول نہیں ہوتی ۔

جرح غیر مفسر (مبہم) نامقبول و مردود

دوم: یہ کہ جرح مفسر ہو کیونکہ مبہم جرح ہرگز ہرگز قبول نہیں ہوتی ۔ کیونکہ جب تک ضعیف کہنے کی وجہ نہ بیان کی جائے جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔

۱) حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:۔ ''جرح کو صرف اسی وقت قبول کیا جاتا ہے۔ جب جرح مفسر ہو کیونکہ اسباب جرح میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔(اختصار علوم الحدیث ص۵۹ مترجم غیر مقلد زبیر علیزئی)

۲) حافظ ابن کثیرؒ مزید لکھتے ہیں:''ایک چیز ایک جارح کے نزدیک فسق کا باعث (جرح) ہوتی ہے۔ جس کی بنیاد پر وہ جرح کر دیتا ہے حالانکہ حقیقت میں یا دوسروں کے نزدیک یہ جرح نہیں ہوتی ۔ اس لئے جرح میں بیان سبب کی شرط لگائی گئی ہے۔(اختصار علوم الحدیث ص۶۰ مترجم زبیر علیزئی)

۳) حافظ ابن صلاحؒ لکھتے ہیں: ان الجرح لا یثبت الا اذا فسر سببه (مقدمہ ابن صلاح ص۶۱)''جرح ثابت نہیں ہوتی، جب تک اس کے تمام اسباب بیان نہ کئے جائیں''۔

۴) مولانا عبدالحیؒ لکھتے ہیں:۔ واما الجرح فانه لا یقبل الا مفسر مبینا سبب الجرح ...... الی قوله : لأن الناس مختلفون فی أسباب الجرح فیطلق أحدهم الجرح بناء علی ما اعتقده جرحا ، ولیس بجرح فی نفس الأمر ، فلا بد من بیان سببه لیظهر أهو قادح أم لا انتهیٰ۔(الرفع والتکمیل ص۸۰)

یعنی وہ جرح احاطہ قبول میں آسکتی ہے جو مفسر ہو اور اس میں جرح کے تمام اسباب واضح ہوں، اس لیے کہ جرح کے اسباب میں لوگ مختلف ہوتے ہیں وہ اپنے اعتقاد کی بنا پر کسی کو مجروح کر دیتے ہیں۔ حالانکہ نفس الامر میں وہ جرح نہیں ہوتی اس لئے اس کے تمام اسباب کا بیان کرنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ حقیقت میں یہ (راوی) مجروح ہے یا نہیں۔

ائمہ متشددین، متعصبین، متعنتین کی جرح ناقابل قبول

متشدد متعنت / متعصب جارحین کی جرح قابل قبول نہیں ہوتی ۔

۱) علامہ ذھبیؒ کی ذکر من یعتمد قوله فی الجرح والتعدیل ص ۱۷۲

۲) علامہ سخاویؒ کی کتاب المتکلمون فی الرجال ص۱۴۴

۳) زبیر علیزئی کی مقالات ۱/۲۱۶ ،فتاوی علمی ۱/۵۷۷

۴) علامہ عبدالحی لکھنوی کی الرفع والتکمیل ص۲۷۳، ص۴۵۱، ص۴۲۹

۵) غیر مقلد محمد گوندلوی لکھتے ہیں کہ ''جرح کرنے والا اگر متعنت متشدد ہو تو اس کی توثیق معتبر ہے مگر جرح معتبر نہیں۔(خیر الکلام ص۴۶)

۶) ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں۔''اور یہ طے شدہ بات ہے کہ متعنت کی جرح قابل قبول نہیں۔(توضیح الکلام ۱/۳۱۲)

مسلکی و اعتقادی اختلاف کیوجہ جرح نامقبول

۱) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: وممن ینبغی أن یتوقف فی قبول قوله فی الجرح من کان بینه وبین من جرحه عدواة سببها الا ختلاف فی الاعتقاد یعنی جرح کرنے والا اگر عداوت ، دشمنی ،نفرت یا اعتقاد (مسلکی) کے اختلاف کی وجہ سے جرح کرے گا تو ایسے محدث کی جرح مردود ہوگی۔(لسان المیزان ۱/۱۶)

۲) علامہ سبکیؒ لکھتے ہیں: ومما ینبغی ان یتفقد عن الجرح حال العقائد واختلافها بالنسبة الی الجارح والمجروح فربما خالف الجارح المجروح فی العقیده فجرحه لذلک یعنی''اور ضروری ہے کہ جرح کے وقت جارح اور مجروح کے عقائد واختلاف عقائد کا حال دریافت کیا جائے ،بعض دفعہ جارح عقیدے میں مجروح کا مخالف ہوتا ہے۔اس لئے اس پر جرح کرتا ہے۔(طبقات الکبریٰ ۱/۱۸۹ و نسخہ ثانیہ ۲/۱۲)

۳) مولانا عبدالحی لکھتے ہیں: الجرح اذا صدر من تعصب او عداوة او منافرة او نحو ذلک فهو جرح مردود ولا يؤمن به الا المطرود ''جرح جب تعصب یا آپس میں عداوت اور منافرت وغیرہ کی بنا پر ہو تو وہ مردود ہے۔ اس کا وہی اعتبار کرے گا جو خود منافرت میں مبتلاء ہو۔ (الرفع والتکمیل ص ۴۰۹، توضیح الکلام ص ۲۲۸)

۴) علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں۔ وربما كان الباعث له على الخض من قوله مخالفة العقيدة، اعتقاد أنهم على ضلال فيقع فيهم، أو يقصر فى الثناء لذلک، الى أن قال: وفهم من تأخذه فى الفروع الحمية لبعض المذاهب، ويركب الصحب والذلول فى الحصبية، بحيث يمتنع بعضهم من الصلاة خلف بعض، الى غير هذا مما يستقبح ذكره، ويا ويح هؤلاء أين هم من الله، '' اکثر کسی بات گرانے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ عقیدے میں اختلاف ہو اور مورخ ان (عقیدے والوں) کو گمراہ سمجھ کر ان کی برائی کرے یا ان کی خوبی بیان کرنے میں کوتاہی کرے آگے چل کر وہ (یعنی تاج الدین سبکیؒ) کہتے ہیں ان میں بعض ایسے ہوتے ہیں جو فروعی مسائل میں کسی خاص مذہب کی تائید پر تلے ہوئے ہیں اور اس تعصب کی خاطر کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے یہ ان کے اخلاق کا بدترین پہلو ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض مذہبی فرقوں کی عصبیت اس حد کو پہنچ جاتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیتے ہیں ۔ اسکے علاوہ اور بہت سی بری باتیں ہیں۔ ان لوگوں کا بُرا ہو، اللہ سے یہ لوگ کتنے دور ہو گئے ہیں''۔ (اعلان بالتوبیخ ص ۷۳، ص ۱۲۲)

۵) حافظ ابن عبدالبر المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں: قال أبو عمر قد غلط فيه كثير من الناس وضلت فيه نابتة جاهلة لاتدرى ما عليها فى ذلک والصحيح فى هذا الباب أن من صحت عدالته وثبت فى العلم امامته وبانت ثقته وبالعلم

عناية لم يلتفت فيه الى قول أحد الا أن يأتى فى جرحته بينة عادلة يصح بها جرحته على طريق الشهادات، والعمل فيها من المشاهدة والمعاينة لذلک بما يوجب تصديقه فيما قال لبراءته من الغل والحسد والعداوة والمنافسة، وسلامته من ذلک كله، فذلک كله يوجب قبول قوله من جهة الفقه والنظر، وأما من لم تثبت امامته ولا عرفت عدالت ولا صحت لعدم الحفظ والاتقان، روايته فان ينظر فيه الى ما اتفق أهل العلم عليه ويجتهد فى قبول ما جاء به على حسب ما يؤدى النظر اليه، والدليل على أنه لا يقبل فيمن اتخذه جمهور من جماهير المسلمين اماماً فى الدين قول أحد من الطاعنين: ان السلف قد سبق بعضهم فى بعض كلام كثير منه فى حال الغضب، ومنه ما حمل عليه الحسد. (جامع البیان العلم وفضلہ ص ۲/۲۵۰)

یعنی ابوبکر کہتے ہیں: اس بارے میں بہت لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہیں اور جہالت کی وجہ سے بہت ساری گمراہیاں پھیل گئی ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ جو شخص علم میں قابل اعتماد و امانت دار ثابت ہو چکا ہے اس کے حق میں کوئی ردوقدح قبول نہیں کی جاسکتی، جب تک قانون شہادت کی کسوٹی پر پوری طرح کھری نہ اُترے۔

معترض (جرح کرنے والے) کو بھی یہ یقین دلانا چاہیئے کہ اس کا دل ہر قسم کے کینے، حسد رقابت، عداوت سے پاک ہے کیونکہ اگر یہ عالم کے دوسرے پر نکتہ چینی آنکھیں بند کرکے تسلیم کرلی جائے تو تمام علماء پر سے بھروسہ اٹھ جائے گا۔ خود سلف صالحین میں ردوقدح ہو چکی ہے کبھی غصہ سے اور کبھی حسد سے......علماء کی آپس میں منافقت عیب جوئی، نکتہ چینی، تنقیص کچھ وزن نہیں رکھتی اور بالکل ناقابل التفات ہے۔

۶) علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں۔ کلام الاقران بعضهم فى بعض لا يعبأ به، لا سيما اذا

لاحہ لک أنه لعدواته أو لمذهب أو لحسد ، ما ينجو منه الا من عصمه الله
یعنی ایک دوسرے کی نسبت ہمسروں کے کلام کی پرواہ نہ کرنی چاہیئے ۔ خصوصاً جب یہ پر ظاہر ہو جائے کہ وہ تکلم بوجہ عداوت یا مذہب یا حسد کے ہے۔ جس سے کوئی انسان بچ نہیں سکتا مگر وہ جسے اللہ بچائے ۔ (میزان الاعتدال ۱/۱۱۱)

ائمہ کرام پر جرح نامقبول

جو شخص عادل ثابت ہو اس پر کوئی جرح قبول نہیں ہوتی ۔

۱) حافظ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں ۔ والصحیح فی هذا الباب أن من صحت عدالته و ثبت فی العلم امامته وبانت ثقته و بالعلم عنایة لم یلتفت فیه الی قول أحد الا أن یأتی فی جرحته بینه عادلة یصح بها جرحته علی طریق الشهادات" (جامع البیان العلم وفضلہ ص ۲۵۱/۲) لسان المیزان ۱/۱۵، تہذیب التہذیب ۱/۲۰، طبقات الشافعیہ ۲/۱۰) حق یہ ہے کہ جو شخص علم میں قابل اعتبار و امانت دار ثابت ہو چکا ہے، اس کے حق میں کوئی رد و قدح قبول نہیں کی جاسکتی ۔ جب تک قانون شہادت کی کسوٹی پر پوری طرح کھری نہ اُترے ۔

۲) امام احمدؒ نے بھی کہا ہے: کل رجل ثبت عدالته لم یقبل فیه تجریح ۔ (تہذیب التہذیب ۷/۲۷۳) یعنی جس کی عدالت ثابت ہو جائے تو اس پر جرح قابل قبول نہیں ہوتی ۔

۳) امام ابن جریرؒ نے کہا: ومن ثبت عدالته لم یقبل فیه الجرح ۔ یعنی کہ جس کی عدالت ثابت ہو جائے اس پر جرح قابل قبول نہیں ہوتی ہے ۔ (ھدی الساری ص ۲/۱۵۱)

معلوم ہوا کہ ان ائمہ کرام کے نزدیک اگر عدالت اور امامت ثابت ہو جائے تو پھر عددی فوقیت بھی کام نہیں آتی جس کا ڈھنڈورا صبح و شام پیٹا جاتا ہے ۔

کسی قول کی سند صحیح ہونے سے ائمہ کرام پر جرح قابل قبول نہیں ہوتی

اکثر غیر مقلدین کسی بھی ثقہ محدث کا قول جس کی سند بھی شاید صحیح ہو تو اس کو عوام الناس کے سامنے پیش کر کے فوراً کہہ دیتے ہیں کہ دیکھیں جناب ایک ثقہ محدث کا یہ قول ہے ۔ لہٰذا عوام الناس اس فریب میں آ کر فوراً اس جرح کو قبول کر لیتے ہیں ۔

جلیل القدر محدث ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں ۔ فمن اراد قبول قول العلماء الثقات بعضهم فی بعض فلیقبل قول الصحابة بعضهم فی بعض فان فعل ذلک فقد ضل ضلالا بعیدا او خسر خسرانا مبینا قال وان لم یفعل ولن یفعل ان هداه الله والهمه شده فلیقف عند ما شرطنا من ان لا یقبل فی العدالته المعلوم بالعلم عنایة قول قائل لا برهان لها. (طبقات شافعیہ الکبریٰ ۱/۱۸۸، نسخہ ثانیہ ۲/۱۱ ، جامع البیان والعلم ۲/۱۷۰)

یعنی جو شخص (مخالفین احناف وغیر مقلدین خصوصاً) چاہے کہ علماء ثقات کا قول ایک دوسرے کے بارے میں قبول کرے ۔ اسے کہ پھر صحابہ کرام کے اقوال بھی ایک دوسرے کی نسبت قبول کرے ۔ (کیونکہ صحابہ کرام کے ایک دوسرے کے بارے میں بھی سخت اقوال منقول ہیں) اگر ایسا کیا تو وہ بڑا گمراہ ہو گا ۔ اور اس نے ظاہر نقصان اٹھایا ۔ اور اگر ایسا نہ کیا اور ہرگز ایسا نہیں کرے گا اگر اللہ نے ھدایت دی اور الہام خیر کرے ۔ تو چاہیئے کہ ہماری شرط (علماء ثقات کا ایک دوسرے کے بارے میں قول قبول نہ کرے) پر قائم ہو جائے ۔ یعنی اس شخص کی نسبت کہ جن کی عدالت ثابت ہو (امام ابوحنیفہ، امام شافعی امام مالک، امام احمد بن حنبل، قاضی ابو یوسف، امام محمد بن الحسن الشیبانی وغیرہما) اور علم کی طرف اس کی دلی توجہ معلوم ہو کسی کا قول (ثقہ محدث کے بارے میں) بلا دلیل قبول نہ کیا جائے ۔

لہٰذا اس قول سے معلوم ہوا کہ جو شخص بھی کسی ثقہ محدث کی جرح (چاہے سند صحیح ہو) کسی

دوسرے امام (ائمہ احناف وغیرھا) جس کی عدالت ثابت ہو ان کے بارے میں مانتا ہے وہ گمراہ ہے۔ لہٰذا اس قول اور اصول کو غیر مقلدین حضرات اور خصوصاً زبیر علیزئی صاحب ذہن نشین کر لیں۔ خواہ مخواہ احناف کی دُشمنی اور بغض میں ائمہ احناف" پر زبان درازی اور لعن طعن کرنا سراسر گمراہی ہے۔ اور اللہ ہی ہے جس کو چاہے ھدایت دے اور جس کو چاہے گمراہ کردے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فقہاء کرام اور ائمہ اہلسنت کا اَدب کرنے کا سلیقہ عطا فرمائے اور ھدایت یافتہ افراد میں شمار کرے۔

اھم نوٹ: اس مقام پر قارئین کرام کے ذہن میں یہ سوال ضرور پیدا ہوگا کہ اگر سند صحیح ہے تو متن یا کسی امام پر جرح بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ مگر عرض یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ پر اگر سند صحیح ہو تو اس کا متن بھی صحیح ہو۔ یعنی اگر کسی امام پر جرح کا قول صحیح سند سے ثابت ہو تو یہ لازمی نہیں کہ وہ جرح بھی صحیح ثابت ہو۔

غیر مقلد محمد ابراھیم میر سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔ "جس امر میں بزرگان دین میں اختلاف ہو، اس میں ہم جیسے ناقصوں کا محاکمہ کرنا بری بات ہے لیکن بزرگوں سے حسن تادب کی وجہ سے ہمارا فرض ہے کہ ان کے کلام کے صحیح محمل بیان کر کے ان سے الزام و اعتراض کو دور کریں، اور محض اپنی شخصی رائے سے نہیں، بلکہ بزرگوں ہی کے اقوال سے جو قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں۔" (تاریخ اہل حدیث ص ۸۸)

ایک مرتبہ غیر مقلدین مکتبہ فکر کے شیخ الحدیث سے بات چیت ہوئی تو انہوں نے مجھے تاریخ بغداد سے امام اعظم کی گمراہی کے بارے میں متعدد محدثین کے اتفاق والی روایت پیش کی اور کہا کہ آپ کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ میں نے بڑے ہی ادب سے غیر مقلد شیخ الحدیث سے عرض کی کہ جناب آپ اپنے دل پر ھاتھ رکھ کر صرف یہ بتائیں کہ کیا امام اعظم گمراہ تھے؟ جواب میں غیر مقلد شیخ الحدیث نے کہا کہ نہیں وہ گمراہ ہرگز نہیں ہیں۔ میں

نے کہا تو پھر آپ یہ گمراہی والا قول کیوں پیش کرتے ہیں تو جواباً غیر مقلد شیخ حدیث نے کہا: جناب عوام الناس کے لئے (یعنی مطلب یہ کہ عوام الناس اس قول کو پڑھ کر امام اعظم سے متنفر ہو جائیں) تو میری عوام الناس سے گزارش ہے کہ ہر وہ قول جو سنداً صحیح بھی ہو ایسے جلیل القدر ائمہ کرام کے بارے میں ایسے الفاظ قبول نہیں کیے جا سکتے کیونکہ ان کی عدالت پر تقریباً سب کا اتفاق ہے۔

محدثین کرام کے آپس میں اختلاف قابل قبول نہیں

ائمہ یا محدثین کرام کے درمیان جو نزاعات ہوئے ان کو بار بار اُچھال کر ان پر جرح نقل کرنا یا عوام الناس کے سامنے پیش کرنا گمراہی اور ضلالت ہے۔ اور یہ اصول اس لئے اہم ہے کہ غیر مقلد حضرات یہ باتیں اور جرح ثقہ محدثین کرام پر کر چکے ہیں، ہم تو صرف سامنے لے کر آئے ہیں۔ اس موقف کا بھی رد ثقہ محدث مؤرخ کچھ یوں کرتے ہیں۔

۱) علامہ تاج الدین سبکیؒ شافعی لکھتے ہیں۔ ینبغی لک ایھا المسترشد ان تسلک سبیل الادب مع الائمة الماضین وان لا تنظر الی کلام بعضھم فی بعض الا اذا اتی ببرھان واضح ثم ان قدرت علی التاویل وتحسین الظن فدونک والا فاضرب صفحا عما جری بینھم فانک لم تخلق لھذا فاشتغل بما یعنیک ودع مالا یعنیک ولا یزال طالب العلم عندی نبیلاً حتی یخوض فیما جری بین السلف الماضین ویقضی لبعضھم علی بعض فایاک ثم ایاک ان تصغی الی ما اتفق بین ابی حنیفة وسفیان ثوری او بین مالک و ابن ابی ذئب او بین احمد بن صالح والنسائی او بین احمد بن حنبل والحارث المحاسبی وھلم جرا الی زمان الشیخ عزالدین ابن عبدالسلام والشیخ تقی الدین ،ابن الصلاح فانک ان اشتغلت بذلک خشیت علیک الھلاک فالقوم ائمة اعلام ولا

قوالهم محامل ربما لم يفهم بعضها فليس لنا الا الترضى عنهم والسكوت عما جرى بينهم كما يفعل فيما جرى بين الصحابة رضى الله عنهم . (طبقات شافعیہ الکبریٰ سبکی ۳۹/۲)

یعنی ''اے ھدایت کے طلبگار تجھے چاہیے کہ تو گذرے اماموں (خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد بن حسن الشیبانیؒ وغیرھما) کے ساتھ ادب کا طریقہ اختیار کرے اور ایک کی نسبت دوسرے کے کلام کو نہ دیکھے مگر جب وہ واضح دلیل لائے، مگر اس میں تاویل اور حسن ظن کرنا چاہیے وگرنہ ان کے درمیان میں جو ہوا اُن سے درگزر کرے۔ کیونکہ تم اس مقصد کے لئے نہیں ہو۔ پس تم وہ کرو جو تمہارے لئے ضروری ہے اور اسے چھوڑ دو جو تمہارے لئے ضروری نہیں ہے۔ میرے نزدیک طالب علم ہمیشہ عزت والا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ غور کرے کہ جو سلف ماضین کے درمیان واقع ہو۔ اور پھر ایک محدث کی جرح دوسرے محدث یا امام کے بارے میں قبول کرکے حکم لگائے۔ پس تو ایسے اقوال سننے سے پرہیز کر جو ائمہ کرام یا محدثین نے آپس میں کہے یا لکھے ہیں۔ مثلاً سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ کے درمیان یا امام مالک اور ابن ابی ذئب کے درمیان اور اسی طرح شیخ عزالدین ابن سلام اور ابن صلاح کے درمیان، اگر تم اس کی جستجو میں لگے رہے (یعنی ایسے اقوال کو ڈھونڈ کر عوام کے سامنے لاتے رہے) تو تمہارے ہلاک ہونے کا خوف ہے کیونکہ وہ لوگ بڑے امام ہیں، ان کے اقوال کے کئی مطلب اور احتمالات ہیں اور ان کے اقوال میں بعض اقوال لوگوں کو اکثر سمجھ میں نہیں آتے۔ پس ہمارے لئے بہتر ہے کہ ہم ایسے اقوال جو ان اماموں کے درمیان واقع ہوئے (یعنی ایک دوسرے پر جرح کی) صرف خاموش رہیں۔ جیسا کہ مشاجرات صحابہ کرام سے خاموشی اختیار کی جاتی ہے۔ یعنی جو اختلاف صحابہ کرام کے درمیان واقع ہوئے۔

۲) ثقہ محدث علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں ۔ ولا يكفى بالنقل الشائع خصوصاً أن ترتبت

على ذلك مفسدة من الطعن فى حق أحد من أهل العلم والصلاح بل ان كان فى الواقعة أمر قادح فى حق المستور فينبغى له أن لا يبالغ فى افشائه ويكتفى بالاشارة ، لئلا يكون المذكر وقعت منه فلتة فاذا اضبطت عليه لزمه عارها أبداً والى ذلك الاشارة بقبول الشارع (أقيلوا ذوى الهيآت عثراتهم) (اعلان بالتوبیخ ص ۱۱۸)

''نقل کرنے کے لئے یہ بھی کافی نہیں سمجھنا چاہیے کہ کوئی بات عام طور سے مشہور ہو، خاص کر جب اس سے یہ برائی پیدا ہو کہ کوئی اہل علم اور نیک انسان مطعون ہو کر بلکہ اگر کسی واقعہ سے ایک ایسے شخص پر آنچ آتی ہو جس کا حال اچھی طرح معلوم نہ ہو تو چاہئے کہ اس واقعہ کو بے دھڑک نہ پھیلایا جائے صرف اشارے پر اکتفا کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ اس شخص سے کوئی امر محض اتفاقاً سرزد ہوا۔ اَب وہ اس کے خلاف درج ہو جائے گا تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کلنک کا ٹیکہ بن جائے گا۔ شارع نے جو یہ فرمایا ہے ''بعض لوگوں کی لغزشیں معاف کر دیا کرو اسی کا اشارہ اسی طرف ہے۔

ا۔ غیر مقلد محمد گوندلوی لکھتے ہیں۔ ''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہر دو فریق میں غالی افراد موجود ہیں، جو ائمہ دین کے حق میں گستاخانہ کلمات کہتے ہیں، جیسے بعض امام ابوحنیفہؒ اور بعض امام بخاریؒ کو برا کہتے ہیں، فریقین کے معتدل اصحاب ان کو بنظر استحسان نہیں دیکھتے بلکہ ان کو رافضیوں کی طرح خیال کرتے ہیں، اس قسم کے لوگ امت کے لیے سم قاتل ہیں'' ۔ (الا اصلاح ص ۲۲۷)

۲۔ غیر مقلد محمد شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں۔ ''ان ائمہ کرام کو جو پیشوایان مومنین اور مسلمانوں کے افراد کاملین میں سے ہیں۔۔۔۔۔ ہم جو عیب گیری کریں وہ اس سے پاک تھے۔ بُرا کہنا تو درکنار ہم اُن کے شکریہ ہی سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اُن ہی سب کی خدمتوں کا نتیجہ ہے جو ہم دین کو کیسا آسانی کے ساتھ منقح اور مرتب پا رہے ہیں۔ ان سب کے بعد بڑا مردود

ہوگا جو اُن کو بُرا کہے۔اہل حدیث (غیر مقلد) کا ہر گز یہ کام نہیں۔اور اگر بالفرض کوئی ایسا ہو بھی تو یہ اُس کا ذاتی فعل ہے جس کا وہ خود ذمہ دار ہے، اور اُسی کے نفس پر اُس کا وبال ہے۔اُس کے اس فعل سے جو اہل حدیث (غیر مقلد) کے اُصول مذہب کے خلاف ہے، اہل حدیث کے مذہب پر کوئی دھبہ نہیں آسکتا، بلکہ اُس کا الزام خاص اس شخص کی ذات تک ہی محدود رہے گا نہ یہ کہ اسلام جھوٹوں، چوروں، زناکاروں کا مذہب کہلائے گا۔بلکہ اگر غیر مقلدوں میں سے کوئی اس قسم کا پایا بھی جائے تو وہ قابل اعتبار افراد ہی سے خارج ہے۔جس کے فعل ساقط الاعتبار ہیں۔وہ بہ نسبت اس کے کہ اہل حدیث کہا جائے، زیادہ مستحق ہے کہ اہل حدیث سے خارج ٹھیرایا جائے۔'' (الارشاد ص ۳۴-۳۵)

قارئین کرام! آپ کے سامنے ہم نے اصول جرح کتب معتبرہ سے سپردقرطاس کئے۔لہٰذا غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کو چاہیے کہ ان اصولوں کو سامنے رکھ کر قاضی ابو یوسفؒ پر جرح ثابت کرلے کیونکہ اول تو ان کو راوی میں طعن کے دس اسباب میں کوئی سبب ثابت کرنا پڑے گا پھر اس سبب کو مفسر ثابت کرنا پڑے گا۔اور پھر یہ بیان کرنا پڑے گا کہ جو جرح کا سبب ہے وہ فی الواقع میں جرح ہے بھی یا نہیں؟ پھر جارح کو معتدل ثابت کرنا پڑے گا اور یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا کہ جارح میں کوئی مسلکی یا اعتقادی اختلاف یا تعصب یا بغض نہیں تھا۔نیز جارح کی جرح مقبول بھی ہے یا نہیں؟ نیز کیونکہ امام قاضی ابو یوسفؒ جیسے جلیل القدر محدث کو ضعیف ثابت کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔غیر مقلد زبیر علی زئی نے قاضی ابو یوسفؒ پر جو جرح نقل کی ہے اس کو اصول اسماء الرجال جو ہم نے پیش کئے ہیں اس کے مطابق ثابت کرنا پڑے گی۔بالفرض اگر زبیر علی زئی کی جرح تسلیم کر بھی لیں جو کہ ان کے بس کا روگ نہیں تو پھر بھی ان کے ۲۰ حوالوں کے مقابلے میں ۳+۴۰=۴۳ حوالوں کا جو استنادی معیار ہے قارئین سے مخفی نہیں (اس کی حقیقت آگے ملاحظہ فرمائیں)۔اس پر طرہ

امتیاز یہ کہ قاضی ابو یوسف کے ایک قول کو خود زبیر علی زئی نے اختصار علوم الحدیث ص ۶۷ کے حاشیہ میں سندہ صحیح لکھا ہے۔جناب اگر قاضی ابو یوسف ضعیف ہیں تو سند کیسے صحیح ہوگئی؟ جناب اصول کے دوہرے معیار سے کام نہیں ہوگا۔کچھ انصاف سے بھی کام لیجیے۔

قاضی ابو یوسفؒ کو ثقہ کہنے والے اپنے وقت کے جلیل القدر محدثین اور ائمہ جرح و تعدیل ہیں۔جن میں امام احمد بن حنبلؒ، امام یحییٰ بن معینؒ، امام نسائیؒ، حافظ ابن حبانؒ اور حافظ ابن عدیؒ وغیرہ جیسے ائمہ جرح و تعدیل اور سخت قسم کے ناقدین بھی شامل ہیں۔(ان کے حوالے آگے ملاحظہ کریں۔) لہٰذا ایسے متشدد ائمہ کی توثیق کے بعد کسی جارح کے قول کی حیثیت باقی نہیں رہتی۔مگر پھر بھی ہم قارئین کرام کے سامنے قاضی ابو یوسف پر کیے جانے والے جرح کے اقوال کا تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں۔

قاضی ابو یوسفؒ پر جرح کے اقوال کا تحقیقی جائزہ

قاضی ابو یوسف پر کیے جانے والے مندرجہ ذیل جرح کے اقوال کا تحقیقی جائزہ ملاحظہ کیجیے۔

یحییٰ بن معین کے قول کی تحقیق

1: یحییٰ بن معین: لا یکتب حدیثه۔ان کی حدیث نہیں لکھی جاتی۔

(الکامل لابن عدی ۸/۴۶۶، تاریخ بغداد ۱۴/۳۵۸)

جواب: عرض یہ ہے کہ یہ جرح چند وجوہات کی بنا پر سے صحیح نہیں ہے۔

(i) امام یحییٰ بن معین جرح میں متشدد ہیں۔اس کے لیے مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ کریں۔

علامہ ذھبیؒ کی کتاب ذکرہ من یعتمد ص ۱۷۱۔

ارشاد الحق اثری غیر مقلد کی کتاب توضیح الکلام ص ۴۵۹۔

زبیر علی زئی غیر مقلد کی کتاب فتاوٰی علمیہ جلد ۱ ص ۵۷۷۔

محمد گوندلوی غیر مقلد کی کتاب خیر الکلام ص ۴۶۔

ابراھیم سیالکوٹی غیر مقلد کی کتاب تاریخ اہلحدیث ص ۸۰۔

نذیر احمد رحمانی کی کتاب انوار المصابیح ص ۱۱۳۔

(ii) لایکتب حدیثه جرح مبہم ہے۔اور جرح مبہم مردود ہوتی ہے۔اور متشدد جارح کی مبہم جرح قبول نہیں کی جاتی ہے۔ (دیکھئے مقدمہ ابن صلاح ص ۲۶)

مزید یہ کہ لایکتب حدیثه بھی غیر مقلدین کے نزدیک جرح میں صریح نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالرحمٰن معلمی غیر مقلد لکھتا ہے۔ ان کلمته " لاتکتب حدیث" ٥ لیس بتصریح فی الجرح التنکیل ۱/۱۰۹ یعنی لاتکتب حدیثه کا کلمہ جرح میں صریح نہیں ہے۔

لہٰذا غیر مقلد زبیر علی زئی کا جرح مبہم لایکتب سے استدلال باطل اور مردود ہے اور مزید یہ کہ زبیر علی زئی غیر مقلد کے ممدوح ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں۔ "کسی بھی محدث کا کسی راوی سے حدیث نہ لینا اس کے ضعف کا موجب نہیں۔ (توضیح الکلام ۱/۵۴۸)

(iii) غالی غیر مقلد نے اس جرح کو لکھتے ہوئے ایک دھوکا دینے کی بھی کوشش کی ہے۔

اور و لایکتب والاقول تاریخ بغداد ۱۴/۳۵۸ سے بحوالہ امام یحییٰ بن معین نقل کیا ہے۔اس کے فوراً بعد خطیب بغدادی (جوکہ احناف کی طرف متعصب ہیں) کا قول چھپالیا۔خطیب بغدادی لکھتے ہیں: قلت قد روی غیر ابن ابی مریم عن یحییٰ أنه وثقه یعنی ابن ابی مریم کے علاوہ یحییٰ بن معین کے شاگردوں نے قاضی ابو یوسف کو ثقہ ہی روایت کیا ہے کو چھپالیا۔جناب کیا آپ کو یہ عبارت نظر نہیں آئی ؟ یا بغض احناف میں اس کو نظر انداز کر دیا۔

حفظت شیئا و غابت عنک أشیاء تو نے ایک چیز رٹ لی اور بہت ساری غائب کر گیا۔

(iv) امام یحییٰ بن معین نے تو واضح قاضی ابو یوسف کی زبردست ثقاہت بیان کی ہے

(۱) ابو یوسف القاضی وھو ثقه (تاریخ بغداد ۱۴/۲۵۹) زبیر علی زئی نے مقالات ۱/۵۳۵ پر اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

(۲) أنبل من أن یکذب (تاریخ بغداد ۱۴/۲۵۹) اس سند کو مقالات ۱/۵۳۵ پر صحیح لکھا۔

(۳) لیس فی اصحاب الرای احد أکثر حدیثاً و لا أثبت من ابی یوسف (الکامل ۸/۴۶۶) اور سند کو صحیح کہا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ امام یحییٰ بن معینؒ کے نزدیک قاضی ابو یوسف ثقہ راوی ہیں۔

(۷) غالی غیر مقلد نے لایکتب حدیثه کی جرح نقل کرتے ہوئے لکھا کہ اس قول سے معلوم ہوا کہ یحییٰ بن معینؒ سے توثیق والی روایات منسوخ ہیں۔واللہ اعلم (مقالات ۱/۵۳۹)

غیر مقلد زبیر علی زئی کی اس بات پر حیرت ہے کہ ایسا نام نہاد غیر مقلد عالم عام لوگوں کو کس طرح گمراہ کرتا ہے کیونکہ عام لوگوں پر فن اسماء الرجال کا علم آسان نہیں ہے بلکہ اسماء الرجال کا علم بعض دفعہ تو صاحب علم پر بھی مشکل ہو جاتا ہے۔عرض یہ ہے کہ امام یحییٰ بن معین سے اگر لایکتب حدیثه والی مبہم جرح ابن مریمؒ نے نقل کی ہے تو امام یحییٰ بن معین سے ان کے قدیم ترین شاگرد امام عباس بن محمد الدوریؒ توثیق روایت کرتے ہیں

"سمعت یحییٰ یقول: کان ابویوسف القاضی یمیل الی اصحاب الحدیث و کتبت عنه وقد حدثنا یحییٰ عنه" (تاریخ الدوری ۱/۱۴۹)

قال سمعت یحییٰ بن معین یقول کتبت عن ابی یوسف وأنا أحدث عنه (تاریخ بغداد ۱۱/۲۵۹)

قارئین کرام! اگر ہم زبیر علی زئی کے نام نہاد ناسخ والمنسوخ کے اصول کی طرف جائیں تو ایک قول میں لایکتب عنه ہے جوکہ جرح مبہم اور دوسرے قول میں کتبت عنه یا أحدث عنه ہے۔جس سے یہ دونوں اقوال (لایکتب عنه اور کتبت عنه) تضاد کی صورت میں ساقط اور مرجوح قرار کیسے پائیں گے مگر معاملہ اس سے بھی الگ ہے۔ بات یہ ہے کہ لایکتب عنه کی جرح مبہم کا راوی ابن ابی مریم ہے جبکہ أحدث عنه تعدیل مفسر ہے، اور تعدیل مفسر کا راوی عباس بن محمد الدوری ہے۔جبکہ اسماء الرجال اور محدثی کا

دم بھرنے والے غیر مقلد زبیر علی زئی کو اتنا تو معلوم ہوگا کہ امام یحیٰی بن معین کے دو اقوال میں سے راجح قول ان کے قدیم اور طویل ملازمت کرنیوالے شاگرد عباس الدوری کا ہوتا ہے۔اگر جناب مانیں تو ٹھیک ہے وگرنہ حوالوں کا انبار موجود ہے کہ تعارض کی صورت میں فوقیت عباس الدروی کے روایت کو ہوتی ہے۔لہٰذا اس بات کا تو انکار ممکن ہی نہیں ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ مبہم جرح لایکتب عنه سے امام یحیٰی بن معین کا رجوع ثابت ہوتا ہے اور امام یحیٰی بن معین کی یہ مبہم جرح منسوخ ہے۔اور ان سے تعدیل مفسر اور توثیق ہی راجح اور مقبول ہے۔نیز امام یحیٰی بن معینؒ خود ہی اپنی اور محدثین کی احناف پر جروحات کے متعلق فرماتے ہیں۔''اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفة و اصحابه"۔(جامع بیان والعلم:۲۱۰۶) یعنی ہمارے اصحاب (محدثین) نے ابوحنیفہؒ اور انکے اصحاب (قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمد بن حسن شیبانیؒ وغیرہ) پر افراط (یعنی زیادتیاں) کیں۔

لہٰذا زبیر علی زئی کا امام یحیٰی بن معین کی اس منسوخ اور مبہم جرح کو عددی تعداد میں داخل کرنا غلط ہے۔اور امام یحیٰی بن معین کو جارحین میں شمار کرنا باطل اور مردود ہے۔کیونکہ امام یحیٰی بن معین سے تو ثقاہت ہی ثابت ہے۔جس کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے قول کی تحقیق

2: عبداللہ بن مبارک المروزی:۔قال ، انی لاکرہ ان اجلس فی مجلس یذکر فیه یعقوب کہا میں ایسی مجلس میں بیٹھنا مکروہ سمجھتا ہوں جس مجلس میں یعقوب (ابو یوسف) کا (اچھا) ذکر کیا جائے۔(کتاب المعرفة والتاریخ للامام یعقوب ۷۸۹/۲)

جواب :عرض یہ ہے کہ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے اس روایت کے ترجمہ میں بریکٹ ( ) کے اندر جولفظ ''اچھا'' لکھا ہے وہ کس لفظ کا ترجمہ ہے۔

قارئین کرام لفظ ''اچھا'' بریکٹ ( ) میں لکھنا زبیر علی زئی کا ایک جھوٹ اور تحریف ہے۔اور رہنے ماننے والوں کے ساتھ بھی دھوکہ! کسی کا کہا ہوا: تحت جلد الضان قلب الاذوب یعنی بھیڑ کی کھال کے نیچے بھیڑیے کا دل، اس غالی غیر مقلد پر صادق آتا ہے۔اگر اس بریکٹ ( ) میں ''اچھا'' کی بجائے لفظ بُرا بھی تو ہو سکتا ہے یعنی پھر مفہوم یہ بنتا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک اس محفل میں بیٹھنا مکروہ سمجھتے تھے جس مجلس میں یعقوب (ابو یوسف) کا (بُرا) ذکر کیا جائے۔مزید عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علی زئی ذرا اس کی تفصیل بحوالہ کتب اسماء الرجال سے تو بتائیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کی یہ جرح قابل قبول ہے کہ نہیں؟ اور کیا حضرت عبداللہ بن مبارک کی یہ جرح راوی کو حدیث میں مجروح کر سکتی ہے؟ اور یہ کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کی اس مبہم جرح کا تعلق علاقۃ الحدیث سے بھی ہے کہ نہیں؟ میری آپ سے گزارش ہے کہ آں جناب اسماء الرجال میں دھوکا بازی سے باز ہی رہیں اور عوام الناس کو مغالطہ دینا چھوڑ دیں واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔لہٰذا عبداللہ بن مبارک کی جرح کا تعلق علاقۃ الحدیث سے نہیں ہے۔جس کی وجہ سے راوی ضعیف نہیں ہوتا۔راوی میں جو طعن کے ۱۰ اسباب ہیں ان میں سے کوئی بھی سبب اس میں موجود ہی نہیں ہے۔لہٰذا ایسے اقوال سے استدلال باطل اور مردود ہے۔مزید یہ کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے اس قول میں کوئی تصریح نہیں کہ وہ امام ابو یوسف کا ذکر کیوں پسند نہیں کرتے تھے۔زبیر علی زئی صاحب کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ بعض اوقات محدثین جس بات کو ناپسند کرتے ہیں وہ جمہور محدثین کے نزدیک جرح ہوتی ہی نہیں۔لہٰذا جب تک جرح کا تعین نہ ہو تب تک ایسی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

اعتراض :ایک آدمی نے امام عبداللہ بن مبارکؒ سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے اسے مسئلہ بتایا وہ آدمی بولا۔ابو یوسف اس مسئلہ میں آپ کے مخالف ہیں تو ابن مبارک نے فرمایا: اگر تم نے

ابو یوسف کے پیچھے نماز پڑھی تو اپنی نماز دیکھو یعنی اس کا اعادہ کرلو۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی ۶/۶۶۱)

جواب : عرض یہ ہے کہ اس حوالہ میں بھی غیر مقلد زبیر علی زئی نے الفاظ ''یعنی اس کا اعادہ کرلو'' لکھ کر تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔ زبیر علی زئی یہ تو بتائے کہ یہ کس عبارت کا مطلب ہے۔

مزید یہ کہ ضعفاء عقیلی ۶/۶۶۱ میں اس قول کی سند حدثنا الھیثم بن خلف حدثنا احمد بن عثمان بن حکیم قال سمعت عبدالرزاق بن عمر الربعی ہے۔

اس سند کا ایک راوی عبدالرزاق بن عمر الرابعی (البزیعی) ہے۔ جس کو مندرجہ ذیل محدثین کرام نے ضعیف لکھا ہے۔

۱: ابن حبانؒ: يقلب الاخبار ويسند المراسيل، لايجوز الاحتجاج اذا انفرد. (المجروحین ۲/۱۶۰)

۲: امام ابن جوزیؒ نے اسے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ (الضعفاء والمتروکین: ۱۴۲۱)

۳: علامہ ذہبیؒ نے اسے ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ (المغنی فی ضعفاء: ۳۶۸۶)

علامہ ذھبیؒ نے اسے دیوان الضعفاء میں بھی لکھا ہے۔ (دیوان الضعفاء: ۲۵۲۳)

حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب رقم: ۴۰۶۳ پر اس کو صدوق لکھا ہے۔ مگر ابن حبان کی جرح مفسر ہے اور یہ کہ اس کو خبر میں اشتباہ ہوتا ہے اور مرسل کو مسند کر دیتا ہے۔ اور جب منفرد ہو تو احتجاج نہیں ہوسکتا اور ساتھ یہ بھی کہ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کے بنائے ہوئے عددی تعداد والے کلیہ کے تحت ایک حافظ ابن حجر کے مقابلے میں ۳ محدثین کرام نے اس کو ضعیف لکھا ہے۔ لہٰذا ۳ محدثین کرام کو فوقیت ہوگئی اس طرح مقالات ۱/۵۳۹ پر اس کو سندہ صحیح کہنا بالکل غلط اور مردود ہے۔ ثقہ محدث ابن نجار نے المستفاد فی ذیل تاریخ بغداد ۲/۸۶ پر ایسے تمام حوالوں کے بارے میں اظہار افسوس اور غصہ کا اظہار کیا ہے لہٰذا صاحب سنت کو بغیر کسی وجہ سے فاسق لکھنا غلط ہے۔ ویسے بھی ان حوالوں میں فاسق ہونے کی کوئی وجہ نہیں بتائی لہٰذا

بغیر وجہ کے جرح جمہور محدثین کرام کے نزدیک مردود ہوتی ہے۔ اور دوسرے واقعہ میں بھی خواب کا ذکر ہے اور حیرت کی بات یہ کہ خواب کے واقعات تو غیر مقلدین بھی مانتے مگر افسوس مسلکی تعصب میں ایسے حوالے بھی پیش کر دیے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے دونوں قصوں میں جرح کا سبب منقول نہیں ہے اور مزید یہ کہ اس کا تعلق علاقہ بالحدیث سے نہیں ہے۔ لہٰذا ایسی جرح محدثین کے نزدیک قابل رد اور مردود ہے۔

یزید بن ہارونؒ کے قول کی تحقیق

غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۱/۵۴۰ پر لکھتا ہے۔

''یزید بن ہارون: لا يحل الرواية عنه انه كان يعطى أحوال اليتامى مضاربة ويجعل الربع لنفسه اس سے روایت کرنا حلال نہیں یہ (ابو یوسف) یتیموں کے مال بطور مضاربت (تجارت میں) لگاتا اور اس کا نفع خود کھاجاتا تھا''۔ (الضعفاء عقیلی ۶/۴۴۰، تاریخ بغداد ۱۴/۲۵۸)

جواب : عرض یہ ہے کہ اس اعتراض کو نقل کرتے ہوئے زبیر علی زئی غیر مقلد نے بڑی دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ اول یہ کہ ترجمہ میں ''اس کا نفع خود کھاجاتا تھا'' کن الفاظ کا مطلب ہے۔ غیر مقلد زبیر علی زئی کو تھوڑا سا بھی احساس نہیں ہے کہ ''کھاجاتا تھا'' کتنے بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ ہیں۔ حالانکہ " ويجعل الربع لنفسه " کا مطلب اور منافع اپنے لئے رکھ لیتے تھے۔ ''جناب کھاجاتا تھا'' اور ''اپنے لیئے رکھنے'' میں فرق صاف ظاہر ہے۔

مزید یہ کہ حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان رقم: ۱۰۸۱ پر ويجعل الربع لنفسه کا مطلب واضح کرتے ہوئے لکھا ہے۔ یعنی أنه كان يقتصر ضها على ذمته ''یعنی اس کو بطور قرض رکھ لیتے تھے۔ جناب احناف کے تعصب میں آپ کو یہ حوالہ نظر نہ آیا۔ اللہ ایسے

تعصب سے محفوظ فرمائے۔

اوراس حوالے میں توصاف یزید بن ہارونؒ اور قاضی ابو یوسفؒ میں ایک مسئلہ میں اختلاف عیاں ہے۔ کیونکہ قاضی ابو یوسفؒ مضاربت کو جائز سمجھتے تھے اور حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان ۱۶/۱ حافظ ابن عبدالبر نے جامع البیان ص ۲۴۹ پر اس کو واضح کر دیا ہے کہ مسلکی یا فکری اعتقاد کی وجہ سے جرح قابل قبول نہیں ہوتی لہٰذا یزید بن ھارون کی جرح قابل قبول نہ ہوگی۔ غیر مقلد زبیر علی زئی جمہور علماء کرام کا جرح وتعدیل میں ذرا ایسا حوالہ تو پیش کریں جس کی وجہ سے یزید بن ہارون کی جرح واقعی میں جرح بن سکتی ہے۔

اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اس قول کا تعلق روایت حدیث سے ہے ہی نہیں بلکہ یہ تو فقہی اختلاف ہے۔

راوی پر طعن کے ۱۰ اسباب میں سے کوئی بھی سبب اس جرح میں موجود نہیں ہے۔ لہٰذا زبیر علیزئی کو چاہیے کہ ایسے اعتراضات نقل کر کے اپنا نامہ اعمال داغدار نہ کریں اور خدا سے ڈریں۔

مزید یہ کہ یتیم کے مال کے بارے میں غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کا کیا موقف ہے؟ اور انھیں اس مسئلہ میں کیا اختلاف ہے؟ انھیں بیان کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ کم از کم یہ ہی واضح ہو جاتا کہ زبیر علی زئی کو امام یزید بن ہارون کے اس قول سے اتفاق ہے یا کہ اختلاف ہے۔ کیونکہ کسی بھی محدث کے اعتراض کرنے سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ وہ جمہور محدثین کے نزدیک بھی وجہ طعن اور وجہ جرح بھی ہو۔ لہٰذا صرف اور صرف بغض احناف میں جو بھی قول ہو اسے لکھ دینا ایک مردود عمل ہے۔ یتیم کے مال کے مسئلہ پر حافظ ابن کثیرؒ کی تحقیق پیش ہے تا کہ مسئلہ واضح ہو جائے۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: ”کہ فقہاء نے کہا ہے کہ ولی کی ضرورت اور اس کی اجرت میں سے جو کم ہو وہ اس کو لے سکتا ہے اور جب وہ خوش حال ہو جائے تو اس کی واپسی کے متعلق دو

قول ہیں۔ امام احمدؒ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا میرے پاس مال ہے اور میرے پاس یتیم ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: بغیر اسراف اور تبذیر کے اپنے یتیم کے مال سے کھالو اور نہ مال جمع کرنا اور نہ مال بچانا۔ اور امام ابوداودؒ، امام نسائیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا میرے پاس ایک یتیم ہے جس کا مال ہے اور میرے پاس مال نہیں ہے، آیا میں اس کے مال سے کھالوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بغیر اسراف کے اس کے مال سے کھالو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ خوش حال شخص بھی یتیم کے مال سے قرض لے سکتا ہے لیکن بعد میں اس کو واپس کر دے اور اس قول کی دلیل یہ ہے کہ امام سعید بن منصورؒ نے اپنی سنن میں حضرت براء بن عازبؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ میرے نزدیک یتیم کا مال بیت المال کے حکم میں ہے اگر میں اس مال سے مستغنی ہوں تو میں اس سے اجتناب کرتا ہوں اور جب ضرورت ہوتی ہے تو میں اس مال سے قرض لیتا ہوں اور جب گنجائش ہوتی ہے تو اس کو واپس کر دیتا ہوں“۔ (تفسیر ابن کثیر ۲/۲۰۶_۲۰۵)

اب آپ ذرا غیر مقلد ابراہیم میر سیالکوٹی کا حوالہ بھی اپنے پلے باندھ لیں۔

وہ لکھتے ہیں۔ ”جس امر میں بزرگان دین میں اختلاف ہو، اس میں ہم جیسے ناقصوں کا محاکمہ کرنا بری بات ہے لیکن بزرگوں سے حسن تادب کی وجہ سے ہمارا فرض ہے کہ ان کے کلام کے صحیح محمل بیان کر کے ان سے الزام واعتراض کو دور کریں، اور محض اپنی شخصی رائے سے نہیں، بلکہ بزرگوں ہی کے اقوال سے جو قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں۔“ (تاریخ اہل حدیث ص ۸۸)

اُمید ہے کہ مسئلہ واضح ہو گیا ہو گا اور غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کی تشفی ہو گئی ہو گی۔ وگرنہ ابھی اس مسئلہ پر دلائل کے انبار موجود ہیں۔ لہٰذا ایسی جرح نقل کرنا فضول ہے۔

امام مالکؒ کے قول کی تحقیق

غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۱/۵۴۱ پر لکھتا ہے۔

ایک دفعہ مالک بن انس مدینہ میں امیر المؤمنین ہارون الرشید کے پاس گئے وہاں ابو یوسف بھی تھے۔ اس (خلیفہ) نے دو دفعہ کہا: اے ابو عبداللہ (مالک بن انس) یہ قاضی ابو یوسف ہیں۔ (امام مالک نے فرمایا) میں نے کہا: جی ہاں اے امیر المؤمنین! اور میں نے (قاضی) ابو یوسف کی طرف دیکھا تک نہیں۔ اس نے دو یا تین دفعہ کہا: ابو یوسف بولا! اے ابو عبداللہ! اس مسئلہ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ تو میں نے کہا! اے فلاں! اگر تو نے مجھے دیکھا کہ میں باطل لوگوں کی مجلس میں بیٹھا ہوا ہوں تو وہاں آکر مجھ سے (مسئلے) پوچھنا۔ (الضعفاء للعقیلی ۴/۴۴۱)

معلوم ہوا کہ امام مالک کے نزدیک قاضی ابو یوسف اہل باطل میں سے تھے۔

جواب : عرض یہ ہے کہ یہ واقعہ مختلف وجوہ سے غلط ہے۔

(i) اس کی سند کچھ یوں ہے۔ حدثنی الهيثم بن خلف حدثنا عبدالله بن احمد بن شبویه قال سمعت أبا رجا قتيبة بن سعيد يذكر عن معن بن عيسیٰ.

اس سند کا ایک راوی عبداللہ بن احمد بن شبویہ ایک مجہول الحال راوی ہے۔ اس کو ابن حبان نے کتاب الثقات ۸/۳۶۶ پر مستقیم الحدیث لکھا ہے۔ مگر شاید زبیر علی زئی یہ بھول گئے ہیں کہ وہ خود ابن حبان کو متساہل محدث مانتے ہیں۔ جناب اپنی کتابوں کا خود بھی مطالعہ کیا کریں۔ اپنی کتاب فتاوی علمیہ ۱/۵۸۲ پر ابن حبانؒ کو مجہول راویوں کی توثیق میں متساہل لکھا ہے۔

زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ حاکم، ترمذی اور ابن حبان توثیق وتصحیح میں شامل تھے۔ (فتاوی علمیہ ۱/۵۸۲) یعنی کہ جس مجہول راوی کو صرف ابن حبان ثقہ کہیں تو ابن حبان کی توثیق قابل قبول نہیں ہوتی ہے مزید یہ کہ تاریخ بغداد ۹/۳۷۷ پر ان کا ترجمہ تو موجود ہے مگر کوئی ثقاہت نقل نہیں کی لہٰذا مجہول راویوں کی روایت کی بنیاد پر ایسے اقوال پیش کرنا مردود ہے۔

(ii) اس روایت میں بھی قاضی ابو یوسفؒ کے بارے میں کوئی جرح کی وجہ موجود نہیں ہے۔ مزید یہ کہ امام مالکؒ شروع میں عراق کے لوگوں کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے دیکھئے جامع البیان العلم ۲/۲۶۲۔ اور اس کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ قاضی ابو یوسفؒ نے ایک کتاب امام مالکؒ کے رد میں الرد علی امام مالک لکھی۔ دیکھئے فہرست ابن ندیم ص ۲۸۳ اور یہ بات ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ مسلکی اور اعتقادی وجہ سے جرح قبول نہیں ہوتی۔

(iii) زبیر علی زئی کا امام مالک کے واسطے قاضی ابو یوسف کو اہل باطل لکھنا دھوکا ہے کیونکہ جمہور محدثین کرام نے قاضی ابو یوسف کو صاحب سنہ لکھا ہے اور اہل سنت اہل حق میں سے ہیں۔ امام خلیلی نے الارشاد رقم: ۱۶۹ پر قاضی ابو یوسف کو صحیح المذہب لکھا ہے۔ امام ابن الصباح نے کتاب الثقات ۷/۶۴۶ پر رجلاً صالحاً لکھا محدث ابن بکیر نے الکامل ۸/۴۶۶ پر قاضی ابو یوسف کو صاحب سنہ لکھا ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ امام مالک اور قاضی ابو یوسف ہمعصر تھے اور ہمعصر کی جرح قابل قبول نہیں ہوتی اور اگر اطمینان نہ ہو تو اپنے ارشاد الحق اثری غیر مقلد کی کتاب توضیح الکلام ص ۲۵۱ کا مطالعہ فرمالیجئے گا تاکہ آپ پر معاملہ واضح ہو جائے۔ بلکہ امام ذہبی لکھتے ہیں، قلت هذا من كلام الاقران الذی لا يسمع فان الرجل ثبت حجته. (سیر اعلام النبلاء ۸/۵۱۹)

لہٰذا معلوم ہوا کہ امام مالک کی جرح کسی بھی اسباب جرح پر نہیں اترتی اور حق کی بات یہ ہے کہ حافظ ابن عبدالبرؒ نے اپنی کتاب جامع بیان العلم وفضلہ میں امام مالک کی عراق کے لوگوں (امام الاعظم ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسن شیبانیؒ) کے بارے میں رائے کو 'علماء کی آپس کی چوٹیں' کے باب باندھ کر نقل کیا ہے۔ جس سے امام مالک کے قول کی حیثیت واضح ہوگئی ہے کہ یہ قول تو آپس میں چپقلش کی وجہ سے تھا جس کی وجہ سے امام مالکؒ قاضی ابو یوسفؒ پر اعتراض کرتے تھے۔

عبداللہ بن مبارکؒ کے قول کی تحقیق

غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۱/۵۳۹۔۵۴۰ پر لکھتا ہے۔

عبدہ بن سلیمان المروزی کہتے ہیں کہ میں نے ہمیشہ یہ دیکھا کہ ابن المبارک جب ابو یوسف کا ذکر کرتے تو اس کی دھجیاں اڑا دیتے (یعنی شدید جرح کرتے) اور ایک دن آپ نے اس (ابو یوسف) کے بارے میں فرمایا: ان لوگوں میں سے کسی نے اپنے باپ کی جماع شدہ لونڈی (یعنی سوتیلی ماں) سے عشق کیا پھر اس نے ابو یوسف سے مسئلہ پوچھا تو اس نے کہا: اس لونڈی کو سچا نہ سمجھو (یعنی اس سے نکاح کرلو) پس وہ آدمی ابو یوسف کے لئے حصے مقرر کرنے لگا یا ابن المبارک اس (ابو یوسف) پر شدید جرح کرنے لگا۔ (الضعفاء للعقیلی ۳/۴۴۴)

جواب : عرض یہ ہے کہ یہ جرح بھی کئی وجہ سے مردود ہے۔

۱۔ غیر مقلد زبیر علی زئی نے بریکٹ ( ) والے الفاظ یعنی "اس سے نکاح کرلو وغیرہ" اپنی طرف سے بڑھائے ہیں اور اس حوالہ میں مسلکی اختلاف صاف ظاہر ہے۔ اور ایسے مسلکی اعتراضات کو حافظ ابن حجر (لسان المیزان ۱/۱۶)، حافظ ابن عبدالبر نے جامع البیان والعلم میں مردود قرار دیا ہے۔

۲۔ الضعفاء للعقیلی ۳/۴۴۴ پر اس کی سند حدثنا احمد بن جمیل ھروی حدثنا عبدۃ بن سلیمان المروزی ہے۔ پہلے تو رئیس المحرفین سے عرض یہ ہے کہ آپ نے مقالات ۱/۵۴۰ پر اس کی سند کو حسن کہا جو کہ بالکل جھوٹ اور غلط ہے۔ کیونکہ اس روایت کے پہلے راوی احمد بن جمیل الھروی کی توثیق ثابت کریں! احمد بن جمیل الھروی نام کے راوی کی میرے علم کے مطابق کوئی توثیق نہیں ہے۔ ایک اور راوی احمد بن جمیل اسماء الرجال کی کتابوں میں موجود ہے مگر وہ احمد بن جمیل المروزی ہے نہ کہ احمد بن جمیل الھروی۔ اگر آپ اس راوی کو احمد بن جمیل

المروزی ثابت بھی کردیں تو بھی آپ کی مرضی نہیں چل سکتی کیونکہ اس احمد بن جمیل المروزی سے حافظ عقیلی کا سماع ثابت بھی کرنا ہوگا۔ اور اس سند کو متصل بھی ثابت کریں۔ لہٰذا ایسے منقطع الروایات سے قاضی ابو یوسف پر زبان درازی کرنا ایک قبیح اور مردود عمل ہے۔

۳۔ ایسی تمام جرحوں کو نقل کرنے کے بعد ثقہ محدث ابن نجارؒ لکھنے پر مجبور ہوگئے۔

"ابن المبارک لم یزل علی مذهب ابی حنیفة ابی أن مات". (المستفاد فی ذیل تاریخ بغداد ۲/۸۶) یعنی ابن مبارک تو عمر بھر مذہب ابی حنیفہؒ پر رہے۔ (پھر ایسے الفاظ کیسے کہہ سکتے ہیں)

۴۔ اس روایت میں راوی نے پوری بات بھی نقل نہیں کی، اور معاملہ گڈ مڈ کرنے کی کوشش کی ہے نیز اور یہ روایت جھوٹی بھی معلوم ہو رہی ہے۔ کیونکہ احناف کے نزدیک جس عورت سے باپ نے مباشرت کی ہو وہ اس کے بیٹے پر حرام ہے، خواہ وہ عورت اس کے باپ کی بیوی ہو یا باندی وہ یا اجنبی عورت ہو۔ تفصیل کے لیے تفسیرات احمدی، کتاب الآثار، باب ما یحرم علی الرجل من النکاح کا مطالعہ کریں اور اگر بغض احناف سے فرصت ہو تو احناف کا صحیح موقف بھی بیان کیا کریں۔ قاضی ابو یوسفؒ پر یہ الزام ہی جھوٹ ہے۔

لہٰذا ایسے اقوال پیش کر کے ثقہ محدث مجتہد امام قاضی ابو یوسفؒ کی ذات کو مجروح کرنا آپ اور آپ کی جماعت کو ہی مبارک ہو۔ مگر یاد رکھیں کہ ایسی جلیل القدر ہستیوں پر لعن طعن کر کے آپ اپنا ہی نامہ اعمال داغ دار کر رہے ہیں۔

عبداللہ بن ادریسؒ کے قول کی تحقیق

غالی ومتعصب غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۱/۵۴۰ پر دو حوالے نقل کرتا ہے۔

(i) اور ابو یوسف فاسقوں میں سے ایک فاسق تھا۔ (الضعفاء للعقیلی ۴/۴۴۰)

(ii) میں نے ابو یوسف کو اس کے مرنے کے بعد، خواب میں دیکھا وہ قبلہ کے بغیر دوسری طرف نماز پڑھ رہا اور یحییٰ بن محمد بن سابق نے کہا میں نے ایک آدمی کو وکیع سے مسئلہ پوچھتے ہوئے سنا تو اس

آدمی نے کہا: ابو یوسف تو یہ بات کہتے ہیں! وکیع نے (غصے سے) سر ہلاتے ہوئے کہا: کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا؟ کیا تو اللہ کے سامنے ابو یوسف سے حجت پکڑے گا۔ (الضعفاء للعقیلی ۴/۴۴۴)

جواب: عرض یہ ہے کہ جرح کرنے کے لئے اسباب جرح بتانا اہم ہے۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک محدث یا امام کے نزدیک وہ جرح ہوتی ہے مگر جمہور کے نزدیک وہ جرح نہیں ہوتی اس لئے غیر مقلد زبیر علی زئی نے جو دو حوالے نقل کیے ان میں کوئی بھی وجہ جرح نہیں بتائی اور مبہم جرح مردود ہوتی ہے۔ اور اس پر لطف کی بات یہ کہ زبیر علی زئی خواب کے واقعہ کو پیش کر رہے ہیں حالانکہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے مقالات ۱/۳۴۲ پر خواب کو شرعی حجت نہیں مانا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: ایک چیز ایک جارح کے نزدیک فسق کا باعث (جرح) ہوتی ہے۔ جس کی بنیاد پر وہ جرح کر دیتا ہے حالانکہ حقیقت میں یا دوسروں کے نزدیک یہ جرح نہیں ہوتی۔ اس لئے جرح میں بیان سبب کی شرط لگائی گئی ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۵۱)

حافظ ابن صلاح نے لکھا: ان الجرح لا یثبت الا اذا فسر بسببه (مقدمہ ابن صلاح ص ۶۱) یعنی جرح ثابت نہیں ہوتی، جب تک اس کے تمام اسباب بیان نہ کیے جائیں۔

مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں۔ ''وہ جرح احاطہ قبول میں آسکتی ہے جو مفسر ہو اور اس میں جرح کے تمام اسباب واضح ہوں، اس لئے کہ لوگ جرح کے اسباب میں مختلف ہیں وہ اپنے اعتقاد کی بنا پر کسی کو مجروح کر دیتے ہیں حالانکہ نفس الامر میں وہ جرح نہیں ہوتی، اس لئے اس کے تمام اسباب کا بیان کرنا ضروری ہے تا کہ معلوم ہو کہ حقیقت میں یہ مجروح ہے یا نہیں۔ (الرفع والتکمیل ص ۸۰)

حافظ ابن حجر نے کہا: وممن ینبغی أن یتوقف فی قبول قوله فی الجرح من کان بینه وبین من جرحه عداوة بسببها الاختلاف فی الاعتقاد'' (لسان المیزان ۱/۱۶)

یعنی جارح کی جرح کو قبول کرنے سے توقف ہوگا اگر جارح اور جس پر جرح کی جا رہی ہو ان دونوں کے درمیان عداوت محض مذہبی اور مسلکی حمیت کا شاخسانہ ہو۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ

بغیر سبب کے جرح مردود ہوتی ہے لہٰذا غیر مقلد زبیر علی زئی کے پیش کردہ جرح میں کوئی وجہ نہیں لکھی لہٰذا محدثین کرام کے نزدیک یہ جرح مردود ہے۔ اور جہاں تک معاملہ قاضی ابو یوسف کے فاسق ہونے کا ہے تو جناب ذرا علامہ ذہبی کی کتاب سیر اعلام النبلاء ۸/۴۷۰ کا مطالعہ تو کر لیا ہوتا تا کہ آپ کو معلوم ہو جاتا کہ علامہ ذہبی نے لکھا ہے: ''ابو یوسف صاحب حدیث، صاحب سنۃ (اور شاید زبیر علی زئی کو صاحب سنۃ کی تعریف بھی نہیں آتی) اور ثقہ محدث ابن بکیر الناقد اور ثقہ محدث محمد بن الصباح (کتاب الثقات ۷/۴۶) نے قاضی ابو یوسف کو رجلا صالحا لکھا ہے، اور صاحب سنۃ لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو (الکامل ابن عدی ۸/۴۶۶) لہٰذا معلوم ہوا کہ قاضی ابو یوسف صاحب سنت، اہل حق اور صحیح المذہب ثقہ راوی ہیں۔

سفیان ثوری کے قول کی تحقیق

غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۱/۵۴۱ پر لکھتا ہے۔

سفیان الثوری الکوفی: عبید اللہ بن موسیٰ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری کے سامنے ابو یوسف اور (..........) کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''ومن هؤلاء ثم وما هؤلاء اور یہ لوگ کون ہیں اور یہ لوگ کیا ہیں؟ (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/۷۹۱)

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ اس روایت کو نقل کرنے والے امام یعقوب الفسوی ہیں۔ جبکہ وہ اس کو روایت اپنے سے اوپر والے راوی عبید اللہ بن موسیٰ سے کر رہے ہیں۔ میرے علم کے مطابق عبید اللہ بن موسیٰ کی وفات ۲۱۳ھ میں ہوئی جبکہ ان سے روایت کرنے والے محدث یعقوب الفسوی نے اپنے علمی سفر کا آغاز ۲۱۶ھ میں کیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ سماع ہو مگر میرے علم کے مطابق ان دونوں کا سماع مشکوک ہے۔ لہٰذا مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ اور ان کا سماع ثابت کرنا زبیر علی زئی کی ذمہ داری ہے۔

نکتہ: اگر ان دونوں کا سماع ثابت بھی ہو جائے تو پھر بھی سفیان ثوری کے قول کی طرف التفات

نہیں ہوسکتی۔ نیز اس روایت میں (   ) بریکٹ کے اندر جو خالی جگہ چھوڑ دی ہے اس میں اصل میں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کا نام ہے اور یہ بات تو پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ محدثین کے نزدیک سفیان ثوریؒ کی جرح امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے میں قابل قبول نہیں ۔

علامہ عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں۔"لم یقبل قول....و قدح الثوری فی ابی حنیفه الکوفی" (الرفع والتکمیل ص ۴۱۳)۔ یعنی سفیان ثوریؒ کی جرح امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے میں قابل قبول نہیں۔

علامہ تاج الدین سبکیؒ شافعی لکھتے ہیں: فایاک ثم ایاک ان تصخی الی ما اتفق بین ابی حنیفة وسفیان ثوری..... (طبقات شافعیہ الکبریٰ سبکی ۳۹/۲) یعنی پس تو ایسے اقوال سننے سے پرہیز کر جو ائمہ کرام یا محدثین نے آپس میں کہے یا لکھے ہیں۔ مثلاً سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ کے درمیان ۔۔۔۔

مزید یہ کہ خود غیر مقلد زبیر علی زئی اس روایت میں کوئی جرح کی وجہ یا سبب بتادیں تا کہ واضح ہوسکے کہ جرح کس وجہ سے ہے اور پھر ہم اس جرح کو اصول وضوابط کے مطابق پرکھ سکیں، اور یہ بات مسلمہ ہے کہ مبہم جرح اصول اسماء الرجال کی روشنی میں مردود ہوتی ہے۔

اور یہ کہ اگر سفیان ثوری ان لوگوں یعنی ابوحنیفہؒ اور قاضی ابو یوسف کو نہیں جانتے تو کیا ہوا۔ امام یحییٰ بن معین، ابن عدی، امام احمد بن حنبل، علامہ ذھبی، حافظ ابن حبان وغیرہ جیسے جلیل القدر محدثین کرام تو جانتے ہیں۔ لہٰذا ایسے فضول اور بے تکے حوالے نقل کرنا غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کو مفید نہیں۔ جبکہ جرح وتعدیل سے ایسے حوالوں کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور ہم نے جو جرح وتعدیل کے اصول وضوابط بتائے تھے اس حوالہ میں کسی بھی سبب جرح کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے حوالوں سے استدلال باطل ومردود ہے۔

سفیان بن عیینہؒ کے قول کی تحقیق

غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات صفحہ ۴۱۵ جلد ا پر لکھتا ہے۔

سفیان بن عیینہ المکی: سفیان بن عیینہ ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ابو یوسف ایک مدت تک مجھ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھتا رہا لیکن میں اس کا اہل نہیں سمجھتا تھا کہ اسے حدیث سنائی جائے۔ ایک دن ہم (امیر المؤمنین) ہارون (الرشید) کے پاس تھے۔ ابو یوسف نے اس سے کہا: اس کے پاس ایک اچھی (حسن) حدیث ہے، آپ اس سے پوچھیں، پس خلیفہ نے پوچھا تو میں نے اسے حدیث سنا دی پس اس حدیث کو ابو یوسف نے لیا۔ (الضعفاء للعقیلی ۴/ ۴۴۳)

جواب : عرض یہ ہے کہ آخر وہ حدیث کون سی تھی جس کے بارے میں قاضی ابو یوسف پوچھ رہے تھے؟۔ اس روایت سے پہلے کچھ یوں درج ہے۔

حدثنا احمد بن علی حدثنا الحسن بن علی حدثنا محمد بن عیسیٰ الطباع حدثنا سفیان بن عیینة عن عمرو بن دینار أن ابن عباس کان یأتی عرفة بسحر . (ضعفاء للعقیلی ۴/ ۴۴۳)

(ii) ثانیاً یہ کہ اس روایت میں وجہ نہیں بیان کی کہ آخر سفیان بن عیینہ قاضی ابو یوسف کو اس کے لائق کیوں نہیں سمجھتے تھے۔ لہٰذا مبہم باتوں سے ایک جلیل القدر ثقہ محدث قاضی القضاۃ پر طعن کرنا مردود ہے۔

(iii) ثالثاً اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سفیان بن عیینہ اس حدیث کو سنانے میں قاضی ابو یوسف کو تو نہ اہل سمجھتے تھے، مگر کیا خلیفہ کو یہ حدیث سنانے میں اہل سمجھتے تھے؟

(iv) رابعاً یہ کہ اس قول سے پہلے جو حدیث ہے وہ عرفات میں پہنچنے کا مسئلہ ہے لہٰذا فقہی اور اعتقادی مسائل پر طعن وتشنیع کرنا اصول اسماء ورجال کے خلاف ہے اور ایسے اقوال

جمہور محدثین کرام کے نزدیک باطل ہے۔ (دیکھئے لسان المیزان ۱/۱۶ حافظ ابن حجر)

(۷) **خامسا** یہ کہ اس قول کا آغاز قال ابن عیسیٰ الطباع ہے۔ اب قابل ذکر بات یہ ہے کہ قال ابن عیسیٰ کہنے والا کونسا راوی ہے۔ اس قول سے پہلے جو سند ہے وہ صرف حدیث کو نقل کرنے کے لئے ہے نہ کہ اس مذکورہ قول کو، لہٰذا ایسے مجہول الحال راویوں کی منقطع روایت سے احتجاج کرنا غلط ہے۔

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ ابن عیینہ کا یہ اپنا موقف نہیں بلکہ کسی راوی نے یہ الفاظ لکھے ہیں۔ اور اس تحقیق کے دوران ابن عبدالبر کی نقل کردہ عبارت کا مطلب واضح ہوا۔ " و اما سائر الحدیث فهم کالاعداء لابی حنیفة و أصحابه " ۔ (الانتقاء فی فضائل ثلاثۃ ۱/۱۷۲)

ترجمہ: یعنی محدثین کرام کی ایک جماعت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحابؒ (ابو یوسفؒ، امام محمدؒ) کیلئے دشمنوں جیسے ہیں اور ان سے عداوت رکھتے تھے۔

لہٰذا امام اعظم اور ان کے اصحاب سے اعتقادی اور مسلکی مخالفت کرنے والوں کی جرح کیسے قابل قبول ہوسکتی ہے؟ جبکہ جمہور محدثین کرام ایسے اعتراضات کی وجہ سے راوی کو مجروح نہیں مانتے ہیں۔ لہٰذا ایسے اقوال کو پیش کر کے بغلیں بجانا چھوڑ دیں اور اصول اسماء الرجال کی روشنی میں قاضی ابو یوسف ثقہ محدث کو ضعیف ثابت کر کے دِکھائیں مگر یقین مانیں کہ کئی اشخاص اور لوگوں نے ائمہ احناف پر کیچڑ اُچھالنے کی کوشش کی مگر ان کا اپنا ہی دامن داغدار اور نامہء اعمال سیاہ ہوا۔ مگر ان ائمہ کی رفعت شان میں کمی نہ کر سکے اور آج بھی ان ائمہ اہل سنت کے درجات اور علمی حیثیت کا معترف ایک زمانہ ہے۔

امام بخاریؒ کے قول کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۱/۵۴۱ پر لکھتا ہے۔

" ابو عبدالله محمد بن اسماعیل البخاری ۔ ترکوہ یعنی محدثین نے اسے ترک کردیا ہے۔ تاریخ الکبیر ۸ /۳۹۷ ترکه یحییٰ و عبدالرحمن و وکیع وغیرهم . (الضعفاء الصغیر: ۴۲۵ و تحفۃ الأقویاء ص ۱۲۲)

جواب : اوّل تو امام بخاری سے خود کوئی جرح وارد نہیں۔ لہٰذا امام بخاری کا نام جارحین میں درج کرنا غلط ہے۔

دوم یہ کہ امام بخاری نے صرف یہ تصریح کی ہے کہ امام یحییٰ عبدالرحمٰن اور وکیع نے ترک یعنی روایت لینا چھوڑ دیا تھا۔ جناب کیا آپ اسماء الرجال اور جرح وتعدیل کے اصول تعصب احناف میں بھول گئے ہیں۔ حالانکہ آپ اپنے فرقہ میں نام نہاد اسماء الرجال کے ماہر مانے جاتے ہیں۔ مگر یہ یاد رکھیں ایک ادنیٰ طالب علم بھی اس بات سے آگاہ ہے کہ کسی محدث کا کسی راوی سے روایت نہ لینا یا ترک کر دینا کوئی جرح نہیں ہے اور نہ اس سے کوئی راوی ضعیف ہوتا ہے۔ لکھنے سے پہلے ذرا اصول اسماء الرجال کی کتابوں کا مطالعہ کرلیا ہوتا تو بات واضح ہو جاتی کہ علامہ ذھبیؒ نے میزان الاعتدال ۳/۷۰ اور ۲/۲۲۷ پر واضح تنبیہ کی ہے۔ آپ ذرا الرفع والتکمیل ص ۱۵۳ کا ہی مطالعہ فرمالیتے جہاں یہ واضح لکھا ہے کہ کسی محدث کا روایت ترک کردینا جرح نہیں ہے۔

اور اگر کتابوں کا مطالعہ نہیں تھا تو پھر اپنے ہی مسلک کے عالم ارشاد الحق اثری سے ہی رجوع فرمالیتے کم از کم وہ آپ کو سمجھا ہی دیتے کہ جناب یہ تو جرح ہی نہیں ہے۔ ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں ۔" بلکہ کسی بھی محدث کا راوی سے حدیث نہ لینا اس کے ضعف کا موجب نہیں ۔ (توضیح الکلام ص ۲۹۷) لہٰذا ایسے اقوال سے جرح ثابت نہیں ہوتی۔

وکیع بن الجرّح کے قول کی تحقیق

غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۵۴۲/۱ پر لکھتا ہے۔ ''وکیع بن الجراح: دیکھئے جرح عبداللہ بن ادریس۔

جواب: اس جرح کا جواب حضرت عبداللہ بن ادریس کے قول کی تحقیق میں دے دیا گیا ہے۔ لہٰذا ایسی مبہم جرح کا جواب وہاں ملاحظہ کیجئے۔

ابوزعۃ الرازیؒ کے قول کی تحقیق

غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۵۴۲/۱ پر لکھتا ہے۔

ابوزرعۃ الرازی- ذکرہ فی کتابہ (کتاب الضعفاء میں ہونا جرح نہیں ہے)

(کتاب الضعفاء رقم: ۶-۳۷۶-۲/۲-۶۷۲)

وقال:یعقوب بن ابراهیم ابویوسف الذی کان علی القضاء یعنی صاحب أبی حنیفة

تنبیہ: ابوزرعۃ نے کہا: وکان أبویوسف جهمیاً بین التجهم. (کتاب الضعفاء والکذابین ۵۷۰/۲) جبکہ تاریخ بغداد میں ہے کہ ابوزرعہ نے کہا: وکان أبویوسف سلیماً من التجهم'' (تاریخ بغداد ۲۷۹/۹ رقم: ۵۹۳)

یہ دونوں اقوال باہم متعارض ہونے کی وجہ سے ساقط ہو گئے ہیں۔ واللہ اعلم

جواب: قارئین کرام اس جرح کو خود زبیر علی زئی نے ساقط کر کے اس جرح کو مردود کر دیا ہے۔ خود زبیر علی زئی ابوزرعہ کے اقوال ساقط مانتے ہیں تو پھر کیوں دجل و فریب کر کے امام ابوزرعہؒ کو قاضی ابو یوسف کے جارحین میں شمار کر کے عددی تعداد میں اضافہ کیا؟ مزید یہ کہ یہ مردود جرح بھی چند وجوہ سے قابل قبول نہیں ہے۔

اول یہ کہ کسی محدث کا مجرد کسی راوی کو بغیر وجہ کے کتاب ضعفاء یا ضعیف راویوں میں شمار کرنے سے راوی ضعیف نہیں ہوتا۔ ابوزرعہ الرازی کے پیش کردہ حوالہ میں جرح کی کوئی وجہ بیان نہیں کی۔

دوم ابوزرعۃ الرازیؒ نے قاضی ابو یوسف کو اپنی کتاب ضعفاء ۵۷۰/۲ پر جھمی لکھا ہے۔ جس سے یہ بات تو واضح ہو گئی کہ وجہ ضعف جھمی ہونا ہے۔ مگر ہم اس بات کی پہلے نشاندہی کر چکے ہیں کہ مسلکی اعتقادی مخالفت پر جرح قابل قبول نہیں ہوتی جس کا واضح بیان حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب لسان المیزان ۱۶/۱ پر کیا ہے۔

سوم جب یہ معلوم ہو گیا کہ امام ابوزرعہ الرازیؒ کی جرح کی وجہ جھمی ہونا ہے تو یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ خود امام ابوزرعہ الرازیؒ نے قاضی ابو یوسف کو جھمی ہونے سے پاک سمجھا ہے۔

ابوزرعہؒ نے کہا: وکان أبویوسف سلیماً من التجهم'' (تاریخ بغداد ۲۷۹/۹ رقم: ۵۹۳) اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ ''کان أبویوسف بعیداً من التجهم'' لسان المیزان ۱۲۲/۵ اور خود زبیر علی زئی نے اپنی کتاب مقالات ۵۴۲/۱ پر اس کا اقرار بھی کیا ہے۔

مزید یہ کہ غیر مقلد نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں۔'' ان ائمہ کرام کے درمیان اصول دین کے بارے میں کوئی نزاع نہیں ہے۔ اور اسے طرح ابوحنیفہؒ کیونکہ ان سے جو عقیدہ ثابت ہے وہ ان لوگوں کے عقیدے کے موافق ہے اور یہ وہی عقیدہ ہے جسے کتاب و سنت سے بیان کیا ہے۔ (قطف الثمر ص ۴۸)

قارئین کرام! یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ امام ابوزرعہ الرازیؒ کا قاضی ابو یوسف کو ضعیف راویوں میں درج کرنے کی وجہ صرف اور صرف جھمی ہونا تھا جبکہ خود امام ابوزرعہ الرازیؒ نے اس جھمی ہونے کے الزام سے قاضی ابو یوسف کو مبرّا کر دیا اور زبیر علی زئی نے ان کی اس وجہ جرح کو تعارض ہونے کی وجہ سے ساقط کر دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ جب جرح کی وجہ ہی مردود ہو گئی تو پھر جرح کہاں باقی رہتی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ابوزرعہ الرازی کے نزدیک قاضی ابو یوسفؒ پر کوئی وجہ جرح ثابت نہیں۔ اور جب وجہ جرح نہ رہی تو پھر ابوزرعہ الرازیؒ کو قاضی ابو یوسفؒ کے جارحین میں شمار کرنا سراسر تلبیس ہے۔ نیز زبیر علی

زئی کو خود تسلیم ہے کہ راوی کا خارجی، شیعی، معتزلی، جھمی، اور مرجی وغیرہ ہونا صحت حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ (نور العینین ص ۶۳)

امام ابوحاتم الرازیؒ کے قول کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۵۴۲/۱ پر لکھتا ہے۔

ابوحاتم الرازی: یکتب حدیثه وهو أحب الي من الحسن اللؤلؤي . (الجرح والتعدیل ۲۰۲/۹)

ابن ابی حاتم کے نزدیک جو شخص صرف یکتب من حدیثه ہو تو وہ لا یحتج بحدیثه فی الحلال والحرام ہوتا ہے۔ دیکھئے مقدمہ الجرح والتعدیل ۷/۱ یعنی اس کی حدیث حجت نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

ابوحاتم نے کہا: اس کی حدیث لکھی جاتی ہے، ابوحاتم کا یہ قول نہ تو صیغہ توثیق ہے اور نہ صیغہ ابطال (یعنی شدید جرح) دیکھئے (میزان الاعتدال ۳۴۵/۶)۔

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں۔ ''اور یحییٰ بن معین کے قول: یکتب حدیثه کا مطلب یہ ہے کہ یہ راوی ضعیف راویوں میں شامل ہے۔ جن کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ (الکامل ۳۹۴/۱) یعنی ضعیف تو ہے اور متروک نہیں ہے۔ یاد رہے کہ اگر یکتب حدیثه سے پہلے یا بعد توثیق لکھی ہو تو وہ مستثنیٰ ہے یعنی اس کی توثیق سمجھی جائے گی۔

جواب: قارئین کرام! زبیر علی زئی کا اس قول کو جرح میں نقل کرنا کئی وجوہات کی وجہ سے فریب اور دجل ہے۔

اوّل تو یہ کہ ابوحاتم الرازی کا مجرد قول یکتب حدیثه نہ تو توثیق ہے اور نہ ہی جرح۔ مگر یہ یاد رہے کہ اس حوالہ میں ابوحاتم نے مجرد یکتب حدیثه نہیں کہا بلکہ اس قول سے پہلے امام یحییٰ بن معین اور امام احمد بن حنبل سے تعدیل و تعریف نقل کی ہے اور مزید یہ کہ اس یکتب حدیثه کے بعد أحب الي

من الحسن اللؤلؤي یعنی ابوحاتم الرازی کو یہ حسن بن زیاد لؤلؤی سے زیادہ پسند تھے۔ لہٰذا یہ دو قرینے ابوحاتم کی توثیق کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اگر صرف یکتب حدیثه کہا ہوتا تو پھر بھی کوئی بات ہوتی مگر امام ابوحاتم نے ساتھ ہی أحب کا لفظ بھی کہا ہے جو صاف کرتا ہے کہ امام ابوحاتم کے نزدیک قاضی ابو یوسف کم از کم حسن درجہ کے راوی تو ضرور ہیں۔

دوم: مجرد یکتب حدیثه کا لفظ برابر ہے یعتبر به کے، یعنی اس کا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ لفظ تعدیل میں سے ہے۔

سوم: غالی غیر مقلد زبیر علی زئی لکھتے ہیں کہ اگر یکتب حدیثه سے پہلے یا بعد توثیق لکھی ہوئی ہو تو وہ مستثنیٰ ہے یعنی وہاں توثیق سمجھی جائے گی۔ مگر آپ کے جماعت کے ہی ایک معتبر عالم ارشاد الحق اثری صاحب توضیح الکلام ۲۲۹/۱ پر امام ابوحاتم کے قول یکتب حدیثه و لا یحتج به کو غیر قادح ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بلکہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے خود اپنی کتاب مقالات ۳۱۵/۱ پر اس بات کو تسلیم کیا ہے۔

چہارم: غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۵۴۲/۱ پر امام ابوحاتم کے قول یکتب حدیثه کو جرح ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے جبکہ غیر مقلد سلفی عالم ارشاد الحق اثری صاحب اپنی کتاب توضیح الکلام ۲۲۸/۱ پر یکتب حدیثه والے ابوحاتم کے الفاظ کو توثیق میں شمار کرتے ہیں۔ بلکہ ابوحاتم کے الفاظ لا یحتج به کو توضیح الکلام ۲۲۹/۱ پر حسن درجہ کا راوی مانتے ہیں۔

یہ تو بڑا ہی عجیب طرز ہے کہ امام ابوحاتم کی جرح کے الفاظ لا یحتج به کو خود غیر مقلدین حضرات حسن درجہ میں شمار کریں اور تعدیلی جملہ یکتب حدیثه سے راوی کو ضعیف ثابت کریں کیا عجب چالاکی اور عیاری ہے جب اپنے کسی مسئلہ میں راوی آئے تو جرح کو بھی توثیق ثابت کریں اور جب مخالفت میں کوئی قول آجائے تو توثیق کو بھی جرح میں بدل ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ فیصلہ تو عوام الناس کو کرنا ہے کہ زبیر علی زئی غالی غیر مقلد صحیح

ہے؟ یا کہ غیر مقلد ارشاد الحق اثری صاحب؟۔

پنجم: غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے ابن ابی حاتم مقدمہ الجرح والتعدیل ۱/۷ کا جو یہ حوالہ دیا ہے کہ ابن ابی حاتم کے نزدیک جو شخص صرف یکتب من حدیثه ہو تو لایحتج بحدیثه فی الحلال والحرام ہوتا ہے۔

آپ مقدمہ الجرح وتعدیل ۱/۶۷ کا حوالہ ملاحظہ کریں۔ ومنهم الصدوق الورع المغفل الغالب علیه الوهم والخطاء السهو والغلط فهذا یکتب من حدیثه الترغیب والترهیب والزهد والاداب ولا یحتج به بحدیثه فی الحلال والحرام ۔ (الجرح وتعدیل ۱/۶۷)

قارئین کرام اس مندرجہ بالا تحریر کو بار بار پڑھیں آپ پر یہ واضح ہو جائے گا کہ اس مقام پر تو ابن ابی حاتم ان راویوں کے بارے میں لکھ رہے ہیں جو کہ صدوق ہوں مگر ان پر وہم، سہو اور اغلاط غالب آجائے تو ان کی حدیث الترغیب والترهیب، زهد اور آداب میں تو لکھی جاسکتی ہے مگر ان سے حلال وحرام میں حجت نہیں پکڑی جاسکتی۔ لہٰذا یہ حوالہ بھی غیر مقلد زبیر علی زئی کے اس موقف کو ثابت نہیں کرتا کہ یکتب حدیثه کوئی جرح ہے۔

ششم: علامہ ذھبیؒ کا میزان الاعتدال ۴/۳۴۵ والا حوالہ کہ ابوحاتم کا یہ قول (یکتب حدیثه) نہ تو صیغہ توثیق ہے اور نہ صیغہ ابطال، بھی غیر مقلد زبیر علی زئی کا موقف ثابت نہیں کرتا، کیونکہ وہ تو ابوحاتم کے قول سے یکتب حدیثه سے جرح ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ جبکہ ابوحاتم کے یکتب حدیثه سے بقول علامہ ذھبیؒ نہ تو کوئی توثیق ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی جرح۔ اگر زبیر علی زئی صاحب اس کو جرح خفیف مانتے یا بنانے کی کوشش کر رہے ہیں تو یہ بھی یاد رکھیں جناب ہلکی جرح سے تو راوی پھر بھی ضعیف ثابت نہیں ہوتا بلکہ درجہ حسن لذاتہ کے مقام پر ہی رہتا ہے۔ لہٰذا آپ نے جو یہ سارا تانا بانا کیا، جناب کی تانا بتقاری میں

اضافہ تو کر گیا مگر وہ جناب کے ذرا بھی کام نہیں آسکا اور مزید یہ کہ بقول آپ کے اس یکتب حدیثه جس کو نہ جرح کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی توثیق جبکہ اس کے برعکس واضح جرح کے الفاظ لایحتج به سے غیر مقلدین حضرات خصوصاً ارشاد الحق اثری صاحب توضیح الکلام ۱/۲۲۹ پر راوی کو حسن درجہ کا قرار دیں۔ اور عجب بات یہ ہے کہ یکتب حدیثه (اگر مان لیں کہ یہ نہ صیغہ توثیق اور نہ صیغہ جرح) جو کہ تعدیل کے قریب الفاظ ہیں اس سے آپ امام قاضی ابو یوسفؒ پر جرح ثابت کریں، کیا سینہ زوری ہے۔

قارئین کرام! یہی وجہ ہے کہ میں نے پہلے بھی عرض کی تھی کہ ایک عام شخص کے لئے زبیر علی زئی کی کتابیں گمراہی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ کیونکہ ایک تو عوام الناس کو ان کتابوں تک رسائی نہیں اور مزید یہ کہ ہر شخص کو اصول اسماء الرجال کی سمجھ نہیں آسکتی۔ لہٰذا اس غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کی کتابوں کو پڑھنے سے اجتناب کریں یا کسی ماہر اور ثقہ عالم سے اس کی کتاب کے اغلاط معلوم کریں۔

ہفتم: غالی غیر مقلد نے مقالات ۱/۵۴۲ پر اس قول یکتب حدیثه کو جرح ثابت کرنے کے لئے الکامل ابن عدی ۱/۳۹۴ سے حافظ ابن معین کے قول (یکتب حدیثه کا مطلب یہ ہے کہ یہ راوی ان ضعیف راویوں میں شامل ہے۔ جن کی حدیث لکھی جاتی ہے) کو امام ابوحاتمؒ کے قول یکتب حدیثه پر استدلال کر کے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے (اور عنقریب جان لیں گے ظالم کہ وہ کیسی لوٹنے کی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں)۔

جناب کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ ہر محدث اور امام کے جرح وتعدیل کے الفاظ کا مطلب جدا جدا ہوتا ہے۔ مثلاً اگر امام احمد بن حنبلؒ کسی کو ''منکر الحدیث'' کہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس روایت میں راوی منفرد ہے۔ جبکہ اس کے برعکس اگر یہی الفاظ ''منکر الحدیث'' امام بخاریؒ استعمال کریں تو ایسے راوی سے روایت لینا جائز ہی نہیں۔ اسی طرح ابوحاتم کے یکتب حدیثه

کہنے میں اور امام یحییٰ بن معین کے یکتب حدیثہ کہنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ لہٰذا عوام الناس کی کم علمی اور سادگی سے فائدہ اٹھا کر آپ نے جو علمی بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے اس کی مثال نادر ہے۔

قارئین کرام! اس بحث سے واضح ہوگیا کہ امام ابوحاتم کا یکتب حدیثہ کہنا کوئی جرح نہیں ہے لہٰذا ابوحاتم کو قاضی ابویوسف کے جارحین میں شمار کرنا دجل وفریب ہے۔ نیز جرح مبہم ہے وجہ کی تصریح بیان نہیں ہوئی۔

ہشتم: خود غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے اپنی کتاب مقالات ۱/۳۱۶ پر علامہ ذہبی کی کتاب سیر اعلام النبلاء ۳/۲۶۰ کے حوالے سے ابوحاتم کو متشدد مانا ہے۔ اور خود زبیر علی زئی نے مقالات ۱/۳۱۶ پر یہ بات تسلیم کی ہے کہ معتدل اماموں کے مقابلے میں متشدد کی جرح ناقابل قبول ہوتی ہے۔ جناب اگر بالفرض ابوحاتمؒ نے کوئی جرح کی بھی ہوتی (کیونکہ یکتب حدیثہ تو تعدیل کا صیغہ ہے) تو پھر بھی ابوحاتم کی جرح ناقابل قبول ہوتی۔ جبکہ حقیقت حال میں ابوحاتم کے نزدیک امام قاضی ابویوسفؒ کم از کم حسن درجہ کے راوی تو فرما رہے ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کے قول کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات جلد نمبر ۱ صفحہ ۵۴۳ پر لکھتا ہے۔

احمد بن حنبل=صدوق ولکن من أصحاب أبي حنیفة لاینبغي أن یروی عنه شيء. (الجرح والتعدیل ۹/۲۰۱)۔ وأنا لا أحدث عنه (تاریخ بغداد ۱۴/۲۵۹)

تنبیہ: امام احمد کا ایک قول ہے۔ وکان منصفاً فی الحدیث اور وہ (ابویوسف) حدیث میں منصف (درمیانہ) تھا۔ (تاریخ بغداد ۱۴/۲۶۰) یعنی وہ روایت میں آدھے راستے پر تھا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ وکان یعقوب ابویوسف متصفاً فی الحدیث

(تاریخ بغداد ۱۴/۲۷۹) حافظ ابن حجر نے اسے کان ابویوسف مضعفاً فی الحدیث کے الفاظ نقل کیا ہے۔ (لسان المیزان ۵/۱۲۲) یہ متعارض ومختلف اقوال "لا أحدث عنه" اور لاینبغي أن یروی عنه شيء کی رو سے منسوخ وساقط الاحتجاج ہیں۔ واللہ اعلم

جواب: عرض یہ ہے کہ اوّل بقول خود زبیر علی زئی امام احمد بن حنبل کے اقوال منسوخ اور ساقط الاحتجاج ہیں تو پھر کیوں دجل وفریب کر کے امام احمد بن حنبل کو قاضی ابویوسف کے جارحین میں شمار کر کے عددی تعداد میں اضافہ کیا؟ حالانکہ امام احمد بن حنبل نے تو قاضی ابویوسف کی تعریف وتوثیق بھی کی ہے۔

اس سلسلہ میں مزید عرض یہ ہے کہ امام احمدؒ نے رجوع کرتے ہوئے امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ سے روایت اور کتابیں لکھی۔ خطیب بغدادی نے متصل سند سے امام احمد کا قول ان کے صاحبزادہ عبداللہ بن احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ "کتب ابی یوسف و محمد ثلاثة قماطر قلت له کان ینظر فیها قال کان ربما ینظر فیه. (تاریخ بغداد ۳/۲۲۵)

یعنی میرے والد امام ابویوسف اور امام محمد بن حسنؒ تین قماطیر (بڑے تھیلے) علم کے لکھے تھے (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے امام عبداللہ سے پوچھا کہ: کیا آپ کے والد ان کا مطالعہ بھی کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں بسا اوقات ان کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے۔ اگر اس مقام پر کوئی یہ چالاکی دکھائے کہ وہ تو ان ائمہ سے حدیث نہیں بلکہ فقہ لکھا کرتے اور روایت لیا کرتے تھے تو ایسی چالاکی سے پہلے ہی ہم غیر مقلد زبیر علی زئی کے ممدوح شیخ عبدالرحمٰن معلمی غیر مقلد کا قول پیش کر دیتے ہیں۔ معلمی غیر مقلد لکھتا ہے۔

" فالظاهر انه کتب عنهما مما یرویانه من الآثار (التنکیل ۱/۱۶۵) یعنی اس قول سے صاف ظاہر یہی ہے کہ امام ابویوسف اور امام محمد سے ان دونوں کی احادیث لکھی تھی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل نے امام ابویوسف سے روایات بھی لیں ہیں۔ لہٰذا لا

أحدث عنه کا قول مرجوح اور منسوخ ہونے کی وجہ سے لائق استدلال نہیں ہے اور اس قول کو پیش کرنا بے مغز ہے۔

دوم: یہ کہ امام احمد بن حنبل کے قول میں کسی جگہ بھی تضعیف کا کوئی لفظ موجود نہیں ہے۔

زبیر علی زئی نے لسان المیزان ۱۲۲/۵ کے حوالہ سے الفاظ ابو یوسف مضعفانی الحدیث لکھے ہیں جو کہ تحقیق کی روشنی میں غلط ہیں۔ کیونکہ لسان المیزان کا ایک صحیح نسخہ دار الکتب العلمیہ بیروت سے جو شائع ہوا ہے اس میں یہ الفاظ منصفانی الحدیث ہی ہیں یعنی قاضی ابو یوسف حدیث میں انصاف پسند تھے۔ خواہ مخواہ لسان المیزان کی غلطیوں سے بھرے ہوئے نسخے سے مضعفا لکھنا علی زئی صاحب کے علم وعقل کے ضعف پر دلالت کرتا ہے۔ اور جہاں تک تعلق ہے لا احدث عنه یا لا ینبغی أن یروی عنه شیئ کا تو یہ الفاظ ضعف پر دلالت نہیں کرتے دیکھیے معلمی کی کتاب التنکیل ۳۶/۲۔ مزید یہ کہ ارشاد الحق اثری غیر مقلد خود لکھتے ہیں: کسی بھی محدث کا کسی راوی سے حدیث نہ لینا اس کے ضعف کا موجب نہیں۔ (توضیح الکلام ۵۴۸/۱) کیونکہ اس لفظ سے پہلے امام احمد بن حنبل نے قاضی ابو یوسف کو صدوق کہا ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ پھر امام احمد بن حنبل نے لا احدث کے الفاظ کیوں کہے تو اس کی وجہ حافظ ابن عبد البر نے اپنی کتاب الانتقاء ص ۷۹ پر واضح لکھی ہے۔ کہ" وکان أحمد بن حنبل " سیئ الرای ف ی أبی حنیفة ، یذمه ولا یرضی عن شیئ من مذهبه ، یعنی امام احمد بن حنبل، امام اعظم ابو حنیفہ کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے اور ان کے مذہب سے خوش نہیں تھے۔ امام احمد بن حنبل، امام اعظم کے بارے میں خوش کیوں نہ تھے؟ اس کی وجہ بھی انہوں نے خود بیان کر دی۔ امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں۔ " اهل الرای لا یروی عنهم الحدیث اہل الرائے سے حدیث کی روایت نہ کی جائے۔ (کتاب العلل و معرفۃ الرجال ۲/۱ ۲۷) معلوم ہوا کہ حدیث نہ لینے کی وجہ ان کا ضعیف ہونا نہیں بلکہ ان کا اہل

الرائے ہونا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ امام احمد کے قول کا تعلق روایت حدیث سے نہیں بلکہ عقیدے سے ہے۔

اور عقیدے کی بنا پر کسی قول سے راوی کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا۔ ملاحظہ کیجئے حافظ ابن حجر کی کتاب لسان المیزان ۱۶/۱۔ اس حوالے سے تو واضح ہو گیا کہ یہ اختلاف صرف مذہبی اور اعتقادی تھا۔ جبکہ حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان ۱۶/۱ میں، علامہ سبکی نے طبقات الکبریٰ ۱۸۹/۱، علامہ سخاوی نے اعلان بالتوبیخ ۷۳، عبد الحی لکھنوی نے الرفع والتکمیل ص ۲۵۹ اور آپ کے سلفی عالم ارشاد الحق اثری نے توضیح الکلام ص ۲۲۸ پر اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ اعتقادی اور مذہبی وجہ سے جرح یا اختلاف راوی کو مجروح نہیں کر سکتا۔ لہٰذا امام احمد بن حنبل نے مذہب ابی حنیفہ پر عمل کرنے کی وجہ سے قاضی ابو یوسف سے روایت لینا ترک کر دیا حالانکہ قاضی ابو یوسف امام احمد بن حنبل کے نزدیک صدوق یا ثقہ محدث تھے۔

امام احمد بن حنبل ابتداء میں مذہب ابی حنیفہ اور اہل الرائے سے اختلاف کی وجہ سے روایت نہیں لیتے تھے جبکہ وہ راوی ثقہ اور صدوق ہوتا تھا۔ اگر جناب زبیر علی زئی مسلکی تعصب سے ہٹ کر ذرا مطالعہ فرمائیں کہ امام احمد بن حنبل نے متعدد راویوں سے صرف اہل الرائے ہونے کی وجہ سے روایت نہیں لی جبکہ وہ ثقہ تھے مثلاً۔

۱: محمد بن عبد اللہ بن المثنی الانصاری (ھدی الساری ۱۶۱/۲)

۲: الولید بن کثیر المخزومی (ھدی الساری ۱۷۰/۲)

۳: معلی بن منصور (المغنی فی الضعفاء ۶۷۰/۲)

لہٰذا معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل کا قاضی ابو یوسف سے روایت نہ لینا صرف اور صرف مذہب سیدنا ابی حنیفہ پر عمل کرنے کی وجہ سے تھا نہ کہ ان کے ضعیف ہونے کی وجہ سے۔

سوم: مزید یہ کہ امام احمد بن حنبل کی یہ رائے اہل الرائے کے بارے میں شروع میں تھی

جبکہ بعد میں امام احمد اصحاب ابی حنیفہ اور امام اعظم ابی حنیفہؒ کے بارے میں حسن ظن کے قائل ہوگئے تھے۔ ملاحظہ کیجئے (شرح مختصر الروضۃ ۲۹۰/۳) اور اسی وجہ سے امام ابو یوسف اور امام محمد کی کتابیں محدثانہ طریق پر لکھی۔ امام احمدؒ کا قول ان کے صاحبزادہ عبداللہ بن احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ " كتب ابي يوسف و محمد ثلاثة قماطر قلت له كان ينظر فيها قال كان ربما ينظر فيه . (تاریخ بغداد ۲۲۵/۳)

یعنی میرے والد نے امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسنؒ سے تین قماطیر (بڑے تھیلے) علم کے لکھے تھے (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے امام عبداللہ سے پوچھا کہ: کیا آپ کے والد ان کا مطالعہ بھی کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں بسا اوقات ان کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے۔

مزید یہ کہ حافظ ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء ۱۸۰/۱۱ پر امام احمد بن حنبلؒ کے اساتذہ میں قاضی ابو یوسفؒ کا نام بھی لکھا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے امام قاضی ابو یوسف سے حدیثیں بھی لیں۔ لہذا امام احمد بن حنبلؒ کا لا یروی یعنی روایت نہ لینا مرجوح یا منسوخ ثابت ہوتا ہے۔

مگر یہ بھی یاد رہے کہ اس کے باوجود ابتداءً بھی امام احمد بن حنبل نے قاضی ابو یوسف کو ضعیف نہیں بلکہ صدوق مانا اور ان کی تعریف بھی کی ہے۔ اس لئے امام احمد تو کسی بھی صورت میں جرح کرنے والوں میں شامل نہیں ہیں۔ اور ان کو جارحین میں شمار کرنا ہٹ دھرمی ہے۔

چہارم: محدثین کی زیادتیوں کی وجہ سے محدث امام یحییٰ بن معین کہنے پر مجبور ہو گئے کہ " اصحابنا يفرطون في ابي حنيفة وأصحابه یعنی ہمارے اصحاب (الحدیث) نے امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب (امام ابو یوسف امام محمد بن حسن الشیبانی وغیرھم) کے بارے میں بڑی زیادتی کی ہے۔ (جامع البیان والعلم ص ۲۴۱/۲)

پنجم: یہ کہ لا ينبغي أن يروى عنه شيئ اور لا أحدث عنه جرح مبهم اور مردود

ہے حافظ ابن حجرؒ نے ھدی الساری ۱۲۱/۲ میں الجعد بن عبدالرحمن المدنی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ " وقال : لم يروعنه مالک: وهذا تضعيف مردود " اور کہا کہ امام مالک ان سے روایت نہیں لیتے یہ تضعیف مردود ہے۔

اس بحث سے معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل کے نزدیک قاضی ابو یوسف ثقہ اور صدوق تھے اور امام احمد بن حنبلؒ کا قاضی ابو یوسف سے روایت نہ لینا کوئی جرح نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے اقوال تعدیل آگے ملاحظہ کریں۔

قاضی شریک کے قول کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۵۹۳/۱ پر لکھتا ہے۔

شریک بن عبداللہ القاضی = یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ ابو یوسف نے شریک کے سامنے گواہی دی تو انہوں نے اسے مردود قرار دیا میں نے کہا: آپ نے ابو یوسف کی گواہی کو رد کر دیا؟ انہوں نے فرمایا: جو شخص نماز کو ایمان میں سے نہ سمجھے کیا میں اس کی گواہی رد نہ کروں؟ (الضعفاء للعقیلی ۴۴۱/۴)

معلوم ہوا کہ قاضی شریک الکوفی کے نزدیک ابو یوسف مردود الشہادت یعنی ساقط العدالت تھے۔ علی بن حجر کہتے ہیں کہ ایک دن ہم شریک کے پاس تھے تو انہوں نے فرمایا: یعنی اگر قاضی ابو یوسف کے ساتھیوں میں سے کوئی یہاں موجود ہے تو اسے باہر نکال دو۔

جواب: عرض یہ ہے قاضی شریک نے امام ابو یوسف پر حدیث ضعیف ہونے کی وجہ سے جرح نہیں کی بلکہ نماز ایمان کا حصہ ہے یا کہ نہیں؟ اس پر اعتراض کیا ہے۔ یہ ایک فقہی مسئلہ ہے۔ جس میں فقہاء کرام اور علماء حدیث کے درمیان اختلاف رہا ہے۔ لہذا حافظ ابن حجر نے لسان المیزان ۱۶/۱ پر ایسی تمام جرح کو باطل اور مردود قرار دیا ہے۔ جس کی وجہ سے

راوی پر جرح نہیں ہو سکتی ہے۔

مزید یہ کہ اس مسئلہ پر علماء کرام کی واضح تحریریں موجود ہیں۔

(۱) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ ''اگر کوئی یہ اعتراض کرلے کہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ حج اور جہاد دونوں ایمان میں داخل نہیں اس وجہ سے کہ ثم مغائرۃ اور ترتیب کا تقاضا کرتا ہے......تو جواب اس کا یہ ہے بیشک مراد ایمان سے یہاں پر تصدیق ہے۔ یہی حقیقت ایمان ہے سابقہ بحث سے معلوم ہوا کہ ایمان کا اطلاق (مجازاً) اعمال بدنیہ (حج، جہاد، نماز وغیرہ) پر ہوتا ہے۔ اس وجہ سے یہ مکملات ایمان میں سے ہیں۔ معلوم ہوا کہ نماز حقیقت میں ایمان کا جزء نہیں بلکہ ایمان کا اطلاق نماز پر مجازاً ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ مکملات ایمان میں سے ہیں۔ (فتح الباری ۱/۷۷)

(۲) حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:۔ پس تحقیق نبی کریم ﷺ نے مؤمن اور مسلم کے درمیان فرق کیا یہ اس کی دلیل ہے کہ ایمان اسلام سے اخص ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۴/۲۷۷)

قارئین کرام ان مذکورہ عبارات سے واضح ہو گیا کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک اسلام اور ایمان میں فرق ہے۔ اس لئے نماز اسلام کا جزء حقیقی ہے اور نماز ایمان کا جزء مجازی ہے۔ لہٰذا نماز کو ایمان کا جزء حقیقی نہ ماننے کی وجہ سے قاضی ابو یوسف پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے اور اختلافی مسئلہ کی وجہ سے کسی راوی پر اعتراض کرنا اصول کی روشنی میں غلط ہے۔ جبکہ قاضی ابو یوسف اپنے مؤقف پر بالکل صحیح اور درست ہیں۔ جس کی توضیح علماء اہل سنت نے کردی ہے۔

(۳) حافظ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں۔ ''اس مسئلہ میں اختلاف لفظی ہے کیونکہ اس کا رجوع ایمان کی تفسیر کی طرف ہے اور ایمان کا کون سا معنی منقول شرعی ہے اور کون سا معنی مجاز ہے

اس میں اختلاف ہے۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس ایمان کی وجہ سے دوزخ میں دخول سے نجات ملتی ہے وہ ایمان کامل ہے، اس پر تمام مسلمان کا اتفاق ہے اور جس ایمان کی وجہ سے دوزخ کے خلود سے نجات ملتی ہے وہ نفس ایمان ہے، اس میں اہل سنت کا اتفاق ہے اور خوارج اور معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے۔ حاصل بحث یہ ہے کہ سلف اور امام شافعیؒ نے جو اعمال (نماز وغیرہ) کو ایمان کی جزء کہا ہے، اس ایمان سے ان کی مراد ایمان کامل ہے نہ کہ نفس ایمان یا اصل ایمان۔ (عمدۃ القاری ۱/۱۰۴)

غیر مقلد ابراھیم میر سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔ ''جس امر میں بزرگان دین میں اختلاف ہو، اس میں ہم جیسے ناقصوں کا محاکمہ کرنا 'بری بات ہے لیکن بزرگوں سے حسن تادب کی وجہ سے ہمارا فرض ہے کہ ان کے کلام کے صحیح محمل بیان کرکے ان سے الزام و اعتراض کو دور کریں، اور محض اپنی شخصی رائے سے نہیں، بلکہ بزرگوں ہی کے اقوال سے جو قرآن و حدیث سے مستنبط ہیں''۔ (تاریخ اہل حدیث ص ۸۸)

لہٰذا ایسے اقوال سے غیر مقلد زبیر علی زئی کا سیدنا قاضی ابو یوسفؒ پر اعتراضات کرنا مسلکی تعصب اور بغض احناف کے سوا کچھ نہیں ہے۔

امام عمرو بن علی الفلاس کی تحقیق

غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۱/۵۴۴ پر لکھتا ہے۔

الفلاس: ''ابو یوسف صدوق کثیر الغلط'' (تاریخ بغداد ۱۴/۲۶۰)

جواب: عرض یہ ہے کہ امام فلاس کے اس حوالے سے کم از کم یہ تو ثابت ہوا کہ امام ابو یوسف صدوق ہیں۔ لہٰذا ان کی عدالت تو واضح طور پر ثابت ہوگئی مزید یہ کہ کثیر الغلط کہنا تو اس وقت ہی ثابت ہوگا جب کسی روایت میں کوئی غلطی کی نشاندہی کی گئی ہو۔ قاضی

ابو یوسف کو جمہور محدثین کرام نے حافظ اور متقن لکھا ہے۔ لہٰذا جمہور کے مقابلے میں امام فلاس کی جرح قابل قبول نہیں ہے۔

علامہ ذہبیؒ سیر اعلام النبلاء ۴۵۱/۱۲ پر امام فلاس کی جرح کے بارے میں لکھتے ہیں۔ " ھذا من کلام الاقران الذی لا یسمع فان الرجل ثبت حجۃ مزید یہ کہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: " تکلم فیه الفلاس فلم یلتفت الیه " ھدی الساری ص۴۶۴ یعنی اس میں امام فلاس کا کلام کرنا نا قابل التفات ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ جمہور کا امام قاضی ابو یوسف کو حافظ الحدیث ماننے کے مقابلے میں امام فلاس کی جرح قابل قبول نہیں۔

امام دارقطنیؒ کے قول کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۵۴۴/۱ پر لکھتا ہے۔

ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی = آپ نے قاضی ابو یوسف کے بارے میں فرمایا "أعور بین عمیان" اندھوں میں کانا، تاریخ بغداد ۲۶۰/۱۴، ھو أقوی من محمد بن الحسن (سوالات البرقانی: ۵۶۷) یعنی محمد بن الحسن کی بہ نسبت قاضی ابو یوسف زیادہ قوی ہے۔

تنبیہ: دارقطنی کے قول "اندھوں میں کانا" سے معلوم ہوا کہ محمد بن الحسن الشیبانی ان کے نزدیک اندھا تھا۔

جواب : امام دارقطنی کا یہ قول کئی وجہ سے جرح نہیں ہے۔

(i) اوّل تو امام دارقطنی متعصب تھے دیکھئے مغانی الاخیار ۲۸۶/۵، الرفع والتکمیل ص۷۰۔ اور متعصب کی جرح قبول نہیں ہوتی ہے (دیکھئے الرفع والتکمیل ص ۲۵۹، توضیح الکلام ص ۲۲۸)۔ مزید یہ کہ امام دارقطنی متعنت بھی تھے اور متعنت کی جرح نا قابل قبول ہوتی ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں امام دارقطنی کے متعلق " قلت ھو تعنت " یعنی یہ عیب

جوئی اور بدگوئی ہے۔ (ھدی الساری ص ۳۹۲)

(ii) دوم ایسے الفاظ کبھی کبھار محدث کی شان نمایاں کرنے کے لئے بھی بولے جاتے ہیں

(iii) سوم امام دارقطنی نے خود امام محمد بن حسن الشیبانی کو ثقہ اماموں میں لکھا ہے (نصب الرایۃ ۴۰۸/۱) اور اگر یہ کہا جائے کہ غرائب امام مالک اصل کتاب موجود نہیں تا کہ نصب الرایۃ میں امام زیلعی کے دعویٰ کی تصدیق کی جاسکے تو عرض یہ ہے کہ یہ جواب ایک بڑی ہی سطحی قسم کا بلکہ خانہ پُری کے لئے ہیں۔ کیونکہ امام زیلعی ایک ثقہ اور معتدل اور انصاف پسند محدث ہیں اور وہ حوالہ نقل کرنے میں بڑے محتاط اور ثبت ہیں۔ لہٰذا ایسا دعویٰ کرنا فضول بلکہ مردود ہے۔ لہٰذا قاضی ابو یوسف تو اوثق ہوئے۔

(iv) چہارم خود امام دارقطنی نے امام محمد بن الحسن الشیبانی کے بارے میں لکھا ہے کہ " وعندی لایستحق الترک " اور میرے نزدیک وہ (محمد بن الحسن) ترک کر دینے کے مستحق نہیں ہے۔ (سوالات البرقانی: ۵۶۸)

زبیر علی زئی نے مقالات ۳۵۶/۲ پر وعندی لایستحق الترک کا ترجمہ "متروک قرار دیئے جانے کا مستحق نہیں ہے" کیا ہے۔ جو کہ ایک گمراہی اور تحریف ہے۔ جناب اسماء الرجال کی کتابوں کو کسی ماہر استاذ سے اگر پڑھ لیا ہوتا تو آپ کو لایستحق ترک اور متروک کے درمیان فرق سمجھ میں آجاتا۔ وگرنہ آپ ایسی بے علمی والی بات ہرگز نہ کرتے۔ جناب اسماء الرجال میں آپ نے بے قاعدگیوں کا جو میدان گرم کیا ہوا ہے، اللہ کے فضل وکرم سے اس کو بے نقاب کرنے کی ہر ممکن کوشش جاری رہے گی۔

(v) پنجم یہ کہ امام دارقطنی نے جب ایسے لفظوں کا استعمال کیا تو ثقہ محدث امام صمیریؒ نے ان سے مجلس ترک کردی۔ تاریخ بغداد ۲۶۰/۱۴ معلوم ہوا کہ انہوں نے یہ الفاظ تعصب کی بنا پر استعمال کیے۔

(vi) ششم یہ کہ ایسے اقوال کے بعد امام ابن خلکان کو یہ مجبوراً تنگ آ کر لکھنا پڑ گیا کہ " وقد نقل الخطیب البغدادی فی تاریخ الکبیر الفاظاً عن عبداللہ بن مبارک ، ووکیع الجرح ویزید بن ہارون و محمد بن اسماعیل البخاری وابی الحسن الدار قطنی وغیرھم ، ینبو السماع عنھا ، فترکت ذکرھا ، واللہ اعلم بحالہ ۔ (تاریخ ابن خلکان رقم:۸۲۳)

یعنی خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں جو الفاظ حضرت عبداللہ بن مبارک ، وکیع ، یزید بن ہارون ، بخاری اور دار قطنی کے لکھے ہیں ایسے الفاظ کان بھی سننا گوارا نہیں کرتے اور میں نے ان کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ قاضی ابو یوسف کے بارے میں خطیب بغدادی نے ایسے الفاظ نقل کیے ہیں جن کو کان سننا گوارہ نہیں کرتے ، جس کا ابن خلکان نے رد کر دیا ہے ۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ایسے تمام اقوال سے قاضی ابو یوسف پر طعن کرنا باطل اور مردود ہے۔

(vii) مزید یہ کہ امام دار قطنی کی یہ جرح مبہم ہے کیونکہ جرح کی کوئی وجہ بیان نہیں کی ، امام دار قطنیؒ نے ایک راوی یزید بن ابی مریم پر جرح کرتے ہوئے کہا: لیس بذالک .

حافظ ابن حجرؒ اس جرح کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔ "قلت ھذا جرح غیر مفسر فھو مردود یعنی یہ جرح غیر مفسر ہے اسلئے یہ جرح مردود ہے" ۔ (ھدی الساری ۱۷۳/۲)

لہٰذا امام دار قطنی کے الفاظ اندھوں میں کانا جرح مبہم ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

اور اسے بطور حجت پیش کرنا اور اس پر تنبیہ لکھ کر سیدنا امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کو معاذ اللہ اندھا کہنا زبیر علی زئی کے مریض القلب ہونے پر دلالت کرتا ہے ۔ اللہ پاک عقل کے اندھوں اور بزرگوں کے گستاخ کو ہدایت دے۔

جوزجانی کے قول کی تحقیق

جوزجانی کے قول کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۵۴۴/۱ پر لکھتا ہے۔

ابراھیم بن یعقوب الجوز جانی . أسد بن عمرو وابو یوسف و محمد بن الحسن واللؤلوی قد فرغ اللہ منھم . (احوال الرجال ص ۷۷-۷۶)

جواب : قارئین کرام ۔ پہلے ذرا جوزجانی کے بارے میں جان لیں کہ اس کا مذہب کیا تھا ۔ علامہ ذھبیؒ نے اپنی کتاب میزان الاعتدال ۷۶/۱ میں لکھتے ہیں کہ وہ اہل دمشق کے مذہب پر تھا اور حضرت علی کے بارے میں رائے اچھی نہ تھی یعنی ناصبی تھا ۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب ۱۵۸/۱ پر لکھا کہ "والجوز جانی مشھور بالنصب والانحراف فلا یقدح فیہ قولہ ۔

حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب ۴۶/۵ پر مزید لکھتے ہیں۔

" وتعصب الجوزجانی علی اصحاب علی :معروف" یعنی اصحاب علی سے جوزجانی کا تعصب معروف ہے۔

حافظ ابن حجر نے ھدی الساری ۱۱۶/۲ پر مزید لکھا ہے ۔ " الجوزجانی کان ناصبیاً منحرفاً عن علی " یعنی جوزجانی ناصبی تھا اور حضرت علیؓ سے منحرف تھا۔

قارئین کرام ! مذکورہ بالا حوالوں سے واضح ہو گیا کہ جوزجانی ناصبی تھا اور اصحاب علی سے تعصب رکھتا تھا ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جوزجانی کی جرح قابل قبول ہوتی ہے کہ نہیں۔

حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب ھدی الساری ۱۶۷/۲ میں واضح لکھا ہے۔

ان جرحہ لایقبل فی اھل الکوفة لشدة انحرافہ ونصبہ " یعنی جوزجانی کی جرح اہل کوفہ کے بارے میں شدید انحراف اور ناصبیت کی وجہ سے مقبول نہیں۔

اور علامہ ذھبیؒ نے امام جوزجانی کے بارے میں لکھا ۔ " لا عبرة بعطہ علی الکوفین "

میزان الاعتدال ۱/۴۲، اور یہ بات خود زبیر علی زئی کو بھی تسلیم ہے۔ (ملاحظہ ہو فتاوی علمیہ جلد ۱ ص)
زبیر علی زئی غیر مقلد اپنے ماہانہ رسالہ الحدیث شمارہ ۴۳ ص ۹ پر لکھتا ہے۔ " ابراهیم بن یعقوب الجوزجانی المبتدع (بدعتی) ۔ زبیر علی زئی غیر مقلد القول المتین ص ۴۳ پر لکھتا ہے " ابراهیم بن یعقوب الجوز جانی السعدی فی نفسه ثقه و صدوق" امام ہونے کے باوجود متعنت (متشدد) تھے اور ان پر ناصبی ہونے کا الزام تھا۔ زبیر علی زئی غیر مقلد فتوی علمیہ ۱/۵۷۴ پر لکھتا ہے۔''اور اس سلسلے میں جوز جانی (بدعتی) کا اصول صحیح نہیں''۔

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ جوز جانی کی اہل کوفہ پر جرح قابل قبول نہیں۔ اور یہ بات تو عیاں ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام قاضی ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسن الشیبانیؒ، اسد بن عمروؒ اور الحسن بن زیادؒ رحمھم اللہ اجمعین وغیرھم یہ سب کوفی ہیں۔ لہذا قاضی ابو یوسف کوفی ہیں اور حافظ ابن حجرؒ اور علامہ ذھبیؒ کے اقوال کے مطابق ان کی جرح کوفیوں کے بارے میں مردود ہے۔ لہذا جوز جانی کی جرح قاضی ابو یوسف پر باطل اور مردود ہے۔

مزید یہ کہ جوز جانی کی جرح " فوغ الله " غیر مفسر اور مبہم ہے۔ اور جناب ایک بار پھر ذرا جمہور محدثین کرام کا مسلک حافظ ابن صلاح کے زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ " ان الجرح لایثبت الا اذا افسر بسببه " (مقدمہ ابن صلاح ص ۶۱)

یعنی جرح ثابت نہیں ہو سکتی مگر جب اس کی مفسر وجہ بیان نہ ہو۔ جناب آپ تو ایسی مبہم جرح (جو کہ محدثین کرام کے نزدیک مردود بھی ہے) کے سہارے قاضی القضاۃ، مجتہد، محدث، امام، فقیہ ابو یوسفؒ کی ذات کو مجروح کرنے کی ناپاک جسارت کر رہے ہیں مگر یاد رکھیں آپ کے پیش کردہ تمام اعتراضات جمہور محدثین کرام کے اصولوں کے مطابق مردود ہیں۔

سعید بن منصور کے قول کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۱/۵۴۴ پر لکھتا ہے۔

سعید بن منصور۔ سعید بن منصور فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے ابو یوسف سے کہا: ایک آدمی نے مسجد عرفہ (عرفہ والے حصے) میں امام کے ساتھ نماز پڑھی، پھر امام کے (مزدلفہ کی طرف) واپس ہونے تک وہیں رکا رہا، اس کا کیا مسئلہ ہے؟ ابو یوسف نے کہا: کوئی حرج نہیں ہے۔ تو اس آدمی نے (تعجب سے) کہا: سبحان اللہ! ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص عرنہ سے واپس لوٹ آئے تو اس کا حج نہیں ہوتا مسجد عرفہ تو وادی عرنہ کے درمیان ہے۔ (اب جدید توسیع کے بعد عرفات کا کچھ حصہ بھی اس مسجد میں شامل کر دیا گیا ہے) ابو یوسف نے کہا: علامتیں (احکام) آپ جانتے ہیں اور فقہ ہم جانتے ہیں۔ وہ آدمی بولا۔ جب آپ اصل ہی نہیں جانتے تو فقیہ کس طرح ہو سکتے ہیں؟ (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/۷۹۰، تاریخ بغداد ۱۴/۲۵۶)

جواب : قارئین کرام! اس عبارت سے قاضی ابو یوسف پر اعتراض کرنا کئی وجہ سے مردود ہے۔

۱: اولاً تو حیرانگی کی بات ہے کہ لوگوں نے کس طرح کی باتوں سے قاضی ابو یوسف پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی اس عبارت میں یہ بات صاف ہے کہ لوگ قاضی ابو یوسف اور ائمہ احناف سے بغض رکھتے تھے اور اس بات کا اقرار محدثین کی ایک جماعت نے کیا ہے۔ اور اس بات کی واضح تصریح حافظ ابن عبد البر نے کیا ہے کہ "واما سائر اهل الحديث كالأعداء لأبي حنيفة وأصحابه . (الانتقاء ص ۳۳۱)

یعنی اصحاب اہل حدیث امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب (قاضی ابو یوسفؒ، امام محمدؒ وغیرھم) کے دشمن تھے۔ اور یہ مندرجہ بالا اعتراض اس کا واضح ثبوت ہے۔ اور اصول یہ ہے کہ نفرت یا حسد کی وجہ سے جرح مردود ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ سعید بن منصور نے قاضی ابو یوسف سے مجلس نہیں کی۔ اور جس نے سعید بن منصور سے سنا اس کا بھی معلوم نہیں ہے

کہ وہ کون ہے لہٰذا وہ مجہول الحال کے حکم میں ہے۔ امام اعظم اور ان کے اصحاب امام ابو یوسف و امام محمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ بطن عرفہ میں وقوف صحیح نہیں ہے۔ دیکھئے المبسوط ۲/۲۲۲، بدائع الصنائع ۲/۱۲۵، حاشیہ در المختار ۲/ ۵۰۳، حاشیہ الطحطاوی ۲/۴۸۲

لیکن مسجد عرفہ، عرنہ میں نہیں بلکہ عرفہ میں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مسجد کی اضافت عرفہ کی طرف ہے اور لفظ کو ظاہر سے کسی دلیل کے ساتھ ہی پھیرا جا سکتا ہے۔ ورنہ ظاہر پر ہی رکھا جاتا ہے اور یہاں کوئی دلیل نہیں ہے اگرچہ امام شافعی نے کتاب الام میں یہ خیال کیا ہے کہ بیشک مسجد عرنہ میں ہے۔ اس بارہ میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسئلہ اختلافی ہے اور اختلافی مسائل کو طعن و تشنیع کا ذریعہ بنانا صحیح نہیں ہے اور عرفہ کی مسجد کی قبلہ جانب والی دیوار عرنہ کی حد پر ہے اور مسجد عرفہ کی مکہ کی جانب عرنہ ہے تو مسجد میں وقوف کرنے والا عرفات میں وقوف کرنے والا ہو گا نہ کہ عرنہ میں۔

امام بغویؒ اس مسئلہ کے اختلاف کے بارے میں لکھتے: اختلفوا فیمن وقف ببطن عرفة، فقال الشافعی لایجزئی حجة وقال مالك، حجة صحیح و علیه دم (شرح السنة ۷/ ۱۵۳) جناب یہ مسئلہ تو ائمہ کرام کے درمیان ہی اختلافی ہے۔

حافظ ابن عبدالبر نے بھی التمہید ۴/۴۲۰ پر لکھتے ہیں۔ واختلاف الفقهاء فیمن وقف من عرفة بعرنة ۔ یعنی فقہاء کرام کا وقوف عرفات اور عرنہ میں اختلاف ہے۔ اگر جناب کو مزید حوالوں کی ضرورت ہو تو تمہید ۱۴/۴۱۷ کا مطالعہ کریں ان شاء اللہ آپ کی طبیعت ہشاش بشاش ہو جائے گی (اگر دل پر مہر نہیں لگی تو)۔ جناب یہ اصول پہلے بھی واضح کر دیا ہے کہ اختلافی مسئلہ میں کسی پر طعن کرنے سے راوی ضعیف نہیں ہوتا ہے۔

امام مالکؒ نے المواز یہ میں فرمایا بطن عرنہ، عرفہ میں ایک وادی ہے کہا جاتا ہے کہ بیشک مسجد عرفہ کی قبلہ جانب والی دیوار اس کی حد پر ہے۔ اس طرح کہ اگر وہ گرے تو اسی میں گرے گی

۔ اور اس طرح المواز یہ میں کہا کہ جو شخص مسجد میں وقوف کرتا ہے تو بیشک وہ بطن عرنہ سے نکل گیا لیکن فضیلت امام کے قریب وقوف کرنے میں ہے جیسا کہ ابن الباجی کی المنتقی ۳/۱۷ میں اور ابن المواز کی کتاب میں ہے۔ امام مالک کے مذہب پر جتنی اصولی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں القابسی ابن المواز کی کتاب کو فضیلت دیتا ہے۔ عرنہ کے موقف سے خارج ہونے پر کوئی مرفوع صحیح حدیث نہیں ہے اور حدیث ارتفعوا عن بطن عرنة جو الموطاء میں ہے وہ موصول سند کے ساتھ نہیں بلکہ بلاغت میں سے ہے اور جس نے اس کو مسند کہا ہے تو وہ مسند صحیح کے ساتھ مسند نہیں ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ حدیث کے یہ الفاظ المسجد (مسجد عرفہ) کو شامل نہیں ہیں۔

اور پختہ بات یہ ہے کہ جن ائمہ نے بطن عرنہ کو الموقوف سے خارج کیا ہے تو ان آثار کی وجہ سے، جو اس بارہ میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن الزبیر پر موقوف ہیں۔ اور جو حضرات موقوف کو دلیل مانتے ہی نہیں ہے تو ان کے لئے مسئلہ میں کوئی دلیل ہی نہیں ہے۔ تو جو روایت اس سند کے ساتھ خطیب نے کی ہے تو یہ مسئلہ میں جہالت میں دور نکل جانا ہے۔ اور فقہ کی مبسوط کتابوں میں اس مسئلہ میں اس سے زیادہ بحث کی ہے۔

دوم اس حوالہ میں آدمی نے جو سوال پوچھا تو قاضی ابو یوسف نے صحیح جواب دیا۔ اور یاد رہے کہ قاضی یا فقیہ سے جو سوال پوچھا جائے وہ اسی کا جواب دیتا ہے۔ مگر پھر آدمی نے چالاکی اور تعصب کی وجہ سے مسجد عرفہ کے مقام کے تعین کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ بتایا۔ جس پر قاضی ابو یوسف نے کہا کہ علاقے کے تعین کی علامتیں آپ جانتے ہیں جبکہ ہم تو فقہی احکام کو جانتے ہیں۔ اور قاضی ابو یوسفؒ نے تو بات صحیح اور حقیقت پر مبنی کہی۔ مگر اس عبارت سے واضح لگتا ہے آدمی نے سوال کیا ہی صرف اپنی تیزی اور چالاکی ثابت کرنے کے لئے تھا۔ کیونکہ اس آدمی نے مسجد عرفہ میں امام کے ساتھ رُک کے رہنے پر سوال کیا

تو قاضی ابو یوسف نے صحیح جواب دیا کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جس پر اس آدمی نے ابن عباسؓ کا علاقے کے تعین کے بارے میں فتویٰ بتایا کہ مسجد عرفہ تو وادیٔ عرنہ کے درمیان ہے۔ قاضی ابو یوسفؒ نے مسجد عرفہ سے مراد وہ حصہ جو عرفات والے حصے کے ساتھ ہے کا جواب دیا تھا وہ جواب بالکل صحیح تھا کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اب اگر قاضی ابو یوسفؒ نے جواب صحیح دیا تو پھر اعتراض کیسا؟

سوم: قاضی ابو یوسفؒ نے یہ بات بھی صحیح فرمائی کہ اے آدمی علامتیں آپ جانتے ہیں اور فقہ ہم۔ کیونکہ فقیہ کو جو روایت پہنچتی ہے اس کے مطابق وہ مسئلہ اخذ کرتا ہے۔ قاضی ابو یوسف سے سوال مسجد عرفہ کے بارے میں ہوا اور انہوں نے اس کا صحیح جواب دیا۔ اگر غالی غیر مقلد کو ان کے جواب پر اعتراض ہے تو بتائے۔ ورنہ کسی بھی متعصب آدمی کے کسی بھی قول سے قاضی ابو یوسف پر اعتراض وارد کرنا مردود ہے۔

چہارم: جناب زبیر علی زئی صاحب اسماء الرجال سے اتنے نابلد ہیں کہ انہیں یہ تک معلوم نہیں کہ ایسے اعتراضات پیش کرنے سے راوی ضعیف نہیں ہوسکتا۔ جناب اصول اسماء الرجال سے ایسے اصول تو پیش کریں جن سے ثابت ہو کہ ایسے اعتراضات سے راوی ضعیف ہوجاتا ہے! اگر بطور تنزل یہ بات مان لیں کہ وقوف عرفہ کے مسئلہ میں قاضی ابو یوسف کو مسئلہ یا اصل معلوم نہیں تھا تو کیا اس سے وہ ضعیف ہوجاتے ہیں؟ ایسے مسائل تو سینکڑوں بلکہ ہزاروں ہیں جس میں راویوں سے خطاء یا غلطی ہو یا دلیل سے واقف نہ ہوں۔ مگر کسی ایک محدث نے ایسے راویوں کو ضعیف قرار دینے کا استدلال نہیں کیا۔ بلکہ ایسی غلطیاں تو جلیل القدر تابعین سے بھی ہوئی ہیں مگر کسی نے ان کو مجروح نہیں کیا۔

محدث ابن قتیبۃ الدینوی ۲۷۶ھ لکھتے ہیں: " ان المنفرد بفن من الفنون لا یعاب بالزلل (تاویل مختلف الحدیث ص ۹۳) یعنی جو شخص کسی ایک فن میں ماہر ہو اور لغزش کھا جائے

تو اس پر عیب نہ لگایا جائے۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ اگر آپ اسماء الرجال کی کتابوں کا مطالعہ کر لیں کسی ضعیف سے ضعیف راوی کے بارے میں ایسے اقوال نہیں ملیں گے جیسے اقوال آپ کو ائمہ احناف کے بارے میں ملیں گے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بہت سے اقوال جرح مسلکی تعصب کا شاخسانہ ہیں اور عند الاصولیین ہرگز لائق التفات نہیں ہیں۔

پنجم: یہ کہ جناب آپ ائمہ حدیث کے اقوال سے اتنے نابلد ہیں کہ آپ کو یہ معلوم نہیں کہ فکری، اعتقادی یا اختلافی مسائل کی وجہ سے جرح مردود ہوتی ہے۔ اگر بغض احناف سے فرصت ہو تو حافظ ابن حجر کی لسان المیزان ۱۶/۱ کا مطالعہ فرمالیجئے گا۔ ان شاء اللہ آپ کو کچھ اسماء الرجال کے اصولوں سے واقفیت ہو جائے گی۔

غیر مقلد ابراہیم میر سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔ ''جس امر میں بزرگان دین میں اختلاف ہو، اس میں ہم جیسے ناقصوں کا محاکمہ کرنا بری بات ہے لیکن بزرگوں سے حسن تادب کی وجہ سے ہمارا فرض ہے کہ ان کے کلام کے صحیح محمل بیان کر کے ان سے الزام و اعتراض کو دور کریں، اور محض اپنی شخصی رائے سے نہیں، بلکہ بزرگوں ہی کے اقوال سے جو قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں۔'' (تاریخ اہل حدیث ص ۸۸)

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ ایسے اقوال پیش کر کے غالی غیر مقلد اپنی علمی قابلیت کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ رہے ہیں۔ اور ایسے اقوال کو جرح میں شمار کرنا (جو کسی بھی اصول کے تحت راوی کو ضعیف ثابت کر سکتے) باطل اور مردود ہے۔

امام عقیلیؒ کے قول کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۱/۵۴۴ پر لکھتا ہے۔

ابو جعفر العقیلی آپ نے قاضی ابو یوسف کو کتاب الضعفاء میں ذکر کر کے جروح نقل کی ہیں۔
(الضعفاء للعقیلی ۴/۴۳۸)

جواب : قارئین کرام! عرض یہ ہے کہ حافظ عقیلی کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ وہ متشدد تھے۔اور احناف کی عیب جوئی کرتے تھے۔دیکھئے الرفع والتکمیل ص ۴۰۵۔ غیر مقلد نذیر احمد رحمانی نے اپنی کتاب انوار المصابیح ص ۱۱۲ پر عقیلی کو متعنت لکھا ہے۔اور مزید یہ کہ غیر مقلد زبیر علی زئی کے ممدوح شیخ عبد الرحمٰن المعلمی لکھتے ہیں۔ "فقد کان فی العقیلی تشدد" یعنی "بلاشبہ امام عقیلی میں تشدد تھا۔(التنکیل ۱/۴۶۵)

مزید یہ کہ حافظ عقیلی نے خود کوئی جرح نہیں کی۔ لہٰذا "مان نہ مان میں تیرا مہمان" والی مثال کے مصداق ہیں۔اور یہ بھی یاد رکھیں کہ ہر راوی کا کتاب الضعفاء میں آجانے سے راوی ضعیف نہیں ہوتا۔ (ملاحظہ ہو ھدی الساری ۲/۱۲۱) اور اس بات کا اقرار زبیر علی زئی نے اپنی ہی کتاب مقالات جلد نمبر ۲ ص ۳۵۵ پر بھی کیا ہے۔اور جناب کا کہنا کہ جمہور جسے ضعیف کہیں تو پھر کتاب ضعفاء میں آنے سے ضعیف ہی ہوتا ہے اور اگر جمہور ثقہ کہیں تو کتاب الضعفاء میں آنے کے بعد وہ پھر بھی ثقہ رہے گا۔

قارئین کرام! غیر مقلد زبیر علی زئی کا یہ بات لکھنا ایک بڑی شاطرانہ چال ہے۔ کیونکہ جمہور کا اطلاق کرنا ایک مردود بات ہے۔ اگر جمہور کی بات حجت ہے تو پھر توثیق تسلیم کر لیں ۔در اصل کسی امام فقیہ اور مجتہد کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے جمہور یا عددی برتری کافی نہیں ہوتی۔ائمہ کرام کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے جرح مفسر کا ہونا بہت ضروری ہے اور جارح یعنی جرح کرنے والے کا عادل اور غیر متعصب، غیر متعنت اور غیر متشدد ہونا بھی از حد ضروری ہے۔ جناب پہلے اپنے پسندیدہ طریقے پر (یعنی عددی تعداد کی برتری) قاضی

ابو یوسف کو ضعیف ثابت کریں تو پھر جمہور کا راگ الاپ کر امام عقیلی کو ان کے جارحین میں شمار کیجئے گا۔مگر جناب یاد رکھیں کہ نہ تو آپ عددی فوقیت کے طور پر قاضی ابو یوسف کو ضعیف ثابت کر سکتے ہیں اور نہ ہی پوری جماعت غیر مقلدین کے پاس کوئی مفسر جرح موجود ہے۔ لہٰذا جناب کا حافظ عقیلی کو جارحین میں شمار کرنا غلط اور مردود عمل ہے۔اور اس پر طرہ یہ کہ حافظ عقیلی نے قاضی ابو یوسفؒ پر کوئی جرح خود سے نہیں کی۔

ابن سعدؒ کے قول کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی ۱/۵۴۵ پر لکھتا ہے۔

محمد بن سعد = و کان یعرف بالحفظ للحدیث ...... ثم لزم أبا حنیفة النعمان بن ثابت فتفقه و غلب علیه الرأی و جفا الحدیث "وہ حفظ حدیث کے ساتھ معروف تھا...... پھر اس نے ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کی شاگردی کی تو فقہ سیکھی اور اس پر رائے غالب آگئی اور اس نے حدیث کے ساتھ ظلم کیا۔ (طبقات ابن سعد ۷/۳۳۰)

جواب : قارئین کرام! عرض یہ ہے کہ ابن سعد کا یہ قول کسی بھی صورت جرح نہیں ہے۔

اوّل یہ کہ خود ابن سعد نے قاضی ابو یوسف کو حافظ الحدیث کے ساتھ معروف مانا ہے جو کہ واضح توثیق ہے۔ کیونکہ راوی کی ثقاہت یا تضعیف کے دو اصول ہیں۔ایک اس کا حافظ اور دوسرا اس کی عدالت ابن سعد نے تو خود ان کے حافظ الحدیث ہونے کی تصریح کر دی اور عدالت کے بارے میں کوئی بھی جرح نہیں کی۔ لہٰذا محدثین کے اصول کے مطابق قاضی ابو یوسف ثقہ ہی رہتے ہیں۔

دوم یہ کہ جفا کا مطلب ظلم کرنا اس مقام پر غلط ہے۔ ابن سعد کا مطلب دوری یا ہٹ جانا مناسب ہے۔ اور ابن سعد کا ایسا کہنا صرف اور صرف اہل کوفہ کی رائے کے ساتھ متصف

ہونا ہے۔ کیونکہ چند ایک لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اہل کوفہ والے حدیث کو چھوڑ کر قیاس یا رائے پر عمل کرتے تھے مگر یہ بات غلط ہے اور اس پر کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں مگر یہ بات اپنی جگہ ہے کہ زبیر علی زئی کا ترجمہ ''اس نے حدیث کے ساتھ ظلم کیا'' تو پھر بھی یہ جرح نہیں بنتی۔ لہٰذا زبردستی اس کو جرح میں داخل کرنا مردود ہے۔

سوم: یہ کہ اگر اس کو ابن سعد کی طرف سے طعن بالفرض مان بھی لیا جائے تو پھر بھی ابن سعد کا قول قابل قبول نہیں ہوگا۔ کیونکہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ ان تضعیف ابن سعد فیه نظر ، لأنه یقلد الواقدی ویعتمد علیه والواقدی علی طریقة اهل المدینة فی الانحراف علی أهل العراق ، (هدی الساری ۲/۱۶۸)

ترجمہ (نافع بن عمر الجمحی) یعنی ابن سعد کی تضعیف میں نظر ہے کیونکہ جرح میں وہ (ابن سعد) واقدی کی تقلید اور اس پر اعتماد کرتا ہے۔ اور واقدی اہل العراق (امام اعظم ابوحنیفہؒ، قاضی ابویوسف، امام محمد بن حسن الشیبانیؒ وغیرھم) سے بدظن تھا۔ لہٰذا پہلے تو ابن سعد کو جارحین میں شمار کرنا غلط ہے اور پھر اگر جرح مان بھی لیں تو جرح قابل التفات نہیں۔ لہٰذا قاضی ابویوسف کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش میں اصول بھی بھول گئے ہیں۔ اللہ ایسے تعصب سے محفوظ فرمائے۔

حافظ ذہبیؒ کے قول کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۱/۴۴۵ پر لکھتا ہے۔

الذھبی = ذکرہ فی دیوان الضعفاء والمتروکین ۲/۴۶۶ رقم: ۴۷۶۶ تنبیہ: ذھبیؒ نے دیوان الضعفاء میں ابویوسف کا کوئی دفاع نہیں کیا، جبکہ تلخیص المستدرک میں اسے حسن الحدیث کہا ہے یہ دونوں تحقیقات باہم متعارض ہو کر ساقط ہوگئیں۔

جواب: عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علی زئی کا یہ دھوکہ ہے کہ علامہ ذھبیؒ کے اقوال کو متعارض مان کر پھر بھی ان کو جارحین میں شمار کر دیا ہے۔ مزید یہ کہ دیوان الضعفاء والمتروکین میں بہت سے ثقہ راوی موجود ہیں۔ لہٰذا کسی راوی کو کتاب ضعفاء میں نقل کرنا اس کو ضعیف ثابت نہیں کرتا۔ مزید یہ کہ حافظ ذھبیؒ نے خود کوئی جرح نہیں کی۔

جناب لگتا ہے آپ کا کہ اسماء الرجال کی کتابوں کا مطالعہ بڑا محدود ہے جبکہ آپ کی جماعت کے لوگ آپ کو اس فن کا نام نہاد ماہر سمجھتے ہیں جناب آپ نے ان دونوں اقوال کو متعارض کیسے ثابت کر دیا۔ حافظ ذہبیؒ نے قاضی ابویوسفؒ کی توثیق صرف تلخیص المستدرک میں ہی نہیں کی بلکہ سیر اعلام النبلاء رقم: ۱۴۱، ۸/۵۳۵، مناقب الامام أبی حنیفة وصاحبیه ۱/۶۴، تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۱۴، المعین فی طبقات المحدثین رقم: ۴۳۷ پر توثیق وتعریف کی ہے۔ عام طور پر آپ تو عددی برتری اور فوقیت کے قائل ہیں۔ لہٰذا یہاں پر بھی وہی اصول اپنایئے۔ دیوان الضعفاء المتروکین میں اگر ابویوسف کو ذکر کیا ہے تو اس کے برعکس ۵ کتابوں میں توثیق اور تعریف بھی کی ہے۔ لہٰذا فوقیت ثقاہت کو ہی ہوگئی۔ اس لئے حافظ ذھبیؒ سے توثیق راجح ہے۔ نیز کتاب الضعفاء میں ہونا جرح مبہم اور توثیق اور جرح کیسے مستفاد ہو سکتے ہیں۔

(ملاحظہ ہو ھدی الساری ۲/۱۲۱)

تحقیق سے واضح ہوا کہ علامہ ذھبیؒ کو جارحین میں شمار کرنا سراسر ابلہ فریبی ہے کیونکہ علامہ ذھبیؒ تو قاضی ابویوسف کے معدلین میں سے ہیں۔ لہٰذا اس تحقیق سے یہ بھی واضح ہوا کہ غیر مقلد زبیر علی زئی نے جتنے بھی اقوال جرح پیش کیلئے ان میں سے اکثر جرح کے اقوال ہی نہیں ہیں اور مزید یہ کہ جو باقی جرح ہیں وہ بھی اصول کے مطابق باطل اور مردود ہیں۔ اس مقام پر جلیل القدر تابعی ابوحازم کا قول ملاحظہ کریں۔

ابوحازمؒ فرماتے ہیں: ۔ پچھلے زمانے میں علماء کی حالت یہ تھی کہ عالم اپنے سے بڑے عالم کو

دیکھتا تو نہایت خوش ہوتا۔ برابروں سے ملتا تو علمی مذاکرہ شروع کر دیتا۔ ادنیٰ کا سامنا ہوتا تو گھمنڈ نہ کرتا، لیکن ہمارے اس زمانہ کی حالت یہ ہے کہ عالم اپنے سے بڑے عالم میں کیڑے نکالتا ہے تا کہ لوگ متنفر ہو کر اسے چھوڑ دیں۔ برابر والے سے مذاکرہ نہیں کرتا اور ادنیٰ کو پاتے ہی اکڑنے لگتا ہے۔ (جامع البیان العلم ۲/۲۵۰، وسندہ حسن)

قارئین کرام! اس قول کو اپنے ذہن میں رکھ لیں اور غیر مقلدین خصوصاً زبیر علی زئی کا طریقہ ملاحظہ کریں تو آپ کو خود سمجھ آجائے گی کہ سیدنا قاضی ابو یوسف پر جرح کر کے غیر مقلد زبیر علی زئی ائمہ احناف سے لوگوں کو متنفر کرنا چاہتا ہے اور اپنے آپ کو محدث ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کر رہا ہے۔ مگر قاضی ابو یوسف ؒ کی وہ ارفع و اعلیٰ شان ہے کہ ان پر اعتراض کرنے سے ان کی ذات پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ غیر مقلد زبیر علی زئی جیسے لوگوں کا ان پر طعن کرنا اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کرنا ہے۔

ان ائمہ کرام پر جرح کرنے والے پر محدث حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں۔ ''جس شخص نے امام مالک و شافعی اور ان کی مانند دوسرے اماموں (امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن) میں کلام کیا ہے اس کا حال ایسا ہے جیسا کہ اعشیٰ شاعر نے کہا ہے۔

پہاڑی بکرے کی مانند، جس نے ایک دن پتھر پر سینگ مارا تا کہ اس کو توڑ دے پس وہ اس کو نقصان نہ پہنچا سکا اور اپنا ہی سینگ توڑ لیا۔ (طبقات الکبریٰ للسبکی ۱/۱۸۹)

اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے اسلاف اور ائمہ اہل سنت کا ادب و احترام نصیب فرمائے۔ (آمین بحرمۃ ابی حنیفۃ واحبابہ اجمعین)

قاضی ابو یوسف ؒ پر امام ابو حنیفہ ؒ کے قول کی تحقیق

زبیر علی زئی مقالات جلد ۱ ص ۵۴۵ پر لکھتا ہے۔

''امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت ؒ نے قاضی ابو یوسف سے کہا.....تم ہماری کتاب میں وہ باتیں لکھتے ہو جو ہم نہیں کہتے (الجرح و التعدیل ۹/۲۰۱) ایک اور روایت میں آیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کیا تم یعقوب پر تعجب نہیں کرتے؟ وہ میرے بارے میں ایسی باتیں کہتا ہے جو میں نہیں کہتا۔ (تاریخ الصغیر ۲/۲۰۹) معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ ؒ اپنے شاگرد قاضی ابو یوسف کو کذاب سمجھتے تھے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

جواب : عرض یہ ہے کہ الجرح و التعدیل ۹/۲۰۱ کے حوالے میں الجوزجانی راوی ہیں۔ اور اس بات کی وضاحت پہلے بھی کی جا چکی ہے کہ جوزجانی کا کسی بھی عراقی یا اہل کوفہ پر جرح معتبر نہیں ہے۔ ملاحظہ کریں میزان الاعتدال ص ۱/۴ اور ھدی الساری ۲/۱۶۷۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس قول کا انتساب امام اعظم کی طرف ہے اور یہ عقلاً اور دلیلاً بات محال ہے کہ امام اعظم اپنے جلیل القدر ثقہ شاگرد کے بارے میں ایسے الفاظ نقل کریں۔ اور مزید یہ کہ اس عبارت کا مفہوم بھی مبہم سا ہے اور ظاہر ہے کہ امام اعظم کے قول کو غلط انداز میں بیان کیا ہے۔ امام اعظم کا صرف اور صرف مقصد یہ ہو سکتا ہے کہ جب تک میں نہ کہوں میرے پوچھے بغیر نہ لکھا کریں اور اس عبارت کو جرح ثابت کرنا تو ایک خبط اور مردود عمل ہے۔ اس طرح بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ امام اعظم کے قول کو توڑ مروڑ کر پیش کیا اور اس کا مفہوم حقیقت کے خلاف بتانے کی کوشش کی گئی۔

دوسرے امام بخاری کی تاریخ الصغیر ۲/۲۰۹ کے حوالے کی سند میں عیسیٰ بن جنید راوی ہے۔ اس راوی کو ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات رقم: ۱۴۶۳۴ پر درج کیا ہے۔ اس کے علاوہ میرے علم میں کسی نے بھی اس کی توثیق نہیں کی جس کی وجہ سے کم از کم یہ راوی مجہول ہے۔ اور

مزید یہ کہ جناب آپ امام بخاری کا سماع عیسی بن جنید سے ثابت بھی کریں۔ لہٰذا ایسے مجہول الحال راوی اور منقطع قول سے قاضی ابو یوسف پر طعن کرنا مردود اور فضول ہے۔

قارئین کرام! کم از کم یہ تو معلوم ہوا کہ غیر مقلد زبیر علی زئی امام اعظم ابو حنیفہ کو ثقہ راوی مانتا ہے کیونکہ اس نے کسی بھی جگہ الزامی جواب کی تصریح نہیں کی۔ لہٰذا وہ یہ کہنے کا حق نہیں رکھتا کہ میں نے تو یہ احناف پر الزامی جواب وارد کیا تھا۔ اس تحقیق سے واضح ہوا کہ قاضی ابو یوسف پر اعتراض وارد کرنا لغو و باطل ہے۔

غیر مقلد زبیر علی زئی کے پیش کردہ اعتراضات کا اجمالی نقشہ

غیر مقلد زبیر علی زئی نے مقالات جلد ا ص ۵۳۹ تا ص ۵۴۵ پر تقریباً ۲۱ اقوال جرح وارد کیے ہیں، ان کا اجمالی نقشہ کچھ یوں ہے۔

کل ۲۱ حوالوں میں سے ۴ حوالے امام یحییٰ بن معین، امام احمد بن حنبل، ابن سعد اور علامہ ذھبیؒ کے ہیں اور ان سے راجح طور پر تعدیل ثابت ہے۔ لہٰذا ان اماموں کو جرح کرنے والوں کی فہرست میں شمار کرنا غلط ہے۔ لہٰذا ۲۱ میں سے رہ گئے ۱۷ حوالے۔ ان باقی ماندہ ۱۷ حوالوں میں سے:

۱) عبداللہ بن مبارک ۲) یزید بن ھارون ۳) عبداللہ بن ادریس

۴) امام مالک ۵) سفیان ثوری ۶) وکیع بن الجراح

۸) ابوزرعۃ الرازی ۹) قاضی شریک ۱۰) سعید بن منصور کے حوالے مسلکی اختلاف اور اعتقادی منافرت پر مبنی ہیں اور کچھ کی سندیں ضعیف ہونے کی وجہ سے جرح مردود ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان ۱۶/۱ پر واضح طور پر یہ اصول

لکھا ہے کہ مذہبی و اعتقادی اختلاف کی وجہ سے جرح مردود ہے۔

مزید یہ کہ ان تمام حوالوں میں قاضی ابو یوسف کی نہ تو عدالت پر اور نہ ہی حافظہ پر جرح موجود ہے، لہٰذا ایسے حوالے پیش کر کے عوام الناس کو دھوکہ اور فریب دینا ہی ہے اس کے سواء کچھ نہیں۔

ان ۱۷ حوالوں میں مندرجہ بالا ۱۰ حوالے جرح مردود ہیں لہٰذا باقی رہ گئے ۷ حوالے۔

ان ۷ حوالوں میں سے ۵ حوالوں (۱) امام جوزجانی، (۲) امام عقیلی، (۳) امام دارقطنی، (۴) امام ابوحاتم الرازیؒ اور (۵) امام بخاری، میں سرے سے کوئی جرح ہی نہیں، اور نہ ہی اسباب جرح موجود ہیں اور امام ابوحاتم الرازی کی جرح یکتب الحدیث کو تو جرح میں شمار کرنا ظلم و جفا ہے۔

امام بخاریؒ کے حوالے میں امام بخاریؒ کی بھی کوئی جرح نہیں اور کسی محدث کا کسی راوی سے روایت ترک کرنا راوی کو ضعیف نہیں کرتا۔ امام عقیلی کے حوالے میں بھی امام عقیلی کی اپنی کوئی جرح نہیں ہے۔ مزید یہ کہ عقیلی احناف کی طرف متعصب ہیں اور متعصب کی جرح بھی مردود ہوتی ہے اور یہی حال امام جوزجانی اور امام دارقطنی کے حوالوں کا ہے۔

لہٰذا باقی رہ گئے ۲ حوالے۔ تو ان حوالوں میں ایک حوالہ امام فلاس کا ہے جس میں انھوں نے صدوق اور کثیر الغلط کہا ہے جس سے راوی ضعیف نہیں ہو سکتا۔ اور باقی رہ گیا ایک حوالہ امام اعظم ابو حنیفہ کا۔ اس حوالے میں بھی سند کے اندر امام جوزجانی موجود ہیں۔ اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ دونوں محدث احناف سے تعصب رکھتے تھے۔ اور یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ متعصب محدث چاہے جتنا بھی ثقہ ہو اس کی گواہی تعصب کی وجہ سے مردود اور باطل ہوتی ہے۔ تفصیل کیلئے کتاب کا ابتدائیہ طبقات الکبریٰ ۱۸۸/۱ ملاحظہ کریں۔ قارئین کرام! یہ تو غیر مقلد زبیر علی زئی کے پیش کردہ (۲۱) حوالوں کا مختصر جائزہ تھا جبکہ ان نام نہاد ۲۱ حوالوں (جن کی اصول حدیث میں بالکل کوئی حیثیت نہیں) کے

مقابلہ میں ۴۵ محدثین جن میں ۳ سلفی علماء بھی شامل ہیں امام قاضی ابو یوسف کو ثقہ اور صدوق مان رہے ہیں۔

نکتہ: ثقہ محدث علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں ’’اماموں اور خاص کر مناظرات ومباحث میں مخالف فریقین کے درمیان جو کچھ ہوتا ہے وہ بھی اسی ذیل میں آتا ہے۔ رہا وہ جو حافظ ابن حبان نے اپنی کتاب السنۃ میں بعض عقلا اماموں (امام اعظم، قاضی ابو یوسف، امام محمد بن حسن وغیرھما) کے متعلق لکھا ہے یا حافظ ابو احمد ابن عدی نے اپنی کتاب اخفاء الکامل میں حافظ ابوبکر الخطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں اور ان سے پہلے اوروں نے جیسے ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور بخاری اور نسائی نے وہ باتیں لکھی ہیں جن سے میں ان کو (امام اعظم، قاضی ابو یوسف امام محمد بن حسن الشیبانی وغیرھما) کو پاک و برتر سمجھتا ہوں تو باوجود یہ کہ وہ سب مجتہد تھے اور نیک مقاصد رکھتے تھے تاہم ان سب امور میں ان پر (جرح کرنے والے ابن حبان، نسائی، ابن عدی، خطیب بغدادی، بخاری، ابن ابی شیبہ) سے احتراز کرنا ہی بہتر ہے۔‘‘ (اعلان بالتوبیخ ص ۶۵)

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے اپنی کتاب فضائل درود وسلام ص ۱۹ پر سخاویؒ کو بحوالہ امام سیوطی مجروح کرنے کی کوشش کی ہے مگر فی الحال یہ بات یاد رکھیں کہ اگر علامہ سیوطی نے ان کے رد میں کتاب لکھی تو جناب کسی کے رد میں کتاب لکھنے سے اگر راوی مجروح ہوتا ہو تو پھر آپ کے رد میں راقم نے ۳ کتابیں لکھی ہیں آگے آپ خود سمجھدار ہیں۔

حافظ سخاویؒ اور امام سیوطیؒ کی معاصرانہ چپقلش

اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ علامہ سیوطیؒ نے علامہ سخاوی کی ذات پر رد نہیں بلکہ ان کی کتاب الضوء اللامع پر رد لکھا ہے۔ لہٰذا کسی کی ذات کے رد میں اس کی کتاب پر رد لکھنے میں بڑا فرق ہے۔ غالی غیر مقلد کا علامہ سخاویؒ کو مجروح لکھنا بھی ایک مردود بات ہے۔ میرے علم کے

مطابق کسی بھی معتبر یا ثقہ عالم نے سخاویؒ کو ضعیف نہیں لکھا۔ خالی زبانی دعویٰ سے بات نہیں چلے گی۔ علامہ سخاویؒ کے رد میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے ایک کتاب " الحاوی فی تاریخ السخاوی " لکھی علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے یہ کتاب اس لئے لکھی کہ اس سے پہلے علامہ سخاویؒ نے اپنی تاریخ کی کتاب الضوء اللامع میں علامہ سیوطیؒ پر بڑی شدت سے اعتراض لکھے۔ مزید یہ کہ علامہ سیوطیؒ نے اپنے دور میں مجتہد ہونے کا دعویٰ کر دیا تھا۔ اس لئے اس مؤقف پر علامہ سخاویؒ نے " انتقاد مدعی الاجتہاد " کا ایک کتاب لکھی، لہٰذا یہ ایک معاصرانہ کی چپقلش تھی۔ اس چپقلش سے نہ تو علامہ سیوطیؒ مجروح ہوتے ہیں اور نہ ہی علامہ سخاویؒ، کیونکہ معاصرین کی چپقلش اور جرح قابل سماعت نہیں ہوتی۔ اور اس اصول کو جمہور علماء کرام نے بیان کیا ہے اور اہم بات یہ کہ مجروح ہونے کی کوئی وجہ بھی نہیں بتائی لہٰذا صرف کتابیں لکھنے سے راوی یا محدث مجروح نہیں ہو جاتا اگر کتاب لکھنے سے محدث مجروح ہو جاتا تو امام شافعی کے رد میں متعدد کتابیں لکھی گئی۔ اسی طرح امام مالک کے رد میں متعدد کتابیں لکھی گئیں ہیں مگر ان سے راوی مجروح نہیں ہو سکتا ہے۔ اور مزید یہ کہ علامہ سخاویؒ کے ایک شاگرد احمد بن حسین بن محمد الشہاب المکی ۹۲۶ھ نے اپنے استاد کے دفاع اور علامہ سیوطی کے رد میں ۲ کتابیں لکھی ہیں۔ ایک کا نام " الشہاب الھاوی علی قلال الکاوی " اور دوسری کتاب کا نام " المنتقد اللوذعی علی المجتهد المدعی " ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ علامہ سیوطیؒ اور علامہ سخاویؒ کے درمیان معاصرانہ چپقلش تھی اور معاصرانہ چپقلش کی وجہ سے جرح مردود ہوتی ہے۔ ابن العماد الحنبلی نے اس لئے لکھا کہ ’’وکان بینہ و بین البرهان البقاعی و الجلال سیوطی ما بین القرآن‘‘ (شذرات الذھب ۱۵/۸) لہٰذا اس تمام مسئلہ میں علامہ سخاویؒ کو مجروح قرار دینا دھوکا اور فریب ہے

۔حیرانگی ہے کہ اپنا مؤقف ثابت کرنے کے لئے ائمہ اہل سنت اور علماء کرام کو کس طرح مجروح ثابت کیا جاتا ہے۔اور کس طرح اپنا نامہ اعمال داغدار کیا جاتا ہے،ایسے رویے پر نظر ثانی کرنے کی اشد ضرورت ہے۔اس کے علاوہ متعدد علماء کرام نے علامہ سخاویؒ کی توثیق کی ہے۔

علامہ سخاویؒ کی توثیق

۱: علامہ النجم الغزیؒ لکھتے ہیں:" الشیخ الامام العلامة المسند الحافظ المتقن" (الکوکب السائرة ۲۸/۱)

۲: امام ابن الغزیؒ لکھتے ہیں:"الامام الحبر الناقد الحجة الحافظ" (دیوان الاسلام ۵۲/۱)

۳: ابن العماد الحنبلی لکھتے ہیں:"انتهیٰ الیه علم الجرح والتعدیل حتی قیل لم یکن بعد الذهبی". (شذرات الذهب ۵/۸)

۴: ابن طولون لکھتے ہیں:"المحدث العلامة" (مفاکهة الخلان ۷۵/۱)

۵: قاضی شوکانی لکھتے ہیں:"برع فی الشان وفاق الأقران وحفظ من الحدیث ما صار به متفردا عن اهل عصره."(البدر الطالع ۱۷۶/۲)

۶: ابن فہد مکی لکھتے ہیں۔"ولا أعلم الآن من یعرف علوم الحدیث مثله ولا اکثر تصنیفاً ولا احسن و کذلک أخذها عنه علماء الآفاق من المشائخ والرفاق وله ید الطولی فی المعرفة باسماء الرجال وأحوال الرواة والجرح و تعدیل". (البدر الطالع ۱۷۷/۲) ترجمہ: میرے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو علوم، کثرت تصانیف اور حسن تالیفات میں ان کی نظیر ہو،اسی وجہ سے گوشے گوشے کے علماء

،مشائخ،طلبہ اور رفقاء نے ان سے سند لی،انھیں معرفت علل،اسماء رجال،راویوں کے حالات اور جرح و تعدیل کے فن میں بڑی دستگاہ حاصل تھی۔

۷: امام ابن العیدروس لکھتے ہیں:"وهو والله بقیة من رأیته من المشائخ وأنا وجمیع طلبة الحدیث بالبلاد المصریة و سائر بلاد اسلام عیال علیه والله ما أعلم فی الوجود له نظیرا وقال غیر هو الآن من الافراد فی علم الحدیث الذی أشهر فیه فضله ولیس بعد شیخ الأسلام ابن حجر فیه مثله ." (النور السافر عن أخبار القرن العاشر ۱۸/۱)

8: مؤرخ عمر رضا کحالہ لکھتے ہیں" فقیه المقری،محدث،مؤرخ". (معجم المؤلفین ۱۵۰/۱۰)

۹: علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں۔" المحدث المؤرخ الجارح "(نظم العقیان ۱۵۲/۱)

۱۰: مؤرخ خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں۔" مؤرخ حجة و عالم بالحدیث والتفسیر والادب "۔(اعلام زرکلی ۱۹۴/۶)

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ علامہ سیوطی کی امام سخاویؒ پر جرح ان کی عدالت اور ضبط وحفظ پر نہیں بلکہ ایک مسئلہ پر اختلاف کی وجہ سے تھی۔اور قاضی شوکانی نے البدر الطالع ۱۸۷/۲ پر اور ابن العماد الحنبلی نے شذرات الذهب ۱۵/۸ پر اس بات کی تصریح کردی ہے کہ علامہ سیوطیؒ اور علامہ سخاویؒ کے درمیان معاصرانہ چپقلش تھی اور اس طرح کے اعتراضات قابل سماع نہیں ہوتے۔اور مزید یہ کہ ۱۰ محدثین اور مؤرخین نے علامہ سخاویؒ کی توثیق بھی کی ہے لہٰذا جمہور کے نزدیک امام سخاویؒ ثقہ اور ثبت ہیں۔

زبیر علی زئی جیسے لوگوں کے بارے میں علماء غیر مقلدین کا فتویٰ

زبیر علی زئی صاحب نے ائمہ احناف کے بارے جو طوفان بدتمیزی بپا کیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے بچائے! نامور غیر مقلدین کے فتویٰ جات ملاحظہ کریں۔

۱۔ محمد گوندلوی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہر دو فریق میں غالی افراد موجود ہیں، جو ائمہ دین کے حق میں گستاخانہ کلمات کہتے ہیں، جیسے بعض امام ابوحنیفہؒ اور بعض امام بخاریؒ کو برا کہتے ہیں، فریقین کے معتدل اصحاب ان کو بنظر استحسان نہیں دیکھتے بلکہ ان کو رافضیوں کی طرح خیال کرتے ہیں، اس قسم کے لوگ امت کے لیے سم قاتل ہیں''۔ (الاصلاح ص ۲۲۷)

۲۔ محمد شاہجہانپوری غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ''ان ائمہ کرام کو جو پیشوایان مومنین اور مسلمانوں کے افراد کاملین میں سے ہیں۔۔۔۔۔ ہم جو عیب گیری کریں وہ اس سے پاک تھے۔ بُرا کہنا تو درکنار ہم اُن کے شکریہ ہی سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اُن ہی سب کی خدمتوں کا نتیجہ ہے جو ہم دین کو کیسا آسانی کے ساتھ منقح اور مرتب پا رہے ہیں۔ ان سب کے بعد بڑا مردود ہوگا جو اُن کو بُرا کہے۔ اہل حدیث (غیر مقلد) کا ہرگز یہ کام نہیں۔ اور اگر بالفرض کوئی ایسا ہو بھی تو یہ اُس کا ذاتی فعل ہے جس کا وہ خود ذمہ دار ہے، اُور اُسی کے نفس پر اُس کا وبال ہے۔ اُس کے اس فعل سے جو اہل حدیث (غیر مقلد) کے اُصول مذہب کے خلاف ہے، اہل حدیث کے مذہب پر کوئی دھبہ نہیں آسکتا، بلکہ اُس کا الزام خاص اس شخص کی ذات تک ہی محدود رہے گا نہ یہ کہ اسلام جھوٹوں، چوروں، زناکاروں کا مذہب کہلائے گا۔ بلکہ اگر غیر مقلدوں میں سے کوئی اس قسم کا پایا بھی جائے تو وہ قابل اعتبار افراد ہی سے

خارج ہے۔ جس کے فعل ساقط الاعتبار ہے۔ وہ بہ نسبت اس کے کہ اہل حدیث کہا جائے، زیادہ مستحق ہے کہ اہل حدیث سے خارج ٹھیرایا جائے۔'' (الارشاد ص ۳۴-۳۵)

اور اگر کوئی شعبدہ بازی کرتے ہوئے یہ کہے کہ یہ ساری جرح میں نے نہیں بلکہ محدثین نے کی ہے میرا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ تو عرض یہ ہے کہ اول تو ایسی تمام جرحیں ثابت ہی نہیں ہیں جنکی حقیقت واضح ہوگئی ہے۔

جلیل القدر محدث ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں۔ ''جو شخص (مخالفین احناف وغیر مقلدین خصوصاً) چاہے کہ علماء ثقات کا قول ایک دوسرے کے بارے میں قبول کرے۔ اسے چاہیے کہ پھر صحابہ کرام کے اقوال بھی ایک دوسرے کی نسبت قبول کرے۔ (کیونکہ صحابہ کرام کے ایک دوسرے کے بارے میں بھی سخت اقوال منقول ہیں!) اگر ایسا کیا تو وہ بڑا گمراہ ہوگا۔ اور اس نے ظاہر نقصان اٹھایا۔ اور اگر ایسا نہ کیا اور ہرگز ایسا نہیں کرے گا اگر اللہ نے ھدایت دی اور الہام خیر کرے۔ تو چاہیئے کہ ہماری شرط (علماء ثقات کا ایک دوسرے کے بارے میں قول قبول نہ کرے) پر قائم ہو جائے۔ یعنی اس شخص کی نسبت کہ جن کی عدالت ثابت ہو (امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، قاضی ابو یوسفؒ، امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ وغیرھا) اور علم کی طرف اس کی دلی توجہ معلوم ہو کسی کا قول (ثقہ محدث) بلا دلیل قبول نہ کیا جائے۔ (جامع البیان والعلم ۲/۲۷۰)

اور دوم یہ کہ غیر مقلد ابراھیم میر سیالکوٹی کا حوالہ ہی جناب کے جواب کے لیے کافی وشافی ہے۔

غیر مقلد محمد ابراھیم میر سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔ ''جس امر میں بزرگان دین میں اختلاف ہو، اس میں ہم جیسے ناقصوں کا محاکمہ کرنا بری بات ہے لیکن بزرگوں سے حسن تادب کی وجہ سے ہمارا فرض ہے کہ ان کے کلام کے صحیح محمل بیان کر کے ان سے الزام و

اعتراض کو دور کریں، اور محض اپنی شخصی رائے سے نہیں، بلکہ بزرگوں ہی کے اقوال سے جو قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں۔'' (تاریخ اہل حدیث ص ۸۸)

ان مذکورہ بالا فتاویٰ جات کا نتیجہ اخذ کرنا پڑھنے والوں پر چھوڑتا ہوں، مگر اپنے بھولے بھالے اور غیر مقلدین کے چنگل میں پھنسے مسلمان بھائیوں سے اتنا ضرور کہوں گا کہ جید فقہاء کرامؒ اور مجتہدینؒ کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں اور اپنا نامہ اعمال ایک غالی غیر مقلد کی فضول تحقیق کے پیچھے داغدار نہ کریں۔ اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو!

قاضی ابویوسفؒ کی توثیق

قارئین کرام! مندرجہ ذیل محدثین کرام اور جمہور علماء کرام نے امام ابویوسفؒ کی توثیق و توصیف کی ہے۔

1: امام یحییٰ بن معینؒ نے مندرجہ ذیل امام ابویوسفؒ کی توثیق وتوصیف کی ہے۔

(ا) ابویوسف القاضی وهو ثقة . (تاریخ بغداد ۱۴/۲۵۹)

(ب) کتبت عن أبی یوسف و أنا أحدث عنه . (تاریخ بغداد ۱۴/۲۵۹)

ترجمہ: میں ابویوسف سے احادیث لکھتا ہوں اور ان سے روایت (بھی) کرتا ہوں۔

(ج) لیس فی أصحاب الرای أحد أكثر حديثاً ولا أثبت من أبی یوسف.

(الکامل ابن عدی ۸/۴۶۶)

ترجمہ: اصحاب رائے (یعنی فقہاء کرام) میں سے کوئی بھی ابویوسف سے زیادہ احادیث نہ جانتا تھا۔ اور نہ ہی ان سے زیادہ ثقہ تھا۔

2: امام احمد بن حنبلؒ نے مندرجہ ذیل امام ابویوسفؒ کی توثیق وتوصیف کی ہے۔

ا) صدوق۔ (الجرح وتعدیل ۹/ ۲۰۱)

ب) ''كان ابويوسف من أمثلهم فی الحدیث'' ترجمہ: ابویوسف کی مثل کوئی حدیث میں ہے۔ (سوالات ابن ھانی رقم: ۱۹۲۸)

3: امام نسائیؒ نے کہا: ابویوسف قاضی ثقه. (تسمیۃ من لم یروعنہ ص ۱۲۴)

4: حافظ ابن حبانؒ نے مندرجہ ذیل توثیق وتوصیف کی ہے۔

ا) من الفقهاء المتقن. (مشاہیر علماء الامصار رقم: ۱۳۵۶)

ب) وكان شيخاً متقناً. (کتاب الثقات ۷/ ۶۴۵)

5: محدث ابن الصباح الجرجرائیؒ نے کہا: فكان أبو يوسف رجلاً صالحا (کتاب الثقات ۶۴۷) ترجمہ: پس ابویوسف نیک انسان تھے۔

6: محدث ابن بکیر الناقدؒ نے کہا: صاحب سنة . ترجمہ: سنت کے پابند تھے۔

(الکامل ابن عدی ۸/۴۶۶، تاریخ بغداد ۱۴/۲۴۳)

7: امام ابن عدیؒ نے کہا: واذا روی عنه ثقه و یروی هو عن ثقة فلا بأس به و بروايته (الکامل ابن عدی ۸/۴۶۸) ترجمہ: اور جب ان سے ثقہ (محدثین) روایت کرتے ہیں اور وہ ثقہ (محدثین) سے روایت لیتے ہیں تو ان میں اور ان کی روایات لینے میں کوئی حرج نہیں۔

8: احمد بن کامل قاضیؒ نے کہا: ولم یختلف یحییٰ بن معین و أحمد بن حنبل وعلی المدینی فی النقل . (اخبار ابی حنیفہ صیمری ص ۹۰)

ترجمہ: یحییٰ بن معینؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کو ان سے روایات نقل کرنے میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔

جناب زبیر علی زئی غیر مقلد نے اپنی کتاب مقالات ۱/ ۵۳۵ پر محدث احمد بن کامل کے بارے میں لکھا ہے۔ ''احمد بن کامل القاضی بذات خود ضعیف ہے، کسی قابل اعتماد محدث سے اس کی معتبر توثیق ثابت نہیں ہے۔'' اگر ان ائمہ سے جرح نقل کریں تو معتبر ہیں اور توثیق نقل کرنے میں غیر معتبر ہیں۔

عرض یہ ہے کہ اسی راوی احمد بن کامل القاضی کو خود زبیر علی زئی نے اپنی ہی کتاب مقالات جلد نمبر ۲ ص ۳۴۳ پر احمد بن کامل کو حسن الحدیث لکھا ہے۔ مگر زبیر علی زئی صاحب کو اپنی ہی لکھی ہوئی باتیں بھول جاتی ہیں، اور پھر اگر ائمہ احناف کے بغض اور تعصب سے فرصت ہو تو علامہ ذھبیؒ کی سیر اعلام النبلاء ۱۵/ ۵۴۴ کا مطالعہ کر لیجئے گا تا کہ احمد بن کامل کی توثیق و تعریف ملاحظہ کر سکیں۔

مزید یہ کہ زبیر علی زئی نے مقالات ۳/ ۳۷۴ پر اس قول کے راوی ابوعبیداللہ محمد بن عمران بن موسیٰ المرزبانی پر جرح نقل کی ہے۔ مگر خطیب کے استاد امام احمد بن محمد العقیلی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ تاریخ بغداد ۳/ ۳۵۳ جبکہ خطیب بغدادی نے تمام جروحات کو مسترد کرتے ہوئے المرزبانی کو ثقہ لکھا ہے۔ (تاریخ بغداد ۳/ ۳۵۳)

علامہ ذھبیؒ نے المرزبانی کی توثیق لکھتے ہوئے ''العلامة المتقن الاخباری'' لکھا ہے۔

سیر اعلام النبلاء ۱۶/ ۴۴۷۔

محدث ابن العماد الحنبلی نے لکھا ہے '' وكان ثقه فى الحديث '' (شذرات الذهب ۳/ ۱۱۱) لہٰذا معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک ابوعبیداللہ محمد بن عمران بن موسیٰ المرزبانی حدیث میں ثقہ تھا۔ اور اس پر کسی قسم کا اعتراض باطل اور فضول ہے۔

9: طلحہ بن محمد بن جعفر نے کہا: وابو يوسف مشهور الأمر ظاهر الفضل وهو

صاحب أبى حنيفة وأفقه أهل عصره، ولم يتقدمه أحد فى زمانه وكان النهاية فى العلم والحكم. (تاریخ بغداد ۱۴/ ۲۴۵)

جناب زبیر علی زئی نے مقالات جلد ۱ ص ۵۳۶ پر طلحہ بن محمد بن جعفر کو بقول ازہری ابن ابی الفوارس اور حسن بن محمد الخلال کو ضعیف لکھا ہے۔

عرض یہ ہے کہ محمد بن ابی الفوارس جرح کی سند میں خطیب بغدادیؒ کے استاد احمد بن علی بن التوزی ضعیف راوی ہیں حافظ ابن حجر نے انہیں لسان المیزان رقم: ۷۲۹ میں لیس بالقوی لکھا ہے۔ الحسن بن محمد الخلال کی جرح میں طلحہ بن محمد پر معتزلی ہونے کا الزام ہے اور یہ بات تو زبیر علی زئی کو بھی قبول ہے کہ معتزلی ہونے سے راوی ضعیف نہیں ہوتا۔ اور ازہری کی جرح کا سبب صرف اور صرف معتزلی ہونا تھا مزید یہ کہ اس کا جواب علامہ ذھبیؒ نے میزان الاعتدال رقم: ۴۰۱۱ پر صحیح السماع کہہ کر دے دیا ہے۔ لہٰذا طلحہ بن محمد کو ضعیف کہنا مردود ہے۔

10: وکیع بن الجراحؒ نے کہا: كيف يقدر أبو حنيفة يخطى و معه مثل أبى يوسف ...... (اخبار ابی حنیفۃ للصیمری ص ۱۵۸)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ کیسے غلطی کر سکتے تھے جبکہ ان کے پاس ابو یوسف جیسے (جلیل القدر) لوگ موجود تھے۔

جناب زبیر علی زئی نے مقالات صفحہ ۵۳۷ جلد ۱ پر اس قول کے ایک راوی نجیح بن ابراہیم کو مجہول الحال / ضعیف لکھا اور ساتھ اس قول کی سند میں ابن کرامہ کے بارے میں کہا کہ معلوم نہیں یہ کون ہے؟ عرض یہ ہے کہ نجیح بن ابراہیم کو حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے۔ (الثقات رقم: ۱۶۱۰۷) اور محدث الرازی نے اپنی کتاب فوائد تمام رقم

۱۴۷۰۔۱۲۱۳ میں ان سے حدیث لی ہے۔ جس سے کم از کم راوی حسن درجہ کا ہوتا ہے۔

مزید یہ کہ ابن حبان نے لکھا کہ ” حدثنا عنه الدغولی یغرب “ یعنی الدغولی اس سے غریب روایتیں روایت کرتے ہیں اور یہ بات تو غیر مقلد زبیر علی زئی کو بھی اچھی طرح سے معلوم ہوگی کہ غریب روایت نقل کرنے سے راوی ضعیف نہیں ہوتا۔ اور رہا ابن کرامہ تو جناب اس سے مراد محمد بن عثمان بن کرامہ ہی ہیں۔ علامہ ذھبیؒ نے ابن کرامہ کو امام المحدث الثقہ لکھا ہے۔ دیکھئے۔ (سیر اعلام النبلاء ۲۹۶/۱۲)

11: امام بیہقیؒ نے کہا: وابو یوسف ثقه اذا كان يروى عن ثقة .

(السنن الکبریٰ ۳۴۷/۱، معرفۃ السنن والآثار ۳۸۱/۱)

ترجمہ: ابو یوسف ثقہ ہیں جبکہ وہ تو ثقہ سے ہی روایت لیتے تھے۔

12: امام حاکمؒ نے ان کی حدیث کو صحیح کہا۔ (المستدرک حاکم ۳۷۷/۱)

13: علامہ ذھبیؒ نے مندرجہ ذیل توثیق وتوصیف کی ہے۔

ا) العلامة المحدث...... امام المجتهد (سیر اعلام النبلاء ۵۳۵/۸)

ب) حسن الحدیث۔ (تلخیص المستدرک ۳۷۷/۱)

14: ابن ملقنؒ نے استدراک علی تلخیص میں ان کی حدیث کی تصحیح پر سکوت کیا۔

(استدراک علی تلخیص رقم: ۱۳۹۵)

15: ابن جریر طبریؒ نے کہا: فقيهاً عالماً حافظاً . (الانتقاء ص ۱۷۲)

جناب غیر مقلد زبیر علی زئی نے اس قول کی سند میں ابن عبد البر کے استاد احمد بن محمد بن احمد کو غیر متعین لکھا ہے۔ عرض یہ ہے کہ اگر مسلکی تعصب اور بغض سے فرصت ملے تو آپ کو معلوم ہو کہ حافظ ابن عبد البرؒ کے استاد احمد بن محمد بن احمد کون ہیں۔ اس کا تعین خود حافظ ابن عبد البرؒ

نے متعدد مقامات پر اپنی کتاب الانتقاء میں کیا ہے۔

(i) نا أبو عمر احمد بن محمد بن احمد......... الانتقاء ص ۴۳

(ii) نا ابو عمر احمد بن محمد بن احمد.......... الانتقاء ص ۴۴

(iii) اخبرنا ابو عمر احمد بن محمد بن احمد.......... الانتقاء ص ۹۷

(iv) اخبرنا ابو عمر احمد بن محمد بن احمد.......... الانتقاء ص ۹۸

(v) حدثنا ابو عمر احمد بن محمد بن احمد.......... الانتقاء ص ۱۱۰

مزید یہ کہ ابو عمر احمد بن محمد بن احمد بن سعید بن الحباب بن الجسور من اهل قرطبة ثقہ محدث کی توثیق اور ثقاہت کے لئے حافظ ابن بشکوال کی کتاب الصلۃ ۷/۱ کا مطالعہ فرمائیں۔ انشاء اللہ آپ کو اس راوی کا تعین اور توثیق دونوں ملیں گی۔

16: حافظ دار قطنیؒ نے کہا: هو أقوى من محمد بن الحسن (سوالات البرقانی ۵۶۷)۔ حافظ دار قطنی نے اپنی سنن دار قطنی میں جن مقامات پر قاضی ابو یوسف سے روایت لی ہے انہوں نے کسی بھی مقام پر قاضی ابو یوسف کو ضعیف نہیں لکھا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ قاضی ابو یوسف امام دار قطنی کے نزدیک ضعیف نہیں تھے۔

17: محدث خلیلیؒ نے کہا: ”وهو صحيح المذهب و كان شديداً على الجهمية“ ترجمہ: وہ صاحب مذہب صحیحہ تھے اور جھمیہ پر شدت کرتے تھے۔ (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث رقم: ۱۶۹)

18: امام طحاویؒ نے اپنی کتاب میں جگہ جگہ ان کے اقوال اور روایات لیں اور قاضی ابو یوسف کو رحمۃ اللہ علیہما لکھا۔ جس سے صاف واضح ہے کہ امام طحاوی کے نزدیک وہ ثقہ اور صدوق ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ جناب واضح ثقہ یا صدوق کے الفاظ دکھائیں تو عرض یہ

ہے کہ ایسے سوال کرنے والا احمقوں کی دُنیا میں رہتا ہے اور اصول اسماء الرجال سے نابلد ہے۔ کیونکہ امام طحاوی کا ان سے اقوال لے کر ان پر عمل کرنا اور اپنا مذہب بنانا ان کی ثقاہت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اور پھر بھی سمجھ میں نہ آئے تو ارشاد الحق اثری غیر مقلد کی کتاب توضیح الکلام کا مطالعہ کرلیں۔

19: **حافظ ابن الاثیرؒ** نے کہا: کان اماماً عالماً حافظاً کبیراً القدر فقیهاً فاضلاً عظیم المحل فی الحدیث و الفقه. (جامع الاصول رقم:۲۹۹۴)

ترجمہ: وہ امام، عالم، حافظ، بڑی قدر والے، فقیہ ، فاضل، حدیث اور فقہ میں عظیم مرتبہ و مقام رکھنے والے تھے۔

20: **حافظ ضیاء المقدسیؒ** نے قاضی ابو یوسف سے اپنی کتاب میں احتجاج کیا ہے۔
(ضیاء المختارہ حدیث نمبر:۲۱۵۸)

21: **حافظ ابن عبدالبرؒ** نے اپنی کتاب الانتقاء ص ۲۷، ص ۳۷ پر محدثین سے توثیق بیان کی اور خود ان کی تعریف بھی کی اور محدثین کرام کی توثیق بیان کرکے اس سے متفق بھی ہوئے۔ لہٰذا ان کی تعریف پر اعتراض کرنا باطل اور مردود ہے۔

22: **ابن قتیبۃ الدینوریؒ** نے کہا: و کان صاحب الحدیث حافظاً. (المعارف ۱/۴۹۹)

23: **ابن تغری بردیؒ** نے کہا: برع فی عدد العلوم ...... کان قاضی المشرق و المغرب فهو قاضی القضاة علی الحقیقة (انجوم الزهرة ۲/ ۱۰۷)

ترجمہ: ابو یوسف بہت سے علوم میں اپنے ہم عصروں سے فوقیت رکھتے اور مشرق و مغرب کے قاضی تھے اور وہ درحقیقت قاضی القضاء (یعنی سب سے بڑے قاضی) تھے۔

24: **حافظ ابن الهادیؒ** نے کہا امام العلامة فقیه العراقین (طبقات علماء الحدیث رقم:۲۵۴)

ابن الهادیؒ نے طبقات علماء الحدیث ۱/ ۴۲۲، ۴۲۱ رقم: ۲۵۴ پر قاضی ابو یوسف کی توثیق محدثین کرام سے کی اور توثیق کے متعلق کوئی جرح یا اعتراض وارد نہیں کیا۔ بلکہ توثیق سے متفق ہیں۔

25: **حافظ عینیؒ** نے کہا: و مناقبة و فضائله کثیرة جداً. (مغانی الاخیار رقم:۲۷۲۱) علامہ عینیؒ نے بھی متعدد محدثین کرام سے توثیق نقل کی ہے۔

26: **امام سمعانیؒ** نے کہا: ولم یتقدمه أحد فی زمانه و کان النهایة فی العلم و الحکم و الریاسة و القدر ...... وثبت علم أبی حنیفة فی أقطار الارض. (الانساب ۴/ ۴۳۲)

ترجمہ: ان کے زمانہ میں کوئی بھی (علم میں) ان سے مقدم نہ تھا اور وہ علم وحکمت کی انتہاء پر تھے اور انہوں نے ابو حنیفہ کے علم کو زمین کے کناروں پر ثابت رکھا۔

27: **ابن العماد الحنبلیؒ** نے کہا: ''اکثر العلماء علی تفضیله و تعظیمه۔''
(شذرات الذهب ۷/ ۲۹۸)

28: **ابن الغزیؒ** نے کہا: الامام الحبر البحر الفقیه الحافظ. (دیوان الاسلام ۱/ ۹۵) ترجمہ: عظیم امام فقہ کا سمندر، الحافظ۔

29: حافظ ابن کثیر نے ان کی تعریف اور توثیق بیان کی ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ ۱۰/ ۱۹۳)

30: **امام علی بن صالح** نے کہا: اذا حدث عن ابی یوسف یقول حدثنی فقیه الفقهاء و قاضی القضاء و سید العلماء ابو یوسف (اخبار ابی حنیفۃ للصیمری ص ۱۰۰)

ترجمہ: جب تم ابو یوسف سے روایت کرو تو یوں کہو، مجھ سے فقیہ الفقہاء اور قاضی القضاء اور علماء کے سردار ابو یوسف نے بیان کیا۔

31: **ابن خلکانؒ** نے کہا: و کان فقیهاً عالماً حافظاً ...... اکثر الناس من العلماء

علی تفضیلة و تعظیمه . (تاریخ ابن خلکان رقم:۸۲۳)

32: محدث ابن ترکمانیؒ نے امام بیہقی کی قاضی ابو یوسف کو ثقہ کہنے پر کوئی گرفت نہیں کی لہٰذا معلوم ہوا کہ ابن ترکمانی کے نزدیک قاضی ابو یوسف ثقہ اور صدوق ہیں۔ (الجواھر النقی ۱/۳۴۷)

33: محدث ابن نجارؒ نے قاضی ابو یوسف پر جرح نقل کر کے ان کا رد اور جواب لکھا ہے۔ دیکھئے المستفاد ۲/۱۸۶ اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ محدث ابن نجار کے نزدیک قاضی ابو یوسف پر جرح مردود ہے اور جبکہ توثیق راجح ہے۔

34: ثقہ محدث قاسم بن قطلو بغاؒ نے کہا: ونشرھا و ثبت علم ابی حنیفة فی أقطار الأرض.
(تاج التراجم ۱۱/۲۷)

ثقہ محدث قاسم بن قطلو بغا نے محدثین کرام سے قاضی ابو یوسف کی ثقاہت نقل کی اور ان کی ثقاہت پر اعتماد کیا۔

35: ابراہیم الحربیؒ نے کہا: و کان من عقلاء الناس جمہور کی توثیق کی مطابقت میں یہ توثیق ہے۔ (تاریخ بغداد ۱۴/۲۵۳)

36: ابن سعدؒ نے کہا: و کان یعرف بالحفظ للحدیث. (طبقات ابن سعد ۷/۳۳۰)

37: ابن جوزیؒ نے قاضی ابو یوسف کو ۱۰۰ حفاظ حدیث میں لکھا ہے۔ (اخبار الحفاظ قلمی مخطوط)

38: حافظ ابن شاہینؒ ۳۸۵ھ نے کہا: ثقہ (تاریخ أسماء الثقات رقم: ۱۵۵۶:۱۵۵۶)

39: ابن ندیم نے کہا: و کان حافظاً للحدیث ۔ (الفہرست ابن ندیم ۱/۲۸۶)

40: ہلال الرائیؒ نے کہا: کان ابو یوسف یحفظ التفسیر و المغازی و ایام العرب و کان اقل علومه الفقه . (اخبار ابی حنیفہ ص ۹۷)

غیر مقلد زبیر علی زئی نے مقالات جلد ۳ ص ۳۷۰ پر ہلال الرائ کو المجروحین لابن حبان

۸۸/۳ اور لسان المیزان ۶/۲۰۳ کے حوالے سے ضعیف لکھا جبکہ اس قول کی سند میں ایک راوی بکر بن محمد کی توثیق بھی طلب کی ہے۔

عرض اس بابت ہے کہ غیر مقلد نے عوام الناس کو دھوکا دیتے ہوئے ابن حبان کی جرح تو نقل کی مگر شاید یہ بھول گیا کہ آپ کی جماعت کے علماء کرام نے ابن حبان کو متشدد اور متعنت لکھا ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں۔ ’’امام ابن حبان کا مذکورہ قول قابل جرح نہیں ہے کیونکہ وہ متعنت (متشدد) ہیں‘‘۔ (ابکار المنن ص ۲۳۶)

محمد گوندلوی لکھتے ہیں۔ ’’وہ (ابن حبان) متشدد ہیں‘‘ (خیر الکلام ص ۱۷۳)۔ ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں۔ امام ابن حبان جرح میں متشدد ہیں (توضیح الکلام ۱/۴۷۴)۔ نذیر احمد رحمانی نے بھی اپنی کتاب انوار المصابیح ص ۱۱۴ پر ابن حبان کو متشدد قرار دیا ہے۔ لہٰذا یہ بات تو غیر مقلدین کے ہاں بھی مسلمہ ہے کہ متشددین کی جرح قابل قبول نہیں ہوتی ۔ اور مزید یہ کہ اس جرح کو نقل کرنے کے بعد محدث علامہ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں۔ ’’ قلت هذا تحامل من ابن حبان و کان هلال أجل من أن یضعف وقال ابن جوزی کان هلال الرای فقیهاً کثیراً ‘‘ (مغانی الاخیار: ۲۵۸۸)

معلوم ہوا کہ علامہ عینیؒ کے نزدیک جرح مردود جبکہ توثیق راجح ہے۔ مزید یہ کہ بکر بن محمد العمی کی توثیق بھی غیر مقلد زبیر علی زئی کو معلوم نہ ہو سکی۔

جناب ذرا طبقات السنیہ رقم: ۵۷۴ کا حوالہ بھی دیکھ لیتے۔ امام تقی الغزیؒ لکھتے ہیں۔
’’و کان من أعیان الأئمة علماً و عملاً‘‘ ۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ بکر بن محمد العمی بھی ثقہ اور معروف راوی ہیں۔ لہٰذا اس قول پر کسی قسم کا اعتراض بھی باطل اور مردود ہے۔

41: امام ابو علی الحسن الطوسیؒ ۳۱۲ھ نے قاضی ابو یوسف کی ایک حدیث کے بارے میں حسن صحیح کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ (مختصر الاحکام للطوسی ۲/۳۴۱)

42:امام زیلعیؒ نے امام بیہقیؒ کا قاضی ابو یوسف کو ثقہ کہنا نقل کیا اور اس پر اعتماد بھی کیا۔(نصب الرایہ ۱/۲۰۳)

43:احمد شاکر نے کہا: فان أبا یوسف من ثقات ائمة المسلمین . (حاشیہ کتاب الخراج یحییٰ بن آدم ص ۸۴) ترجمہ: بے شک ابو یوسف ثقہ ائمہ مسلمین میں سے ہیں۔

44: عبدالحی لکھنوی نے کہا: کان صاحب حدیث حافظاً. (الفوائد البہیہ ص ۲۲۵)

45: مشہور سلفی عالم جمال الدین قاسمی نے کہا: ولعمری لم ینصفوهما ، وهما البحران الزاخران . (الجرح وتعدیل ص ۲۴)

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ غیر مقلد زبیر علی زئی کے پیش کردہ حوالوں کے مقابلے میں جمہور ۴۵ محدثین کرام نے قاضی ابو یوسف کی توثیق کی جبکہ ہم نے ۳ حوالے بطور الزام سلفی علماء کے بھی نقل کیے۔ تاکہ معاملہ آشکار ہو سکے۔ قارئین کرام! ان ۴۵ حوالہ جات میں ۲-۳ حوالے ایسے ہیں، جہاں پر محدثین کرام نے دیگر جمہور علماء کرام کے اقوال نقل کر کے سکوت اختیار کیا ہے، ایسے حوالے میں نے غالی زبیر علی زئی پر الزامی طور پر نقل کیے ہیں۔ کیونکہ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے اپنی کتاب مقالات ۱۵۲/۴ تا ۱۶۰/۴ پر ایسے کئی اقوال نقل کیئے ہیں جہاں پر محدثین کرام نے کسی دوسرے محدث (امام شافعیؒ) کا قول نقل کر کے سکوت کیا ہے اور جناب زبیر علی زئی نے اس پر اعتماد کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ آئندہ کوئی بھی غیر مقلد قاضی ابو یوسفؒ پر جرح کرنے سے پرہیز کرے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہمیں اپنے اکابرین اور علماء کرام کی عزت و ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

☆☆☆

القول المؤید فی تعدیل الامام محمد

امام محمد بن الحسنؒ کی شخصیت کے بارے میں تحقیق کرنا باعث فخر ہے۔ امام محمد بن الحسن نے فقہ حنفی کے لیے جو کوششیں کیں وہ قابل تحسین اور لائق تقلید ہیں۔ کیونکہ امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کا فقہ حنفی میں ایک عظیم مقام ہے، امام اعظم ابوحنیفہ کے اکثر مسائل آپ نے تدوین کیے۔ لہذا جب بھی فقہ حنفی کو بدنام کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی، امام اعظم ابوحنیفہ کے ساتھ ساتھ ان کے صاحبین اور جلیل القدر شاگرد امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ پر بھی اعتراضات کیے گئے تاکہ لوگوں کے دلوں سے ان کا احترام نکال دیا جائے اور فقہ حنفی پر عمل کرنا لوگ ترک کر دیں۔ (العیاذ باللہ تعالی)

اس سلسلہ میں گذشتہ چند سالوں سے غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے جو طوفان بد تمیزی بپا کر رکھا ہے، اس سے اللہ کی پناہ۔ اتنے جلیل القدر فقیہ محدث کے بارے میں ایسی باتیں لکھنا ایک المیہ ہے۔ حیرانگی کا مقام ہے کہ علماء کرام نے زبیر علی زئی کی تصانیف کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جسکی وجہ سے اس کی کتابوں سے بہت سارے لوگوں کے گمراہ ہونے کا خدشہ ہے اور کئی لوگ شکوک وشبہات میں مبتلا بھی ہوئے۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بات کہنے میں کوئی عار نہیں کہ اہلسنت کے ناشرین نے بھی اس مسئلہ میں کوتاہیاں کیں ہیں۔ کیونکہ علمی اور تحقیقی کتب شائع کرنے میں ناشرین حضرات حیل وحجت سے کام لیتے ہیں، مارکیٹ میں زیادہ چلنے والی کتابوں کی اشاعت میں دلچسپی رکھتے ہیں۔

اور اس بھی بڑھ کر اہل سنت کے وہ لوگ جنھیں فضول کاموں میں تو بڑی دلچسپی ہے مگر جب انھیں کسی تحقیقی کام شائع کرانے کا کہا جائے تو بہت سے بہانے آڑے آجاتے ہیں۔ اہل سنت کی یہ بے حسی اب کی نہیں بلکہ شروع سے چلی آرہی ہے۔ علامہ ظفر الدین بہاریؒ کی کتاب صحیح بہاری تقریباً ۳۱ سال کے بعد منظر عام پر آئی۔ صحیح بہاری چھپنے کا اگر کوئی تفصیلی

ذکر پڑھ لے تو میرے خیال میں ایک غیرت مند سنی کی آنکھوں میں آنسو آجائیں۔ اس درد و کلفت کی وجہ سے حکیم الامت ولی کامل عاشق رسول حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی حنفی نوراللہ مرقدہ نے کہا تھا:۔

اہل سنت بہر قوالی وعرس — دیوبندی بہر تصنیفات و درس

خرچ سنی بر قبور وخانقاہ — خرچ نجدی بر علوم و درسگاہ

(وہ حسرتا، واحسرتا، واحسرتا)

اور اس پر طرہ یہ کہ مقررین و واعظین نے بھولے بھالے سنیوں کو تحقیقی کتب پڑھنے کی عادت ہی نہیں ڈالی ۔ میری تمام خطباء و مقررین سے یہ التجا ہے کہ پڑھنے کی عادت بھی ڈالیں اور تحقیقی کام کی زیادہ سے زیادہ حوصلہ افزائی کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اکابرین کی عزت واحترام اور انکے دفاع کرنے کا حوصلہ اور ہمت عطا فرمائے۔ (آمین)

تعارف امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ

امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ فقہ حنفی کے عظیم مجتہد اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مایہ ناز شاگرد تھے۔ امام محمد بن الحسن نے فقہ حنفی کو مدون کر کے دنیا میں روشناس کرایا۔ امام محمد بن الحسن الشیبانی کی پیدائش جمہور کے قول کے مطابق ۱۳۲ھ اور وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی۔

اساتذہ: آپ کے اساتذہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ، قاضی ابویوسفؒ، امام مالکؒ، محمد بن عبدالرحمن بن ابی ذہب، عبدالرحمن بن ابی زناد، خارجہ بن عبداللہ، محمد بن ہلال، عیسی بن ابی عیسیٰ الخیاط، داؤد بن قیس، امام سفیان بن عیینہ، زمعہ بن صالح، اسماعیل بن عبدالملک، طلحہ بن عمرو، سیف بن سلیمان، ابراہیم بن یزید اموی، عبداللہ بن عبدالرحمن الطائفی، عبدالعزیز

بن ربیع البصری، ہشام بن ابی عبداللہ، ربیع بن صبیح، سعید بن ابی عروبہ، اسماعیل بن ابراہیم، مبارک بن فضالہ، ابوحرہ واصل بن عبدالرحمن، امام اوزاعیؒ، محمد بن راشد المکحولی، اسماعیل بن عیاش، ثور بن یزید، عبداللہ بن مبارک، شعبہ بن الحجاج، عباد بن عوام، ابومالک بن عبداللہ النخعی وغیرہ شامل ہیں۔ (بلوغ الامانی ص ۸)

شاگرد: آپ کے شاگردوں میں امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام یحیٰی بن معین، امام اسد بن فرات، امام ابوحفص کبیرؒ، امام خلف بن ایوب البلخی، امام محمد بن سماعۃؒ، ابوعبید قاسم بن سلام، ہشام بن عبیداللہ رازی، علی بن مسلم طوسی، عمرہ بن ابی عمرو، یحیٰی بن صالح الوحاظی، معلّی بن منصور رازی، علی بن معبد، ابوبکر بن ابی مقاتل، محمد بن مقاتل رازی، موسی بن نصر رازی، شداد بن حکیم بلخی، حسین بن حرب رقی، ابن جبلہ، ابوالعباس حمید، مصعب بن عبداللہ الزبیری، احمد بن محمد بن مہران، ابوبکر ابراہیم بن رستم، عیسی بن ابان، شعیب بن سلیمان، ابوزکریا یحیٰی بن صالح وغیرہ شامل ہیں۔ (مناقب ابی حنیفۃ وصاحبہ ص ۵۰، بلوغ الامانی ص ۲۲، الجوہر المضیہ ۴۳/۲)

علمی مقام: حافظ ابن خلکان اور حافظ عبدالقادر قرشیؒ لکھتے ہیں کہ امام محمد بن الحسنؒ نے ابوحنیفہؒ کے علم کو دنیا میں پھیلایا ہے۔ (وفیات الاعیان ۳۲۱/۲، الجوہر المضیۃ ۴۲/۲)

تصانیف: امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی کتابوں میں المبسوط، الجامع الصغیر، الجامع الکبیر، السیر الصغیر، السیر الکبیر، الزیادات، کتاب الآثار، کتاب الحجۃ علی اہل مدینۃ، المؤطا، زیادۃ الزیادات، الاکتساب فی الرزق المستطاب وغیرہ شامل ہیں۔

امام محمد بن الحسن پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی اپنے بدنام زمانہ مضمون '' تائید ربانی اور ابن فرقد شیبانی '' جو کہ مقالات ۲/۳۴۱ تا ۲/۳۶۴ تک محیط ہے جس میں درج ذیل اقوال ہیں۔ یہ اقوال اور ان کا علمی وتحقیقی جائزہ آپ کے پیش نظر ہے۔

امام ابن معین کا ''جهمی كذاب'' کہنے کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۴۱ پر لکھتا ہے۔

''امام ابوزکریا یحیی بن معین بن عون البغدادیؒ (۲۳۳) نے فرمایا: جهمی كذاب یعنی محمد بن الحسن جہمی کذاب ہے۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی ۴/۵۲ وسندہ صحیح، لسان المیزان ۵/۱۲۲۔۔۔ فالسند صحیح)

امام یحیی بن معین سے اس جرح کو عباس بن محمد البصری (۳۰۶ھ) نے بیان کیا ہے۔۔۔ ابوسعید بن یونس المصری نے کہا: ما رأیت احدا قط أثبت منه میں نے اس سے زیادہ ثبت (ثقہ) کوئی نہیں دیکھا''۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۴/۲۳۰)

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۴۲ پر مزید لکھتا ہے۔

عباس بن محمد البصری سے یہ جرح ابوبکر احمد بن محمد بن صدقہ البغدادی نے روایت کی ہے۔۔۔ امام دارقطنیؒ نے فرمایا: ثقہ ثقہ (سوالات الحاکم للدارقطنی: ۳۸)۔۔۔ جرح مذکور امام یحیی بن معینؒ سے باسند ثابت ہے۔

جواب:۔ یہ جرح چند اہم وجوہات کی بنا پر قابل قبول نہیں ہے۔

۱۔ دکتور عبدالمعطی امین قلعجی کی تحقیق کے ساتھ کتاب الضعفاء للعقیلی ۴/۵۲ میں مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔ بیروت، میں اور حمدی بن عبدالمجید سلفی کی تحقیق کے ساتھ کتاب الضعفاء للعقیلی ۴/۱۲۱۷ دارالصمیعی۔ سعودی عرب میں اس قول کی سند کچھ یوں نقل کی ہے۔ حدثنا

احمد بن محمد بن صدقة قال سمعت العباس بن محمد البصری یقول سمعت یحیی بن معین یقول: محمد جهمی كذاب.

مگر اس سند میں یحیی بن معین کے شاگرد کا نام العباس بن محمد الدوری کی بجائے العباس بن محمد البصری لکھا گیا جو کہ خطا اور سہو ہے۔ میرے پاس کتاب الضعفاء للعقیلی کا جو قلمی نسخہ ہے اس کے صفحہ ۱۹۷۔ب پر بھی العباس بن محمد الدوری ہے۔ بلکہ مختلف مخطوطات میں یہ راوی العباس بن محمد الدوری ہی ہے۔ لہٰذا متعین ہوگیا کہ یحیی بن معین کا شاگرد العباس بن محمد الدوری ہے۔ اس لیے زبیر علی زئی کا العباس بن محمد البصری کی ثقاہت ثابت کرنا فضول ہے۔

۲۔ جب یہ متعین ہوگیا کی یحیی بن معین سے یہ جرح نقل کرنے والے انکے شاگرد عباس الدوری ہیں۔ تو اسکی جانچ پڑتال کے لیے یحیی بن معین کے شاگرد عباس الدوری کی کتاب کا مطالعہ کیا۔ کیونکہ راویوں کا روایت کرنے میں خطا کرنا ممکن ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عباس الدوری کی کتاب تاریخ ابن معین روایۃ الدوری رقم نمبر: ۱۷۷۰ پر یہ جرح محمد جهمی كذاب مذکور ہے ہی نہیں۔ بلکہ اسکے برعکس یحیی بن معین سے ''محمد بن الحسن الشيبانی ليس بشئی'' کے الفاظ ہیں۔ معلوم ہوا کہ یحیی بن معین سے امام محمد بن الحسن الشیبانی کے بارے میں جہمی کذاب کے الفاظ ان کی اپنی کتاب میں ثابت ہی نہیں۔ کتاب الضعفاء للعقیلی میں حافظ عقیلی نے امام یحیی بن معینؒ سے امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کے بارے میں ''محمد جهمی كذاب'' والے جو الفاظ لکھے ہیں یہ خطا ہے۔

۳۔ کتاب الضعفاء للعقیلی ۴/۵۲ میں یہ اس جرح ''محمد جهمی كذاب'' میں صرف محمد کا نام ہے۔ اب اس جرح سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ محمد کون سا راوی ہے۔ اس محمد کا تعین

نہیں کیا گیا۔ اہم بات یہ کہ امام یحیی بن معین نے تاریخ ابن معین روایۃ الدوری رقم نمبر:۱۷۷۰ میں تو امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کو صرف لیس بشئی لکھا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ پھر امام یحیی بن معین نے کس محمد کو کذاب لکھا ہے۔ بالفرض یہ مان لیا جائے کہ امام یحیی بن معین نے محمد بن الحسن کو کذاب کہا ہے۔

پھر سوال یہ ہے کہ پھر امام یحیی بن معین نے کس محمد بن الحسن کو کذاب لکھا ہے۔ جب امام یحیی بن معین کی کتابوں کا مطالعہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ مام یحیی بن معین نے چار محمد بن الحسن راویوں کے بارے میں لکھا ہے۔

۱۔ محمد بن الحسن بن زبالۃ وکان کذابا تاریخ ابن معین روایۃ الدوری رقم نمبر:۱۰۶۰

۲۔ محمد بن الحسن الھمدانی لیس بثقہ تاریخ ابن معین روایۃ الدوری رقم نمبر:۱۶۸۶

۳۔ محمد بن الحسن الشیبانیؒ لیس بشئی تاریخ ابن معین روایۃ الدوری رقم نمبر:۱۷۷۰

۴۔ محمد بن الحسن بن ابی یزید یکذب تاریخ ابن معین روایۃ الدوری رقم نمبر:۱۸۰۸

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام ابن معین نے تاریخ ابن معین میں ۴ محمد بن الحسن پر کلام کیا ہے۔ان میں سے ۲ پر (محمد بن الحسن بن زبالۃ، محمد بن الحسن بن ابی یزید) کذب کی جرح کی ہے، جبکہ محمد بن الحسن الشیبانی پر صرف اور صرف لیس بشئی کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

اعتراض:۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ حافظ عقیلی نے اس جرح کو محمد بن الحسن "صاحب ابی" کے عنوان کے تحت درج کیا ہے لہذا معلوم ہوا کہ امام یحیٰ بن معین کی جرح امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کے بارے میں ہے۔

جواب:۔ عرض ہے کہ امام یحیٰ بن معین کی جرح بھی کذاب کو امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کے باب میں نقل کرنا حافظ عقیلی کا اپنا فہم اور تسامح ہے۔ کیونکہ امام ابن معین کی اپنی کتاب میں امام محمد بن الحسن الشیبانی کو کسی بھی جگہ کذاب نہیں لکھا گیا۔ اگر زبیر علی زئی صاحب

ہمت ہے تو تاریخ الدوری سے امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کے بارے میں کذاب کا لفظ دکھا دیں۔ وگرنہ ایسے ہتھکنڈوں سے اجتناب کریں۔

حافظ عقیلی کے اسی تسامح کی وجہ سے بعض دیگر محدثین کرام کو بھی اشتباہ ہوا جیسے کہ حافظ دارقطنیؒ نے سوالات برقانی رقم:۴۶۸ پر یحیٰ بن معین سے امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کے بارے میں کذاب کا لفظ نقل کیا۔ کیونکہ یہ تسامح حافظ عقیلی سے ہوا لہذا دیگر محدثین کا حافظ عقیلی کے اتباع میں ایسا نقل کرنا بالکل محل اعتنا نہیں۔ مزید یہ کا حافظ دارقطنیؒ سے لے کر امام ابن معین تک سند بھی نہیں ہے۔

اعتراض:۔ یحیٰ بن معین سے کذاب کی جرح یحیٰ بن معین سے محمد بن احمد الاصفری (المجروحین ۲/۲۷۶)، محمد بن سعد العوفی (تاریخ بغداد ۲/۱۸۰، الکامل ابن عدی ۶/۲۱۸۳) اور نصر بن محمد البغدادی (تاریخ البغداد ۱۳/۴۴۹) نے بھی نقل کی ہے۔ اور غالی غیر مقلد نے بھی کذاب کی جرح نقل کرنے میں عباس بن محمد البصری کی متابعت میں ان مندرجہ بالا راویوں کا نام لکھا ہے۔ (مقالات ۲/۳۴۲)

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ یہ سندیں بھی چند وجہ سے نا قابل قبول ہیں۔

اول:۔ یہ کہ المجروحین ۲/۲۷۶ کی سند میں محمد بن احمد الاصفری مجھول ہے۔ لہذا سند مردود ہے۔

دوم:۔ محمد بن سعد العوفی کی سند تاریخ بغداد ۲/۱۸۰، الکامل ابن عدی ۶/۲۱۸۳ میں ہے اور خود زبیر علی زئی نے محمد بن سعد العوفی کو ضعیف کہا ہے۔ مزید یہ کہ اسکی سند میں محمد بن احمد بن عصام اور احمد بن علی بن عمر بن جیش کی توثیق بھی ثابت نہیں۔

سوم:۔ نصر بن محمد البغدادی تاریخ البغداد ۱۳/۴۴۹، کی سند میں نصر بن محمد البغدادی مجھول ہے۔ زبیر علی زئی نے تعصب احناف کی وجہ سے اسکی سند کو صحیح کہا ہے۔ حالانکہ جب یہ راوی امام اعظم ابوحنیفہؒ کی توثیق میں آیا تو اپنے رسالہ الحدیث نمبر:۳۷ صفحہ ۱۲ پر لکھتا

ہے۔"اس روایت میں نصر بن محمد نا معلوم ہے لہذا یہ روایت ضعیف ہے، اگر اس سے مراد نضر بن محمد البغدادی ہو۔(التنکیل ۱/۴۹۰ ت ۲۵۶) تو پھر تاریخ بغداد والی سند صحیح ہے۔قارئین کرام، جب یہ ہی راوی امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی طرف منسوب جرح میں آیا تو یقین کے ساتھ اسکی سند کو صحیح کہا اور جب یہ ہی راوی امام اعظم ابوحنیفہؒ کی توثیق والی سند میں آیا تو اس راوی کی توثیق کو مشکوک انداز میں لکھا۔

۴۔ بالفرض اگر یہ تمام سندیں ثابت بھی ہو جائیں تو پھر بھی فوقیت اور ترجیح امام بن معینؒ کے قدیم شاگرد عباس الدوری کو ہی ہوگی۔اور یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ تاریخ الدوری :۱۷۷۰ میں امام ابن معین سے لیس بشئی ہی ثابت ہے۔مزید یہ کہ امام بن معین سے لیس بشئی کی جرح امام ابوحاتمؒ نے الجرح والتعدیل ۷/۲۲۷ پر اور ابن شاہین نے تاریخ اسماء الضعفاء رقم :۵۳۶ پر نقل کی ہے۔اور ہم اس جرح لیس بشئی کا تفصیلی جائزہ پیش کرینگے۔(انشاء اللہ)

۵۔ اگر بالفرض امام ابن معین کی کذاب والی جرح مان بھی لی جائے تو پھر بھی اس سے استدلال کئی لحاظ سے غلط ہے۔

۱۔ ایک تو یہ کہ کتاب الضعفاء للعقیلی ۴/۵۲ میں ابن معینؒ سے ۲ باتیں منقول ہیں۔ جہمی اور کذاب۔جب کہ یہ بات تو ثابت ہے کہ ائمہ احناف جہمی ہونے سے مبراء تھے اور اس بات کو غیر مقلد اکابرین بھی تسلیم کرتے ہیں۔جب ثابت ہو گیا کہ امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ جہمی ہونے سے مبراء تھے تو اس جرح کی حثییت خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔غیر مقلد ارشاد الحق اثری صاحب اپنی کتاب تنقیح الکلام ص ۲۴۶ پر لکھتے ہیں۔"کہ کذاب کا لفظ کبھی راوی کی بدعت کی طرف اشارہ ہوتا ہے جیسا کہ امام یحییٰ قطان نے عبدالمجید بن عبدالعزیز کو کذاب کہا ہے"۔(المعرفۃ والتاریخ للفسوی ص ۵۲ ج ۳) لہذا اگر امام ابن معینؒ کی جرح کو بالفرض مان بھی لیا جائے تو کذاب کہنے کا مطلب بدعت پر ہوگا، اور بدعت امام یحییٰ بن

معین کے قول میں جہمی ہونا ہے، لہذا جب امام محمد کا جہمی ہونا ہی غلط ثابت ہو گیا تو کذاب کی جرح کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہتی ہے۔

ب۔ کذاب کا انطباق غلطیاں کرنے والے پر بھی ہوتا ہے، ہر جگہ کذاب بمعنی جھوٹا نہیں۔دیکھیے علامہ ذہبی کی میزان الاعتدال ۱/۴۳۷ اور ارشاد الحق اثری غیر مقلد کی توضیح الکلام ص ۲۹۹۔

پ۔ اور اگر کذب عام کا اطلاق کرنا ہے تو پھر معترض پر لازم ہے کہ وہ کذب کا سبب بیان کرے، کیونکہ جرح میں کذب کے اسباب بتانا پڑتے ہیں۔(تہذیب التہذیب ۹/۴۵) زبیر علی زئی صاحب کے ممدوح ارشاد الحق اثری صاحب کذب کی جرح کے بارے لکھتے ہیں۔

شیخ ابوغدہ نے علامہ الیمانی کی الروض الباسم سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے۔ان لفظة كذاب قد يطلقها كثير من المستعنتين في الجرح على من يهم و يخطى في حديثه (الرفع والتکمیل ص ۱۶۸) کہ لفظ کذاب کا اطلاق بہت سے متشددین جرح میں راوی کے حدیث میں وہم و خطاء پر بھی کرتے ہیں۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔ فاما قول الشعبي الحارث كذابا فمحول على انه عنى بالكذاب الخطاء امام شعبیؒ کا فرمان کہ حارث کذاب ہے تو یہ محمول ہے کہ انہوں نے کذب سے خطا مراد لی ہے۔(تنقیح الکلام ص ۲۴۶) زبیر علی زئی کے ممدوح ارشاد الحق اثری صاحب جب کذاب کی جرح کو خطا پر محمول کرتے ہیں تو کیا زبیر علی زئی صاحب امام یحییٰ بن معین کی کذب کی جرح کو پیش کرنے کا حق رکھتے ہیں؟

اعتراض:۔ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۴۳ پر لکھتا ہے۔

فرقہ جہمیہ ایک گمراہ فرقہ ہے جو اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔

جواب:۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ، قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ جہمی اور مرجئی ہونے سے پاک اور مبراء تھے۔ان ائمہ کرام کے اہلسنت ہونے پر تو اجماع کی حد تک

اتفاق ہے۔لہذا ایسے اعتراضات کرکے اپنا نامہ اعمال ہی داغدار کیا ہے۔غالبا زبیر علی زئی کی یہ جہالت ہے کہ انھیں جھمی فرقے کا معلوم ہی نہیں کہ جہمی کہتے کسے ہیں اور جہمیوں کے عقائد کیا ہیں۔ہم پہلے جھمی فرقے کی چند عقاید پیش کرتے ہیں،تا کہ اس فرقے کے احناف سے تقابل میں آسانی ہو سکے۔

جھمی کی تحقیق

جہمیہ فرقے کا انتساب جہم بن صفوان الراسبی کے طرف ہوتا ہے۔جہم بن صفوان علم کلام میں جعد بن درہم زندیق کا شاگرد تھا،اسلام میں خلق قرآن کا نظریہ سب سے پہلے اسی نے پیش کیا۔ان کے چیدہ چیدہ عقائد کتاب الملل والنحل للشہرستانی ص ۱۳۶ میں مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔جہمی رویت باری کی نفی (امتناع وانکار) کرتے ہیں۔

۲۔کلام الہیٰ (قرآن) کو مخلوق ثابت کرتے ہیں۔

۳۔شارع کی جانب سے سننے اور سماعت سے پہلے ہی عقل کے رو سے معاف کو واجب ٹھہراتے ہیں اور ان عقائد میں معتزلی کا ہم خیال ہے۔

۴۔جس صفت سے مخلوق کو موصوف کیا جاتا ہے اس سے خدا تعالیٰ کو متصف کرنا غلط ہے۔

۵۔جہمی نے باری تعالیٰ کے لیئے ایسے علوم کو ثابت کیا جو حادث (فنا پزیر) ہیں مگر کسی محل میں نہیں بلکہ یہ علوم اس کی ذات میں حادث ہیں۔

۶۔جہمی کہتے ہیں کہ انسان کسی چیز پر قادر نہیں ہے۔

۷۔۔جہمی کہتے ہیں کہ جنت اور دوزخ فنا ہو جائینگی۔

۸۔۔جہمی کہتے ہیں کہ جس شخص کو معرفت خداوندی حاصل ہوگئی پھر اس نے اپنی زبان سے

اس کا انکار کر دیا تو اس انکار کی وجہ سے وہ کافر نہیں ہوگا۔

حافظ ابن حجر جھمی فرقے کے بارے میں لکھتے ہیں۔" والجهمية من ينفي صفات الله تعالىٰ أثبتها الكتاب و السنة، و يقول: ان القرآن مخلوق. (ہدی الساری ص ۴۵۹)

ترجمہ:۔ جہمی وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے اُن صفات کی نفی کرتا ہیں جو کتاب وسنت میں اللہ تعالیٰ کے لیئے ثابت ہیں اور اُن کا خیال ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔

نکتہ:۔ قارئین کرام ان تمام عقائد سے ائمہ احناف بری الذمہ ہیں،ان پر ایسے الزام صرف اور صرف پروپیگنڈا ہی ہے،جس کی کوئی حقیقت نہیں۔جہمیوں پر ائمہ احناف نے سختی سے رد کیا ہے۔تفصیل کے لیے شرح فقہ الاکبر،عقیدہ طحاویہ اور شرح عقائد کا مطالعہ کریں۔

جھمی ہونے کے الزام کی حقیقت

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام محمد بن الحسنؒ پر انکے مخالفین نے جھمی ہونے کا الزام لگایا،جہمیوں کا ایک سب سے اہم عقیدہ قرآن کا مخلوق ہونا بھی تھا۔ائمہ احناف بشمول امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ نے خلق قرآن پر کوئی گفتگو نہیں کی۔اور اس پر انکے مخالفین نے ان پر جھمی ہونے کا الزام لگایا۔

ا۔استاذ ابوزہرہ مصری لکھتے ہیں۔"اس مسئلہ (خلق قرآن) پر امام ابوحنیفہؒ نے غور خوض کرنا مناسب نہ سمجھا مگر انکے مخالفین برابر پروپیگنڈا کرتے رہتے تھے جب یہ پروپیگنڈے کا سلسلہ لگاتار جاری رہا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان افواہوں کو پھلنے پھولنے کا موقع زیادہ مل گیا حتیٰ کہ اکثر علمائے احناف (فروعی مسائل میں مقلد،معتزلی اور مرجیؒ) اس کے قائل ہو گئے،اور امام ابوحنیفہؒ کی طرف مخالفین اسے منسوب کرنے لگے جس کا خمیازہ امام ابوحنیفہ کو بھگتنا پڑا۔(ابوحنیفہ ص ۳۱۲)

۲۔ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی لکھتے ہیں۔'' ہوا یوں کہ اکثر محدثین نے ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔معتزلیوں نے محدثین پر جو مظالم ڈھائے تھے اس کا انتقام انہوں نے ابوحنیفہؒ اور انکے اصحاب سے لیا اور نقد و جرح کے تیروں سے ان کو گھائل کر دیا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ جمہور معتزلی فروعی مسائل میں فقہ حنفی کے ماننے والے تھے۔یہ ہیں ابوحنیفہؒ اور انکے اصحاب پر قدیم اور جدید حملہ کے اسباب اور وجوہات۔(حدیث رسول ﷺ کا تشریعی مقام ص ۲۴۶)

۳۔خطیب البغدادیؒ لکھتے ہیں۔'' و قال النخی حدثنا محمد بن شاذان الجوهری قال سمعت اب سليمان الجوزجانی و معلی بن منصور الرازی يقولان ما تكلم أبا حنيفةؒ ولا ابويوسف ولا زفر ولا محمد ولاأحد أصحابهم فی القرآن و انما تكلم فی القرآن بشر المريسی و بن أبی داوٗد فهولاء شانوا أصحاب أبی حنيفه'' (تاریخ بغداد ۳۸۳/۱۳)

ترجمہ:۔ قرآن پاک کے مخلوق ہونے کے بارے میں نہ تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسفؒ نے گفتگو کی اور نہ زفرؒ، امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ اور ان کے کسی شاگرد ہی نے، بلکہ بشر مریسی اور ابن ابی داود نے گفتگو کی اور انہوں نے الزام اصحاب أبی حنیفہ پر لگا دیا۔

بس قارئین اس تحقیق سے یہ واضح ہو گیا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام محمد بن الحسنؒ پر جہمی ہونے کا الزام باطل فرقے کے امام بشر مریسی اور ابن ابی داود نے لگایا تھا اور یہ دونوں جلیل القدر ائمہ اس الزام سے بری الذمہ ہیں۔اور مخالفین کا انکے خلاف صرف پروپیگنڈا ہے۔

کیا امام محمد جهمی تھے؟

کیا امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ خلق قرآن کے قائل تھے؟ اس کے بارے میں علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

قال احمد بن القاسم بن عطية سمعت ابا سليمان الجوزجانی يقول سمعت محمد بن

الحسن يقول: والله لا أصلی خلف من يقول القرآن مخلوق (العلو للعلی الغفار ص ۱۵۲)

ترجمہ:۔احمد بن قاسم بن عطیہ کا بیان ہے کہ میں نے ابوسلیمان جوزجانی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ محمد بن الحسن فرما رہے تھے۔اللہ کی قسم، میں ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا جو کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔اس حوالہ سے واضح ہو گیا کہ امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ جہمی عقائد کے سخت خلاف تھے۔اور اہل سنت و جماعت میں سے تھے۔

ائمہ احناف (امام محمد) کا اہل سنت ہونا

۱۔ابومنصور عبدالقاہر البغدادی لکھتے ہیں:۔'' تہتر واں فرقہ اہل سنت والجماعت کا ہے، اس میں اصحاب الحدیث (محدثین کرام) اور صحاب الرائے (فقہاء کرام) دونوں ہی شامل ہیں۔ان دونوں کے فقہا، قراء، محدثین اور متکلمین سب کے سب توحید باری، صفات الٰہی، عدل خداوندی، حکمت الٰہی اور اسماء و صفات خالق حقیقی کے تعلق سے ایک اور یکساں عقیدہ پر متفق ہیں۔(الفرق بین الفرق ص ۶۲)

۲۔اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں۔امام محمد تو اکابر ائمہ اہلسنت ہیں۔(تحریک آزادی فکر ص ۸۶)

۳۔عطاء اللہ حنیف غیر مقلد امام ابو یوسف اور امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کو ائمہ سلف میں لکھا ہے۔(حاشیہ حیات حضرت امام ابوحنیفہؒ ص ۳۲۸)

۴۔ابن تیمیہ نے امام محمدؒ کو ائمۃ المسلمین میں شمار کیا ہے۔(الاستقامۃ لابن تیمیۃ ۱۰۸/۱)

اس سے واضح ہو گیا کی امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ ائمہ اہل سنت سے تھے اور غالی غیر مقلد کا ایسی جرح کا حقائق کے بعد نقل کرنا مردود ہے۔نیز امام یحیٰ بن معین کی جرح میں کذب کا سبب جہمی ہونا واضح ہے لہذا جب جرح کا سبب جہمی ہونا ہی غلط ثابت ہو گیا، تو جرح کی فرع کذاب خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔یعنی جب کذاب کہنے کی وجہ جہمی ہونا ہے تو جب جہمی ہونا ہی غلط ثابت ہو گیا تو کذاب کی جرح تو خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔اور یہ بھی ذہن نشین

رہے کہ ہر جگہ کذاب کا مطلب جھوٹا ہونا نہیں ہوتا بلکہ کذاب کا لفظ غلطیاں کرنے والے پر بھی لاگو ہوتا ہے۔

امام ابن معینؒ کے "لیس بشئی" کہنے کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۳۴۳/۲ پر لکھتا ہے۔

امام ابن معین نے مزید فرمایا: لیس بشئی محمد بن الحسن کچھ چیز نہیں ہے۔ (تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۱۷۷۰، الجرح والتعدیل ۲۲۷/۷)۔۔۔ معلوم ہوا کہ عباس الدوری کی نقل کردہ یہ جرح امام یحیٰ بن معینؒ سے باسند صحیح ثابت ہے۔

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ امام ابن معینؒ کی یہ جرح چند وجوہات کی بنا سے قابل قبول نہیں ہوسکتی۔

۱۔ ابن معین کا لیس بشئی کہنا، جرح ہی نہیں ہے۔ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کے ممدوح عبدالرحمٰن المعلمی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ "ان ابن معین قد یطلق کلمۃ لیس بشئی لا یریدبھا التضعیف و انما یرید قلۃ الحدیث" ترجمہ: بے شک امام ابن معین بسا اوقات جو لیس بشئی کا کلمہ بولتے ہیں اس سے انکی مراد راوی کا ضعف بیان کرنا نہیں ہوتا بلکہ اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ راوی کم احادیث روایت کرتا ہے۔ (التنکیل ۲۱۴/۱)

غیر مقلد محمد گوندلوی لکھتے ہیں۔ "ابن قطانؒ نے کہا ہے کہ امام ابن معینؒ نے جو یہ کہا ہے: لیس بشئی (یہ راوی کچھ نہیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ راوی بہت روایتیں بیان نہیں کرتا"۔ (خیر الکلام ص ۴۶)

اعتراض:۔ غالی غیر مقلد مقالات ۳۴۳/۲ پر لیس بشئی کے متعلق لکھتا ہے۔

"۔۔۔ راوی قلیل الحدیث ہے، یہاں اس جرح کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ اس راوی کی حدیثیں بہت تھوڑی ہیں۔ حافظ ابن قطان الفاسی المغربی اور حافظ ابن حجرؒ (ہدی الساری

ص ۴۲۱ ترجمہ عبدالعزیز بن المختار) کا کلام اس پر محمول ہے۔ اب یہ راوی ثقہ ہے یا ضعیف؟ اس کے بارے میں جمہور محدثین کو ترجیح دی جائے گی۔

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ آپ اپنا اصول اپنے پاس ہی رکھیے۔ ہم آپ کے اصولوں کے پابند نہیں ہیں۔ آپ نے بڑا ہی عجیب اصول وضع کیا ہے، جسکے مردود ہونے میں کوئی شک نہیں۔ کسی بھی محدث کی جب جرح ثابت ہوگی تو وہ پھر جمور محدثین کی رائے پر پرکھا جائے گا۔ بحث اس میں ہے کہ آیا لیس بشئی جرح ہے کہ نہیں؟ خود معلمی اور محمد گوندلوی غیر مقلد سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ لیس بشئی امام ابن معین کی یہ جرح ہی نہیں بنتی، تو خواہ مخواہ اسے جمہور محدثین کی موافقت میں کیوں پیش کیا جائے۔ راوی کے ضعف کو جمہور محدثین سے ثابت کرنے کے لئے خوامخواہ امام ابن معین کے قول کو جرح بنانا مردود ہے۔ ابھی پہلی جرح ثابت نہیں ہوئی، جمہور کیسے ثابت ہوگا؟۔ جرح ثابت ہونے کے بعد جمہور علماء کرام کا اندازہ ہوتا ہے۔ جرح ثابت نہ ہونے پر جمہور کی بات غلط اور باطل ہے۔

اعتراض:۔ غالی غیر مقلد مقالات ۳۴۴/۲ پر لکھتا ہے۔

"عبدالحی لکھنوی وغیرہ بعض الناس کا یہ پروپیگنڈہ کرنا کہ امام ابن معین کی جرح لیس بشئی مطلقا اس پر محمول ہے کہ راوی کی حدیثیں بہت تھوڑی ہیں، کئی وجہ سے مردود ہیں۔۔۔ عبدالفتاح ابوغدہ الکوثری نے کتاب الرفع والتکمیل کے حاشیے (ص ۲۱۳ تا ۲۲۰) میں تیس (۳۰) مثالیں پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ امام ابن معین کا قول لیس بشئی (عام طور) پر راوی کی تضعیف ہوتی ہے۔

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ ہم اس اصول کو مطلقا نہیں پیش کرتے۔ مزید یہ کہ عبدالفتاح ابوغدہ الکوثری نے کتاب الرفع والتکمیل کے حاشیے (ص ۲۱۳ تا ۲۲۰) میں تیس (۳۰) مثالیں جو دیں ہیں ان میں اکثر میں تو خود امام ابن معین کی لیس بشئی کے ساتھ تضعیف کا

اطلاق کیا ہے۔لہذا عبدالفتاح ابوغدہ کا حوالہ پیش کرنا بھی فضول ہے۔اورزبیر علی زئی کے پیش کردو تین حوالے (شرحبیل بن سعد الخطمی ،اسحاق بن ادریس البصری، حسین بن عبداللہ بن ضمیرہ) میں بھی امام ابن معینؒ نے لیس بشئی کے ساتھ خود کذاب یا ضعیف کی تصریح بھی کی ہے۔لہذا امام ابن معین کا امام محمد کو صرف لیس بشئی کہنا جرح نہیں ہے۔اورزبیر علی زئی کی تمام تاویلات باطل ہیں۔کیونکہ کبھی لیس بشئی سے مراد قلیل الروایات ہوتا ہے اور کبھی لیس بشئی سے مراد ضعیف ہوتا ہے۔

۲۔بالفرض اگر لیس بشئی کو جرح مان بھی لیا جائے تو پھر بھی یہ جرح مبہم ہے۔غیر مقلد ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں۔''امام ابن معین کے قول لیس بشئی اور امام احمد بن حنبلؒ کے قول لہ مناکیر کو جرح مفسر کہنا فن جرح وتعدیل سے ناواقفی کی بین دلیل ہے۔'' (توضیح الکلام ص۴۵۲)

حافظ ابن حجرؒ نے امام ابن معین کی جرح لیس بشئی کو جرح مبہم کہا ہے۔(ھدی الساری ص ۵۹۵ ترجمہ عبدالمتعال ابن طالب) لہذا جرح مبہم قابل قبول نہیں ہوتی۔کیونکہ جب تک ضعیف کہنے کی وجہ نہ بیان کی جائے جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:''جرح کو صرف اسی وقت قبول کیا جاتا ہے۔جب جرح مفسر ہو کیونکہ اسباب جرح میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ مزید لکھتے ہیں:''ایک چیز ایک جارح کے نزدیک فسق کا باعث (جرح) ہوتی ہے۔جس کی بنیاد پر وہ جرح کردیتا ہے حالانکہ حقیقت میں یا دوسروں کے نزدیک یہ جرح نہیں ہوتی۔اس لئے جرح میں بیان سبب کی شرط لگائی گئی ہے۔(اختصار علوم الحدیث ص۵۹ مترجم زبیر علی زئی)

حافظ ابن صلاحؒ لکھتے ہیں:۔ ان الجرح لا یثبت الا اذا فسر سببه ''جرح ثابت نہیں ہوتی، جب تک اس کے تمام اسباب بیان نہ کیے جائیں''۔(مقدمہ ابن صلاح ص۶۱)

مولانا عبدالحئیؒ لکھتے ہیں:۔وأما الجرح فانه لا یقبل الا مفسرا مبینا لسبب الجرح ...... الی قوله : لأن الناس مختلفون فی أسباب الجرح فیطلق أحدهم الجرح بناء اعلی ما اعتقده جرحا ، ولیس بجرح فی نفس الأمر ، فلا بد من بیان سببه لیظهر أهو قادح أم لا ؟ انتهیٰ. یعنی وہ جرح احاطہ قبول میں آسکتی ہے جو مفسر ہو اور اس میں جرح کے تمام اسباب واضح ہوں، اسلئے کہ جرح کے اسباب میں لوگ مختلف ہوتے ہیں وہ اپنے اعتقاد کی بنا پر کسی کو مجروح کردیتے ہیں۔ حالانکہ نفس الامر میں وہ جرح نہیں ہوتی اس لئے اس کے تمام اسباب کا بیان کرنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ حقیقت میں یہ (راوی) مجروح ہے یا نہیں۔(الرفع والتکمیل ص۸۰، کتاب ھدی الساری ۲/۱۷۱۔۲/۱۷۳)

۳۔امام ابن معین کی جرح اس لیے بھی قابل قبول نہیں کیونکہ امام ابن معین متشدد تھے۔دیکھیے توضیح الکلام ص۱۶۸و۴۵۴،مقالات اثری ۲/۲۷۰،فتاوی علمیہ زبیر علی زئی ۱/۵۷۷،اعلان بالتوبیخ ص۱۶۸،الموقظہ ص۸۳،ذکر من یعتمد ص۱۷۲،المتکلمون فی الرجال ص۱۳۷۔

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں۔''وابن معین، وابوحاتم، والجوزجانی متعنتون'' یعنی ابن معین، اور ابوحاتم اور جوزجانی متعنت (متشدد) تھے۔(ذکر من یعتمد ص۱۷۲)

اور اصول علم الرجال کے مطابق متشدد کی جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔حوالا جات ملاحظہ کیجیے۔

۱) علامہ ذھبیؒ کی ذکر من یعتمد قوله فی الجرح والتعدیل ص ۱۷۲

۲) علامہ سخاویؒ کی کتاب المتکلمون فی الرجال ص ۱۴۴

۳) زبیر علی زئی کی مقالات ۳۱۶/۱

۴) علامہ عبدالحی لکھنوی کی الرفع والتکمیل ص ۲۷۳، ص ۴۵۱، ص ۴۲۹

۵) غیر مقلد محمد گوندلوی لکھتے ہیں کہ ”جرح کرنے والا اگر متعنت متشدد ہو تو اس کی توثیق معتبر ہے مگر جرح معتبر نہیں (خیر الکلام ص ۴۶)

۶) ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں۔ ”اور یہ طے شدہ بات ہے کہ متعنت کی جرح قابل قبول نہیں“۔ (توضیح الکلام ۳۱۲/۱)

اعتراض:۔ غالی غیر مقلد شعبدہ بازی کرتے ہوئے مقالات ۳۴۶/۲ پر لکھتا ہے۔

”اگر کوئی یہ کہے کہ امام ابن معینؒ متشدد و متعنت تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جارح کی جرح دو حالتیں ہوتی ہیں ۔ا۔ جمہور کے خلاف ہو، ایسی جرح مردود ہوتی ہے چاہے امام ابن معین کی جرح ہو یا کسی دوسرے امام کی ۔۲۔ جمہور کے خلاف نہ ہو۔ ایسی حالت میں جرح مقبول ہوتی ہے، چاہے متشدد و متعنت کی جرح ہو معتدل و منصف کی۔ چونکہ شیبانی مذکور کے بارے میں امام ابن معین کی جرح جمہور کے خلاف نہیں بلکہ جمہور کے مطابق و موافق ہے لہذا یہاں مقبول ہے۔

جواب:۔

ا۔ زبیر علی زئی کا یہ جواب اتنا بھونڈا ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ جناب آپ اپنے اصول سنبھال کر رکھیں کام آئیں گے۔ اگر راوی کی جرح و تعدیل کا فیصلہ صرف عددی برتری پر ہی ہوتا تو محدثین کرام متشدد اور متعنت محدثین کا نام نہیں لیتے۔ اور متعنتین اور متشدد کی جرح نا قابل قبول کا اصول کبھی وضع نہ کرتے۔ ابھی امام ابن معین کی جرح ثابت نہیں ہوئی اور جمہور جمہور کا رٹ شروع کر دیا۔ جناب جمہور کی بات جرح ثابت ہونے کے بعد کی ہے۔ اسماء الرجال میں پہلے جرح ثابت کرنی ہوتی ہے اور آخر میں تمام جرح ثابت ہونے کے بعد پھر جمہور کا فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔

نکتہ:۔ قارئین کرام، زبیر علی زئی کا یہ دھوکا ذہن نشین رہے کہ وہ سارے مضمون میں، جب جرح مفسر ثابت نہیں کر پاتے تو پھر کہتے ہیں کہ یہ جرح جمہور کے مطابق ہے لہذا قابل قبول ہے۔ لہذا اس دھوکے سے ہوشیار رہیے گا۔

ب۔ مزید یہ کہ ائمہ کرام پر معتدل محدث کی مبہم جرح قابل قبول نہیں ہوتی چہ جائیکہ امام ابن معین متشدد محدث کی مبہم جرح قبول کی جائے۔

امام ابن معینؒ کا ”فلا تکتب حدیثہ“ کہنے کی تحقیق

اعتراض:۔ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۳۴۴/۲ پر لکھتا ہے۔

امام ابن معین نے فرمایا وہ کچھ چیز نہیں اور اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ (الکامل ابن عدی ۲۱۸۳/۶)

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ امام ابن معین کا یہ قول الکامل ابن عدی ۲۱۸۳/۶ میں موجود نہیں ہے۔ لہذا یہ حوالہ پیش کرنا غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کا کالا جھوٹ ہے۔ الکامل ابن عدی ۲۱۸۳/۶ پر یہ جرح امام ابن معین سے نہیں بلکہ امام احمد بن حنبلؒ سے ہے۔ امام ابن معینؒ کی یہ مذکورہ بالا جرح کے الفاظ تاریخ بغداد ۵۷۲/۲ پر ہیں۔

مذکورہ بالا جرح کی سند کچھ یوں ہے۔ اخبرنی احمد بن عبداللہ الأنماطی قال أنبانا محمد بن المظفر الحافظ انا علی بن احمد بن سلیمان المصری قال انا احمد بن سعیدبن أبی مریم حدثهم قال و سألته یعنی ابن معین عن محمد بن الحسن فقال لیس بشئی فلا تکتب حدیثه. (تاریخ بغداد ۵۷۲/۲)

۱۔ تو اس سند میں امام ابن معینؒ کا نام کسی راوی کا اضافہ ہے کیونکہ یہ جرح اس سند علی بن احمد بن سلیمان المصری قال انا احمد بن سعید بن ابی مریم کے ساتھ الکامل ابن عدی ۶/۱۷۴ پر موجود ہے مگر جرح کرنے والے امام ابن معین نہیں بلکہ امام احمد بن حنبلؒ ہیں۔ اور الکامل ابن عدی قدیم کتاب ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ تاریخ بغداد میں گڑبڑ ہوگئی ہے۔

اور تاریخ بغداد میں راویوں کے نام غلط ہونے کی تصریح خود زبیر نے بھی کی ہے۔ خود اسی سند کے بارے میں زبیر علی زئی لکھتا ہے۔ ''احمد بن سعد بن ابی مریم کی بجائے تاریخ بغداد میں غلطی سے احمد بن سعید بن ابی مریم چھپ گیا ہے۔ جس کی اصلاح ہم نے کتب رجال سے کردی ہے۔'' (مقالات ۲/۳۴۵) معلوم ہوا کہ تاریخ بغداد میں رجال کے ناموں میں کافی گڑبڑ ہے۔ لہذا امام ابن معین کی طرف اس جرح کا انتساب صحیح نہیں ہے۔

۲۔ اس جرح کے دو جملے ہیں، لیس بشئی، اور فلا تکتب حدیثہ۔ لیس بشئی پر طویل گفتگو ہو چکی ہے لہذا اس مقام پر فلا تکتب کے بارے میں چند گزارشات عرض ہیں۔

اس جرح میں فلا تکتب یا لاتکتب کے الفاظ جرح مبہم ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن المعلمی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ان کلمة لا تكتب حديثه ليست بصريحة فى الجرح یعنی لاتکتب حدیثہ کا کلمہ جرح صریح (مفسر) نہیں ہے (التنکیل ۱/۱۰۹)۔ اور محدثین کرام سے یہ بات باحوالہ ثابت کردی گئی ہے کہ جرح مبہم قابل قبول نہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: ''جرح کو صرف اسی وقت قبول کیا جاتا ہے۔ جب جرح مفسر ہو کیونکہ اسباب جرح میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۵۹ مترجم زبیر علی زئی)

حافظ ابن کثیرؒ مزید لکھتے ہیں: ''ایک چیز ایک جارح کے نزدیک فسق کا باعث (جرح) ہوتی ہے۔ جس کی بنیاد پر وہ جرح کردیتا ہے حالانکہ حقیقت میں یا دوسروں کے نزدیک یہ جرح نہیں ہوتی۔ اس لئے جرح میں بیان سبب کی شرط لگائی گئی ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۶۰ مترجم

زبیر علی زئی) لہذا فلا تکتب حدیثہ کی جرح مبہم ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے۔

۳۔ فلا تکتب والی جرح اگر بالفرض ثابت ہو بھی ہوجائے تو پھر بھی قابل قبول نہیں ہوگی کیونکہ امام ابن معین نے امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ سے انکی کتاب جامع الصغیر لکھی ہے۔

خطیب البغدادی لکھتے ہیں۔ حدثنی الحسن بن محمد بن الحسن الخلال قال أنبانا على بن عمر الجريرى ان أبا القاسم على بن محمدبن كاس النخعى...وقال النخعى حدثنا عبدالله بن عباس الطيالسى قال نبانا عباس الدورى قال سمعت يحيىٰ بن معين يقول كتبت الجامع الصغير عن محمد بن الحسن (تاریخ البغداد ۲/۱۷۶)

ترجمہ:۔ امام ابن معین نے فرمایا: میں نے ''الجامع الصغیر'' خود امام محمد بن الحسن سے لکھی۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

۱۔ الحسن بن محمد بن الحسن الخلالؒ	ثقہ	تاریخ بغداد ۷/۴۲۵
۲۔ علی بن عمر بن سھل الحریریؒ	ثقہ	تاریخ بغداد ۱۲/۲۱
۳۔ القاسم علی بن محمد بن کاس النخعیؒ	ثقہ	تاریخ بغداد ۱۲/۷۰
۴۔ عبداللہ بن عباس الطیالسیؒ	ثقہ	تاریخ بغداد ۱۰/۳۶
۵۔ عباس بن محمد الدوریؒ	ثقہ	الکاشف رقم: ۲۶۰۹
۶۔ یحیی بن معینؒ	ثقہ	تقریب التھذیب رقم: ۷۶۵۱

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

اعتراض:۔ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی شعبدہ بازی کرتے ہوئے مقالات ۲/۳۴۷ لکھتے ہیں۔

''اگر کوئی کہے کہ امام ابن معین کی جرح خود اُن کی تعدیل سے معارض ہے کیونکہ اُنھوں نے

محمد بن الحسن الشیبانیؒ سے اس کی کتاب الجامع الصغیر لکھی تھی۔اس کا جواب یہ ہے کہ کسی سے کتاب یا روایت لکھنا اور چیز ہے اور آگے وہ کتاب یا روایت کرنا اور چیز ہے۔امام ابو حاتم نے فرمایا۔۔۔جب تو لکھے تو ہر ایک سے لکھ اور جب روایت کرے تو تفتیش کر۔(الجامع الاخلاق الراوی وآداب السامع ۲/۲۲۰)

آگے مزید لکھتے ہیں کہ لکھنا اور روایت کرنا اور چیز ہے۔امام ابن معین سے الجامع الصغیر یا کسی روایت کا محمد بن الحسن مذکور سے روایت کرنا باسند صحیح وحسن ثابت نہیں ہے لہذا مطلق طور پر کتاب لکھنے کو تعدیل بنا دینا غلط ہے۔جبکہ مقابلے میں صریح اور واضح جرح ثابت ہے۔

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علی زئی کی یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ یہ اصول امام ابن معینؒ پر لاگو نہیں ہو سکتا۔اور وہ اس لیے کہ امام ابن معینؒ نے زیادہ حدیثیں لکھی مگر انھوں نے روایت بہت کم بیان کیں۔

امام ابن سعد لکھتے ہیں۔" و قد کان اکثر من کتاب الحدیث و عرفه به، و کان لا یکاد یحدث" (الطبقات الکبریٰ ۷/۲۵۳) یعنی کہ امام ابن معین سب سے زیادہ لکھنے والے تھے اور اس کتابت حدیث کے ساتھ مشہور تھے، لیکن ان کا احادیث بیان کرنا بہت کم تھا۔

معلوم ہوا کہ امام ابن معین احادیث بہت لکھتے تھے مگر روایات بہت کم بیان کرتے تھے۔

مزید یہ کہ امام ابن معین کا کسی راوی سے روایت لینا ہی ثقاہت کے لیے کافی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔روی عنه یحییٰ بن معین قلت و یکفیه روایة ابن معین عنه (لسان المیزان ۴/۲۷ ترجمہ سعدان بن سعد اللیثی) یعنی کہ امام ابن معینؒ نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔میں (حافظ ابن حجرؒ) کہتا ہوں کہ ان کے (ثقہ ہونے) کے لیے امام ابن معین کا ان سے روایت کرنا ہی کافی ہے۔لہذا امام محمد بن الحسن کی توثیق کے لیے امام ابن معین کا روایت کرنا ہی کافی ہے۔لہذا معلوم ہوا کہ امام ابن معین نے امام محمد بن

الحسن الشیبانیؒ کی کتاب الجامع الصغیر لکھ کر ان کی توثیق کی ہے۔مزید یہ کہ امام ابن معین سے دیگر نام نہاد جرح ثابت ہی نہیں ہے اگر اس جرح کو تسلیم کر بھی لیں تو یہ جرح مبہم ہے جبکہ امام معین نے امام محمد بن الحسنؒ سے روایت لے کر ان کی واضح توثیق کی ہے۔

قارئین! اس تحقیق سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ابن معین کا لیس بشئی کہنا جرح نہیں کیونکہ انھوں نے خود امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی کتاب (روایات) لکھیں۔مزید یہ بھی یاد رہے کہ جب امام ابن معین کی جرح میں اختلاف ہو جائے تو ترجیح اور فوقیت اُن کے شاگرد العباس بن محمد الدوری کی روایت کو ہی ہوگی۔امام ابن معین کا لیس بشئی (کم روایت والا راوی) اور امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ سے کتاب الجامع الصغیر لکھنے والی روایات کے راوی العباس بن محمد الدوری ہی ہیں۔لہذا معلوم ہوا کہ اگر بالفرض امام ابن معین کی دیگر جرحیں (جو کہ مبہم ہیں) کو مان بھی لیں تو پھر بھی ترجیح العباس بن محمد الدوری کی روایت کو ہوگی۔اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابتداء میں اگر امام ابن معین نے جرح کی بھی ہو تو بعد میں اُنھوں نے اس رجوع کر لیا تھا۔

امام ابن معینؒ کا اعتراف حق

امام ابن معین نے محدثین کی جروحات کی اصلیت کو واضح کر کے ائمہ احناف کی مظلومیت کا ثبوت فراہم کیا۔امام ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں۔"حدثنا عبدالرحمٰن بن یحییٰ ثنا احمد بن سعید ثنا ابو سعید بن الاعرابی، ثنا عباس بن محمد الدوری قال سمعت یحییٰ بن معین یقول أصحابنا یفرطون فی أبی حنیفه و اصحابه"۔(جامع بیان العلم وفضلہ ۲/۲۴۱ وسندہ صحیح)

ترجمہ:۔ہمارے اصحاب (محدثین کرام) نے امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب (امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ وغیرہما) کے بارے میں بڑی زیادتیاں کرتے ہیں (یعنی

بغیر کسی وجہ کے جرح اور اعتراض کرتے ہیں۔)

قارئین کرام۔امام ابن معینؒ کی اس بات کے بعد ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے مگر پھر بھی عرض یہ ہے کہ ان کی گواہی کے بعد کم از کم امام ابن معین کو امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کے جارحین میں شمار کرنا ظلم عظیم ہے۔اس تمام تحقیق کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ پر امام ابن معین کی جرح ثابت نہیں ہوتی بلکہ امام ابن معینؒ تو امام محمد بن الحسن کے موثقین میں سے ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے امام احمد بن حنبل سے ۴ اقوال نقل ہیں۔لہذا بالترتیب انکا تحقیق جائزہ ملاحظہ کریں۔

لیس بشئی و لا یکتب حدیثه کی تحقیق

غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۳۴۷/۲ پر لکھتا ہے۔''امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل نے محمد بن الحسن الشیبانیؒ کے بارے میں فرمایا: لیس بشئی و لا یکتب حدیثه'' وہ کچھ چیز نہیں اسکی حدیث نہ لکھی جائے۔(الکامل ابن عدی ۲۱۸۳/۶)

جواب:۔ امام احمد بن حنبلؒ کے اس قول میں دو جملے لیس بشئی اور لا یکتب حدیثه ہیں۔

اس قول میں فلا تکتب یا لاتکتب کے الفاظ جرح مبہم ہیں۔شیخ عبدالرحمٰن المعلمی غیر مقلد لکھتے ہیں۔

''ان کلمة لا تکتب حدیثه لیست بصریحة فی الجرح''یعنی لاتکتب حدیثه کا کلمہ جرح صریح (مفسر) نہیں ہے(التنکیل ۱۰۹/۱)۔اور محدثین کرام سے یہ بات باحوالہ ثابت کردی گئی ہے کہ جرح مبہم قابل قبول نہیں ہوتی۔عرب محقق مصطفیٰ بن اسماعیل نے بھی لا یکتب حدیثه کو مبہم جرح لکھا ہے۔(شفاء العلیل ۵۲۵/۱)

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:۔''جرح کو صرف اسی وقت قبول کیا جاتا ہے۔جب جرح مفسر ہو کیونکہ اسباب جرح میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔(اختصار علوم الحدیث ص ۵۹ مترجم زبیر علی زئی)

حافظ ابن کثیرؒ مزید لکھتے ہیں:۔''ایک چیز ایک جارح کے نزدیک فسق کا باعث (جرح) ہوتی ہے۔جس کی بنیاد پر وہ جرح کردیتا ہے حالانکہ حقیقت میں یا دوسروں کے نزدیک یہ جرح نہیں ہوتی۔اس لئے جرح میں بیان سبب کی شرط لگائی گئی ہے۔(اختصار علوم الحدیث ص ۶۰ مترجم زبیر علی زئی)

لہذا فلا تکتب حدیثه کی جرح مبہم ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے۔

مزید یہ کہ امام احمد بن حنبل نے خود امام محمدؒ سے لکھا ہے۔خطیب البغدادی اپنی سند سے لکھتے ہیں۔

حدثنی الصوری أخبرنا عبدالغنی بن سعید أخبرنا ابو طاهر محمد بن احمد بن عبدالله بن نصر حدثنی ابراهیم بن جابر حدثنی عبدالله بن احمد بن حنبل قال کتبت ابی یوسف و محمد ثلاثة قماطر ،قلت له، کان ینظر فیها،قال کان ربما ینظر فیها.(تاریخ بغداد ۱۵/۳)

ترجمہ:۔ امام عبداللہ بن احمدؒ لکھتے ہیں، میرے والد (امام احمد بن حنبلؒ) نے امام ابو یوسف اور امام محمد (بن الحسن الشیبانیؒ) سے تین قماطیر (بڑے تھیلے) علم کے لکھے تھے۔راوی کہتے ہیں کہ میں نے امام عبداللہ بن احمد سے پوچھا کہ: کیا آپ کے والد ان کا مطالعہ بھی کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔بسا اوقات ان کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

۱۔محمد بن علی بن عبداللہ الصوری	صدوق	تاریخ بغداد ۱۰۳/۳
۲۔عبدالغنی بن سعید	ثقہ	سیر اعلام النبلاء ۲۶۸/۱۷
۳۔محمد بن احمد بن عبداللہ	ثقہ	تاریخ بغداد ۳۱۳/۱
۴۔ابراہیم بن جابر بن عبدالرحمن	ثقہ	تاریخ بغداد ۵۲/۶
۵۔عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ	ثقہ فی الحدیث	سیر اعلام النبلاء ۵۲۳/۱۳

اس سند کے تمام راوی ثقہ یا صدوق ہیں۔

اس مندرجہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبلؒ نے خود امام محمد سے کثیر علم لیا اور اس کا مطالعہ بھی کرتے تھے۔امام احمد بن حنبل کے اس قول پر شیخ عبدالرحمن معلمی غیر مقلد لکھتا ہے۔"فالظاهر انه كتب عنهما مما يرويانه من الأثار" (التنکیل ۱۶۵/۱) معلمی کہتے ہیں کہ اس قول سے ظاہر یہی ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن الحسنؒ دونوں کی احایث لکھی تھیں۔

لہذا معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنے سابقہ قول سے رجوع کر لیا تھا۔لہٰذا لا یکتب حدیثہ کا قول مرجوح اور منسوخ ہونے کی وجہ سے لائق استدلال نہیں ہے اور اس قول کو پیش کرنا باطل و مردود ہے۔

مزید یہ کہ امام احمد بن حنبل کی یہ رائے اہل الرائے کے بارے میں شروع میں تھی جبکہ بعد میں امام احمد اصحاب ابی حنیفہ اور امام اعظم ابی حنیفہؒ کے بارے میں حسن ظن کے قائل ہو گئے تھے۔ ملاحظہ کیجئے (شرح مختصر الروضۃ ۲۹۰/۳)

اعتراض:۔ غالی غیر مقلد ۳۴۸/۲ پر لکھتا ہے۔"عرض یہ ہے کہ ابوالورد کون ہے؟ اس کا

کوئی اتا پتا نہیں ہے، لہذا بے سند دعوی رجوع مردود ہے۔

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ اگر ائمہ احناف کے بغض سے وقت ملے تو کتابوں کا مطالعہ بھی کر لیجئے۔ابوالورد کوئی مجہول نہیں بلکہ یہ تو امام احمد بن حنبلؒ کے اصحاب میں سے تھے۔(طبقات الحنابلہ ۳۵۳/۲) اور اگر ان کا اتا پتا معلوم کرنا ہو تو خطیب بغدادی کی کتاب تاریخ بغداد ۳۳۰/۴ کا مطالعہ کریں۔

اب رہا یہ سوال کہ پھر امام احمد بن حنبل نے لا یکتب حدیثہ کے الفاظ کیوں کہے تو اس کی وجہ حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الانتقاء ص۷۹اپر واضح لکھی ہے۔کہ" وكان أحمد بن حنبل سيئ الراى فى أبى حنيفه، يذمه ولا يرضى عن شيئ من مذهبه" یعنی امام احمد بن حنبلؒ، امام اعظم ابو حنیفہؒ کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے اور ان کے مذہب سے راضی نہ تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ، امام اعظمؒ کے بارے میں خوش کیوں نہیں تھے؟ اس کی وجہ بھی انہوں نے خود بیان کر دی۔امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں۔" اهل الراى لا يروى عنهم الحديث" (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۲۷۲/۱) یعنی اہل الرائے سے حدیث کی روایت نہ لی جائے۔ معلوم ہوا کہ حدیث نہ لینے کی وجہ ان کا ضعیف ہونا نہیں بلکہ ان کا اہل الرائے ہونا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ امام احمد کے قول کا تعلق روایت حدیث سے نہیں بلکہ عقیدے سے ہے۔ اور عقیدے کی بنا پر کسی قول سے راوی کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا۔ملاحظہ کیجئے حافظ ابن حجر کی کتاب لسان المیزان ان ۱۶/۱ اس حوالے سے تو واضح ہو گیا کہ یہ اختلاف صرف مذہبی اور اعتقادی تھا۔جبکہ حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان ان ۱۶/۱ میں، علامہ سبکی نے طبقات الکبریٰ ۱۸۹/۱، علامہ سخاوی نے اعلان بالتوبیخ ۷۳، عبدالحی لکھنوی نے الرفع والتکمیل ص ۲۵۹ اور آپ کے سلفی عالم ارشاد الحق اثری صاحب نے توضیح الکلام ص ۲۲۸ پر اس بات کی وضاحت

کردی ہے کہ اعتقادی اور مذہبی وجہ سے جرح یا اختلاف راوی کو مجروح نہیں کرسکتا۔

"لا أروی عنه شیئا" کی تحقیق

غالی غیر مقلد مقالات ۳۴۹/۲ پر لکھتا ہے۔"امام احمد بن حنبل نے فرمایا" لا أروی عنه شیئا" میں اس سے کوئی چیز روایت نہیں کرتا۔ (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۲۵۸/۲)

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ لا اروی (لا یروی) کو عرب محقق مصطفیٰ بن ابراہیم نے شفاء العلیل ۵۲۴/۱ پر جرح مبہم کہا ہے اور اس بات کا پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جرح مبہم نا قابل قبول ہوتی ہے۔

مزید یہ کہ لاینبغی ان یروی عنه شیئ اور لا أحدث عنه جرح مبهم اور مردود ہے۔
حافظ ابن حجرؒ نے ھدی الساری ۱۲۱/۲ میں الجعد بن عبدالرحمٰن المدنی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ "وقال : لم یروعنه مالک: وهذا تضعیف مردود" اور کہا کہ امام مالک ان سے روایت نہیں لیتے یہ تضعیف مردود ہے۔امام احمد بن حنبل نے ثقہ راوی معلّٰی بن منصور سے صرف اہل الرائے ہونے کی وجہ سے نہیں لکھا۔امام ذہبیؒ لکھتے ہیں۔ کان احمد لا یروی عنه للرای (المغنی فی الضعفاء:۶۳۵۹) لہذا امام احمد بن حنبل کا کسی سے روایت نہ کرنا راوی کا ضعف ثابت نہیں کرتا۔

مزید یہ کہ امام احمد بن حنبلؒ نے امام محمد بن الحسن سے دقیق مسائل بھی لکھے ہیں۔امام صیمریؒ اپنی سند سے لکھتے ہیں۔" اخبرنا احمدبن محمد الصیرفی قال ثنا علی بن عمرو الحریری قال ثنا علی بن محمدالقاضی النخعی قال ثنا ابوبکر القاطیسی(القراطیسی)قال ثنا ابراهیم الحربی قال سألت احمد بن حنبل قلت هذه المسائل الدقائق من أین لک قال من کتب محمد بن الحسن (اَخبار ابی حنیفه ص ۱۲۹)

ترجمہ:۔ امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ آپ باریک اور مشکل مسائل کہاں سے لیتے ہیں۔امام احمد نے فرمایا کہ میں نے یہ مشکل اور دقیق مسائل امام محمد بن الحسنؒ کی کتابوں سے لیے ہیں۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

۱۔احمد بن محمد الصیرفی	ثقہ	سوالات حمزہ السہمی رقم:۱۲۵
۲۔علی بن عمر بن سھل الحریریؒ	ثقہ	تاریخ بغداد ۲۱/۱۲
۳۔القاسم علی بن محمد بن کاس النخعیؒ	ثقہ	تاریخ بغداد ۷۰/۱۲
۴۔ابوبکر القاطیسی (القراطیسی)	ثقہ	تاریخ بغداد ۸۶/۱۳
۵۔ابراہیم الحربی	صدوق	طبقات الحنابلۃ ۲۳۲/۱

اعتراض:۔ غالی غیر مقلد مقالات ۳۴۸/۲ پر لکھتا ہے۔
"عرض ہے کہ اس روایت کا ایک راوی ابوبکر محمد بن بشر بن موسیٰ بن مروان القراطیسی ہے جس کا ذکر تاریخ بغداد (۷۷/۲) اور تاریخ دمشق لابن عساکر (۱۱۰/۵۵) میں بغیر کسی جرح وتعدیل کے ہے لہذا یہ راوی مجهول الحال ہے۔

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ اس سند میں ابوبکر القراطیسی محمد بن بشر بن موسیٰ بن مروان نہیں جسکو آپ مجہول کہہ رہے ہیں۔اس سند میں ابوبکر القراطیسی عمر بن سعد بن عبدالرحمٰن ہے جسکو خطیب البغدادی نے تاریخ البغداد ۸۶/۱۳ پر ثقہ کہا ہے۔

اعتراض:۔ غیر مقلد معلّمی لکھتے ہیں۔"ابراہیم غیر موثوق" التنکیل ۱۶۶/۱ یعنی ابراہیم کی توثیق ثابت نہیں ہے۔

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ ابراہیم الحربی کی توثیق قاضی ابویعلی نے طبقات الحنابلۃ ۲۳۲/۱

میں، امام ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ ۵۸۴:۲ میں، خطیب بغدادی نے تاریخ البغداد ۲۸/۶ پر کی ہے۔لہذا ابراہیم بن اسحٰق الحربی مجہول نہیں بلکہ ثقہ راوی ہے۔

''یذهب مذهب جهم'' کی تحقیق

غالی غیر مقلد مقالات ۳۴۹/۲ پر لکھتا ہے۔''امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔کان یذهب مذهب جهم محمد بن الحسن کا مذہب جہم (ایک بہت بڑا گمراہ) کا مذہب تھا۔(تاریخ بغداد ۱۷۹/۲)

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ امام احمد کے اس قول سے صاف ظاہر ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ ابتداء میں جھمی کے طرف مائل تھے اور اس قول سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امام محمد بن الحسن جھمی ہوں۔کیوں کہ امام محمد بن الحسن اور ائمہ احناف کی بارے میں یہ عقیدہ بدمذہب لوگوں نے گھڑا تھا۔

استاذ ابوزہرہ مصری لکھتے ہیں۔''اس مسئلہ (خلق قرآن) پر امام ابوحنیفہؒ نے غور وغوض کرنا مناسب نہ سمجھا مگر انکے مخالفین برابر پروپیگنڈہ کرتے رہتے تھے جب یہ پروپیگنڈے کا سلسلہ لگاتار جاری رہا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان افواہوں کو پھلنے پھولنے کا موقع زیادہ مل گیا حتیٰ کہ اکثر علمائے احناف (فروعی مسائل میں مقلد معتزلی اور مرجی) اس کے قائل ہو گئے، اور امام ابوحنیفہؒ کی طرف مخالفین اسے منسوب کرنے لگے جس کا خمیازہ امام ابوحنیفہ کو بھگتنا پڑا۔(ابوحنیفہ ص ۳۱۲)

خطیب البغدادیؒ لکھتے ہیں۔''وقال النخعی حدثنا محمد بن شاذان الجوهری قال سمعت اب سلیمان الجوزجانی و معلی بن منصور الرازی یقولان ما تکلم ابا حنیفةؒ ولا ابویوسف ولا زفر ولا محمد ولا أحد أصحابهم فی القرآن و انما تکلم فی القرآن بشر المریسی و بن أبی داوٗد فهولاء شانوأء أصحاب أبی حنیفه'' (تاریخ بغداد ۳۸۳/۱۳)

ترجمہ:۔ قرآن پاک کے مخلوق ہونے کا بارے میں نہ تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسفؒ نے گفتگو کی اور نہ زفرؒ، امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ اور ان کے کسی شاگرد ہی نے، بلکہ بشر مریسی اور ابن ابی داوٗد نے گفتگو کی اور انہوں نے الزام اصحاب أبی حنیفہ پر لگا دیا۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔قال احمد بن القاسم بن عطیة سمعت ابا سلیمان الجوزجانی یقول سمعت محمد بن الحسن یقول: والله لا أُصلی خلف من یقول القرآن مخلوق (العلو العلی الغفار ص ۱۵۲)

ترجمہ:۔ احمد بن قاسم بن عطیہ کا بیان ہے کہ میں نے ابوسلیمان جوزجانی سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ محمد بن الحسن فرما رہے تھے۔اللہ کی قسم، میں ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا جو کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔

اس حوالہ سے واضح ہو گیا کہ امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ جھمی عقائد کے سخت خلاف تھے۔اور اہل سنت و جماعت میں سے تھے۔لہذا امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول دیگر شواھد کی روشنی میں صحیح نہیں ہے۔اگر بالفرض اس قول کو مان بھی لیا جائے تو پھر بھی اس قول میں امام محمد کی طرف جہم کی نسبت ابتداء میں کی تھی۔جرح تو اس وقت ثابت ہو جب امام احمد نے جھمی ہونے کی تصریح آخری عمر تک کی ہو۔

مزید یہ کہ ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے خود امام محمد بن الحسن سے لکھا بھی ہے۔لہذا امام احمد کی اس جرح کے مرجوح ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

''مخالفین للأثر'' کی تحقیق

۴۔غالی غیر مقلد مقالات ۳۵۰/۲ پر لکھتا ہے۔''امام احمد نے فرمایا: محمد بن الحسن فکانا مخالفین للأثر و هاذان لهما رأی سوء.. اور محمد بن الحسن تو دونوں (حدیث و آثار کے مخالف تھے اور ان دونوں کی رائے بُری ہے۔(تاریخ بغداد ۱۷۹/۲)

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ یخالف فی الحدیث وغیرہ الفاظ جرح مبہم ہیں۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ یخالف فی حدیثه و هذا جرح مردود ای لکنة مبهما (هدی الساری ۲/۴۷ ترجمہ یوسف بن اسحاق السبیعی) اور مبہم جرح قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔

حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الانتقاء ص ۱۷۹ پر واضح لکھا ہے۔ کہ" وکان احمد بن حنبل سیی الرای فی أبی حنیفه ، یذمه ولا یرضی عن شیئ من مذهبه " یعنی امام احمد بن حنبل، امام اعظم ابوحنیفہ کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے اور ان کے مذہب سے خوش نہیں تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ خوش کیوں نہیں تھے؟ اس کی وجہ بھی انہوں نے خود بیان کردی۔ امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں۔ " اهل الرای لایروی عنهم الحدیث" (کتاب العلل و معرفۃ الرجال ۱/۲۷۲) یعنی اہل الرائے سے حدیث کی روایت نہ کی جائے۔ معلوم ہوا کہ حدیث نہ لینے کی وجہ ان کا ضعیف ہونا نہیں بلکہ ان کا اہل الرائے ہونا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے متعدد راویوں سے صرف اہل الرائے ہونے کی وجہ سے روایت نہیں لی اور جبکہ وہ ثقہ تھے مثلاً۔

1: محمد بن عبداللہ بن المثنی الانصاری (ھدی الساری ۲/۱۶۱)

2: الولید بن کثیر المخزومی (ھدی الساری ۲/۱۷۰)

3: معلی بن منصور (المغنی فی الضعفاء ۲/۶۷۰)

لہٰذا معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل کا قاضی ابو یوسف سے روایت نہ لینا صرف اور صرف مذہب ابی حنیفہ پر عمل کرنے کی وجہ سے تھا نہ کہ ان کے ضعیف ہونے کی وجہ سے۔

امام احمد بن حنبل کی یہ جرح روایت حدیث کے متعلق نہیں بلکہ فہم حدیث کے بارے میں ہے اور فہم حدیث کے متعلق ائمہ میں اختلاف موجود رہا ہے، مگر اس اختلاف سے راوی

ضعیف نہیں ہوتا۔

غیر مقلدین کے مسلمہ حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔" و من ظن بابی حنیفه او غیرہ من ائمه المسلمین انهم یعتمدون مخالفة الحدیث الصیح لقیاس او غیرہ فقدا خطاء علیهم،وتکلم اما بظن و اما بهوی. (مجموع الفتاویٰ ۱۹/۱۳۸)

ترجمہ:۔ جس شخص کا امام ابوحنیفہ یا ائمہ مسلمین میں سے کسی اور امام کے بارے میں یہ گمان ہو کہ یہ حضرات کسی صحیح حدیث کی مخالفت قیاس یا کسی اور وجہ (غیر شرعی) سے کرتے ہیں، تو وہ یقیناً خطا کار ہے اور اس کا یہ قول بدگمانی یا خواہش نفسانی کا شاخسانہ ہے۔

مزید یہ کہ قرآن وسنت کی مخالفت کے قول سے راوی ضعیف نہیں ہوتا۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ کریں۔

۱۔ امام محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم ۲۶۸ھ جو کہ مالکی فقیہ اور امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں، انہوں نے امام شافعی کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھی" الرد علی الشافعی فیما خالف فیه الکتاب و السنة"یعنی امام شافعی پر ان مسائل میں رد کہ جن میں انہوں نے قرآن اور سنت کی مخالفت کی ہے۔ (الطبقات الکبری للسبکی ۱/۲۲۴)

۲۔ امام لیث بن سعد المصری ۱۷۵ھ (جنھیں امام شافعی نے امام مالکؒ سے بھی زیادہ فقیہ اور بڑا عالم لکھا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۶۴) نے امام مالک کے بارے میں لکھا۔

" احصیت علی مالک بن انس سبعین مسئلة کلها مخالفة لسنة النبی ﷺ مما قال مالک برأیه،قال و لقد کتبت الیه فی ذالک". (جامع البیان العلم وفضلہ ۲/۱۴۸)

ترجمہ:۔ میں نے امام مالک بن انسؒ کے ستر ۷۰ ایسے مسائل شمار کیے ہیں جو سب کے سب نبی ﷺ کی سنت کے مخالف ہیں اور امام مالکؒ نے ان کو محض اپنی رائے سے بیان کیا

ہے، چنانچہ میں نے اس کے متعلق ان کو لکھ کر بھیج دیا ہے۔

جناب اگر ہمت ہے تو پھر امام مالکؒ اور امام شافعی پر بھی اس جرح کی وجہ سے ضعف کا حکم لگا کر دکھائیں۔

قرآن و سنت کے مخالف ہونے کے الزام کی اصل وجہ؟

امام احمد بن حنبل نے امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام محمد بن الحسنؒ پر قرآن وسنت کی مخالفت کا الزام انکے ضعیف ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ فہم حدیث میں اختلاف کی وجہ سے لگایا تھا۔ اس مسئلہ پر زبیر علی زئی کے ممدوح معلمی غیر مقلد لکھتے ہیں۔

۔۔فلا فهام فی السنة تختلف، یختلف العالمان فی فهم الحدیث او فی ترجیح احد الحدیثین علی الأکر، فیری کل منهما ان قول صاحبه مخالف لسنة" (التنکیل ۱/۳۸۴)

ترجمہ:۔ سنت کو سمجھنے میں اختلاف ہو جاتا ہے، اور دو اہل علم فہم حدیث یا ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح دینے میں باہم مختلف ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان میں سے ہر ایک دوسرے کو سنت کا مخالف خیال کرتا ہے۔

قارئین کرام! معلمی غیر مقلد کے اس قول سے یہ ثابت ہو گیا کہ احادیث کی مخالفت کا مطلب فہم حدیث میں اختلاف ہے۔ لہذا زبیر علی زئی کے اس حوالے سے بھی امام محمد بن الحسن کی تضعیف ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ امام احمد بن حنبل نے امام محمد بن الحسن سے لکھ کر انکی توثیق پر مہر ثبت کر دی ہے۔

امام فلاس کی جرح کا تحقیقی جائزہ

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۵۰ پر لکھتا ہے۔

امام فلاس نے فرمایا: محمد بن الحسن صاحب الرأی ضعیف رائے والا محمد بن الحسن ضعیف

ہے۔ (تاریخ بغداد ۲/۱۸۱)

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ امام فلاس کی جرح میں ضعیف کہنے کی وجہ اگر رائے والا (صاحب الرأی) مانا جائے تو پھر تو اس جرح کا ماننا ہی غلط ہوگا، کیونکہ رائے والا تو محدثین کے نزدیک کوئی جرح ہی نہیں ہے۔

اگر امام فلاس کے قول میں ضعیف بھی مان لیا جائے تو خالی ضعیف کہنا جرح مبہم ہے۔ محدثین کرام اور علمائے غیر مقلدین نے یہ تسلیم کیا ہے کہ جرح مبہم قابل قبول نہیں ہوتی۔ جب امام فلاس نے محمد بن بشار بندار کو ضعیف کہا تو حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ ولم یذکر سبب ذالک فما عرجو علی تجریه۔ (ہدی الساری ۲/۱۵۹) یعنی کہ امام فلاس نے جرح کا سبب نہیں بتایا لہذا جرح کر طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:۔ ''جرح کو صرف اسی وقت قبول کیا جاتا ہے۔ جب جرح مفسر ہو کیونکہ اسباب جرح میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے''۔

حافظ ابن کثیرؒ مزید لکھتے ہیں:۔ ''ایک چیز ایک جارح کے نزدیک فسق کا باعث (جرح) ہوتی ہے۔ جس کی بنیاد پر وہ جرح کر دیتا ہے حالانکہ حقیقت میں یا دوسروں کے نزدیک یہ جرح نہیں ہوتی۔ اس لئے جرح میں بیان سبب کی شرط لگائی گئی ہے''۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۵۹ مترجم زبیر علی زئی)

حافظ ابن صلاحؒ لکھتے ہیں:۔ ان الجرح لا یثبت الا اذا فسر سببه ''جرح ثابت نہیں ہوتی، جب تک اس کے تمام اسباب بیان نہ کیے جائیں''۔ (مقدمہ ابن صلاح ص ۶۱)

مولانا عبدالحیؒ لکھتے ہیں:۔ وأما الجرح فانه لا یقبل الا مفسر مبینا لسبب الجرح ...... الی قوله : لأن الناس مختلفون فی أسباب الجرح فیطلق أحدهم الجرح بناء اعلی ما اعتقده جرحا ، ولیس بجرح فی نفس الأمر ، فلا بد من بیان سببه

لیظھر أھو قادح أم لا ؟ انتھی. یعنی وہ جرح احاطہ قبول میں آسکتی ہے جو مفسر ہو اور اس میں جرح کے تمام اسباب واضح ہوں، اسلئے کہ جرح کے اسباب میں لوگ مختلف ہوتے ہیں وہ اپنے اعتقاد کی بنا پر کسی کو مجروح کر دیتے ہیں۔ حالانکہ نفس الامر میں وہ جرح نہیں ہوتی اس لئے اس کے تمام اسباب کا بیان کرنا ضروری ہے تا کہ معلوم ہو کہ حقیقت میں یہ (راوی) مجروح ہے یا نہیں ۔(الرفع والتکمیل ص ۸۰، کتاب ھدی الساری ۲/۱۷۱۔۲/۱۷۳)

مزید یہ کہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: " تکلم فیہ الفلاس فلم یلتفت الیہ " ھدی الساری ص ۴۶۴ یعنی اس میں امام فلاس کا کلام کرنا نا قابل التفات ہے۔

لہذا امام فلاس کی مبہم جرح امام محمد بن الحسنؒ جیسے اکابرین امت پر قابل قبول کیسے ہوسکتی ہے؟۔

جوزجانی کی جرح کی تحقیق

زبیر علی زئی غیر مقلد مقالات ۲/۳۵۱ پر لکھتا ہے۔

ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔ اسد بن عمرو و محمد بن الحسن واللؤلؤی قد فرغ اللہ منھم۔ اسد بن عمرو محمد بن الحسن اور (حسن بن زیاد) اللؤلؤی سے اللہ فارغ ہو چکا ہے۔ (احوال الرجال ص ۷۶۔۷۷) ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا: ثقہ حافظ رمی بالنصب (تقریب التہذیب: ۲۷۳)۔۔۔ جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق پر ناصبی وغیرہ کی جرح مردود ہوتی ہے۔۔۔ اللہ فارغ ہو چکا ہے، یہ جوزجانی کی جرح کا ایک خاص انداز ہے۔ گویا وہ سورۃ الرحمن کی آیت نمبر: ۳۱ کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ غالی غیر مقلد کو امام محمد بن الحسن الشیبانی کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی کلمہ چاہیے۔ چاہے اس کلمہ سے جرح ثابت ہو یا نہ ہو۔ زبیر علی زئی نے

صرف عددی تعداد کو زیادہ کرنے کی لیے اس حوالے کو نقل کیا ہے۔ حالانکہ اس قول کے اندر تو کوئی جرح ہی نہیں ہے۔ اور مزید یہ کہ زبیر علی زئی جوزجانی کا خاص انداز اپنے پاس ہی رکھیں، ہم تو اصول الحدیث اور رجال کے ماننے والے ہیں نہ کہ جوزجانی کے انداز کے۔

قارئین کرام ذرا جوزجانی کے بارے میں بھی جان لیں کہ اس کا مذہب کیا تھا؟ علامہ ذھبیؒ نے اپنی کتاب میزان الاعتدال ۱/۷۶ میں لکھتے ہیں کہ وہ اہل دمشق کے مذہب پر تھا اور حضرت علی کے بارے میں رائے اچھی نہ تھی یعنی ناصبی تھا۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ "والجوزجانی مشھور بالنصب والانحراف فلا یقدح فیہ قولہ ۔(تہذیب التہذیب ۱/۱۵۸)

حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب ۵/۴۶ پر مزید لکھتے ہیں۔ " وتعصب الجوزجانی علی اصحاب علی معروف " یعنی اصحاب علی سے جوزجانی کا تعصب معروف ہے۔

حافظ ابن حجر نے ھدی الساری ۲/۱۱۶ پر مزید لکھا ہے۔ " الجوزجانی کان ناصبیاً منحرفاً عن علی " یعنی جوزجانی ناصبی تھا اور حضرت علی سے منحرف تھا۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا حوالوں سے واضح ہو گیا کہ جوزجانی ناصبی تھا اور اصحاب علی سے تعصب رکھتا تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ امام جوزجانی کی جرح قابل قبول ہوتی ہے کہ نہیں؟۔

حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب ھدی الساری ۲/۱۶۷ میں واضح لکھا ہے۔

"ان جرحہ لایقبل فی اھل الکوفۃ لشدۃ انحرافہ و نصبہ "یعنی جوزجانی کی جرح اہل کوفہ سے منحرف ناصبیت کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے

اور علامہ ذھبی نے امام جوزجانی کے بارے میں لکھا۔ " لا عبرۃ بعطہ علی الکوفین "میزان الاعتدال ۱/۴، اور یہ بات خود زبیر علی زئی کو بھی مسلم ہے۔ (ملاحظہ ہو فتاوی علمیہ جلد ۱ ص)

زبیر علی زئی غیر مقلد اپنے ماہانہ رسالہ الحدیث شمارہ ۳ ص ۹ میں لکھتا ہے۔ " ابراھیم بن

یعقوب الجوزجانی المبتدع (بدعتی) ۔زبیر علی زئی غیر مقلد القول المتین ص ۴۳ پر لکھتا ہے "ابراھیم بن یعقوب الجوز جانی السعدی فی نفسه ثقه و صدوق" امام ہونے کے باوجود متعنت (متشدد) تھے اور ان پر ناصبی ہونے کا الزام تھا۔ زبیر علی زئی غیر مقلد فتوئ علمیہ ۱/۵۷۷ پر لکھتا ہے۔"اور اس سلسلے میں جوز جانی (بدعتی) کا اصول صحیح نہیں"۔

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ جوز جانی متشدد تھا اور اس کی اہل کوفہ پر جرح قابل قبول نہیں ہے ۔اور یہ بات تو عیاں ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ قاضی ابو یوسف ،محمد بن حسن الشیبانی، اسد بن عمرو اور الحسن بن زیاد وغیرھم یہ سب کوفی ہیں۔اور حافظ ابن حجرؒ اور علامہ ذھبیؒ کے اقوال کے مطابق اس کی جرح کوفیوں کے بارے میں مردود ہے۔ لہٰذا جوز جانی کی جرح محمد بن حسن الشیبانیؒ پر باطل اور مردود ہے۔

مزید یہ کہ غالی غیر مقلد، جوز جانی کے جس الفاظ کو جرح کہ رہا ہے اگر بالفرض یہ الفاظ "فرغ اللہ" جرح کے ہوں بھی تب بھی یہ غیر مفسر اور مبھم جرح ہے۔اور جناب ایک بار پھر ذرا جمہور محدثین کرام کا مسلک حافظ ابن صلاح کے زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ "ان الجرح لایثبت الا اذا افسر بسببه" (مقدمہ ابن صلاح ص ۶۱) یعنی جرح ثابت نہیں ہو سکتی مگر جب اس کی مفسر وجہ بیان نہ ہو۔ جناب مزید یہ کہ جوز جانی متشدد بھی تھا۔

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں۔"وابن معین ،وابو حاتم ،والجوز جانی متعنتون" یعنی ابن معین ،اور ابوحاتم اور جوز جانی متعنت (متشدد) تھے۔(ذکر من یعتمد ص ۱۷۲)

اور اصول علم الرجال کے مطابق متشدد کی جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔اس کے لیے مندرجہ ذیل حوالا جات ملاحظہ کریں۔

۱) علامہ ذھبیؒ کی ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح وتعدیل ص ۱۷۲

۲) علامہ سخاویؒ کی کتاب المتکلمون فی الرجال ص ۱۴۴

۳) زبیر علی زئی کی مقالات ۳۱۶/۱ ،فتاوی علمی ۱/۵۷۷

۴) علامہ عبدالحی لکھنوی کی الرفع والتکمیل ص ۲۷۳،ص ۲۵۱،ص ۴۲۹

۵) غیر مقلد محمد گوندلوی لکھتے ہیں کہ "جرح کرنے والا اگر متعنت متشدد ہو تو اس کی توثیق معتبر ہے مگر جرح معتبر نہیں (خیر الکلام ص ۴۶)

۶) ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں۔"اور یہ طے شدہ بات ہے کہ متعنت کی جرح قابل قبول نہیں"۔(توضیح الکلام ۱/۳۱۲)

جناب آپ تو ایسی مبھم جرح (جو کہ محدثین کرام کے نزدیک مردود ہوتی ہیں) کے سہارے محمد بن حسن الشیبانیؒ کی ذات کو مجروح کرنے کی ناپاک جسارت کر رہے ہیں مگر یاد رکھیں آپ کے پیش کردہ تمام اعتراضات جمہور محدثین کرام کے اصولوں کے مطابق مردود ہیں۔

امام ابوزرعه الرزیؒ کی جرح کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی لکھتا ہے۔"امام ابوزرعہ عبیداللہ بن عبدالکریم الرازی نے فرمایا: وکان محمد بن الحسن جھمیا اور محمد بن الحسن جہمی تھا۔(کتاب الضعفاء ص ۵۷۰ ۔تاریخ البغداد ۲/۱۷۹)

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ امام ابوزرعہ کے قول میں جرح کا تعلق روایت حدیث سے نہیں بلکہ عقیدے اور مسلکی تفاوت سے ہے۔اور مسلکی تفاوت اور عقیدے پر مبنی جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔اس اصول کے لیے مندرجہ ذیل حوالا جات ملاحظہ کریں۔

۱۔ علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں۔ كلام الاقران بعضهم فی بعض لا یعبأ به ، لا سیما اذا لاحه لک أنه لعدواته أو لمذهب أو لحسد ، ما ینجو منه الا من عصم الله یعنی ایک دوسرے کی نسبت ہمسروں کے کلام کی پروانہ کرنی چاہیے۔خصوصاً جب تجھ پر

ظاہر ہو جائے کہ وہ تکلم بوجہ عداوت یا مذہب یا حسد کے ہے۔ جس سے کوئی انسان بچ نہیں سکتا مگر وہ جسے اللہ بچائے۔ (میزان الاعتدال ۱/۱۱۱)

۲۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں " وممن ينبغي أن يتوقف قبول قوله في الجرح من كان بينه وبين من جرحه عدواة سببها الا ختلاف في الاعتقاد" یعنی جرح کرنے والا اگر عداوت، دشمنی، نفرت یا اعتقاد (مسلکی) کے اختلاف کی وجہ سے جرح کرے گا تو ایسے محدث کی جرح مردود ہوگی۔ (لسان المیزان ۱/۱۶)

مزید یہ کہ اس قول میں جہمی ہونے کی جو بات ہے وہ بالکل غلط ہے۔ گذشتہ صفحات پر امام محمد بن الحسنؒ پر جہمی ہونے کے الزام کی تفصیل سے جواب دے دیا گیا ہے۔ مگر غالی غیر مقلد کی لیے مزید تحقیق حاضر ہے، تا کہ وہ اس جرح کے حقائق جاننے کے بعد دوبارہ پیش نہ کرے اور اس سے اعلانیہ رجوع بھی کرے۔

جہمی کی تعریف

مناسب ہوگا کہ اس مقام پر زبیر علی زئی کے اپنی تحریر سے جہمی فرقے کی تعریف بیان کی جائے تا کہ معاملہ کو آسانی سے حل کیا جا سکے۔

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے اپنے ماہانامہ رسالہ الحدیث ص ۴۴ شمارہ نمبر ۲ میں امام ابن ابی حاتم کی کتاب اصل السنۃ والاعتقاد الدین امام ابوزعہ اور امام ابو حاتم سے جو جہمی کی تعریف نقل کی ہے ملاحظہ کریں۔

و من قال لفظي بالقرآن مخلوق، او القرآن بلفظي مخلوق فهو جهمي
یعنی جو شخص لفظی بالقرآن (میرے الفاظ جن سے قرآن پڑھتا ہوں) یا القرآن بلفظی (قرآن میرے الفاظ کے ساتھ) مخلوق کہے وہ جہمی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ جہمی فرقے کے بارے میں لکھتے ہیں۔" والجهمية من ينفي صفات الله تعالىٰ أثبتها الكتاب و السنة، و يقول: ان القرآن مخلوق. (ہدی الساری ص ۴۵۹)

ترجمہ:۔ جہمی وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے اُن صفات کی نفی کرتے ہیں جو کتاب وسنت میں اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں اور اُن کا خیال ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔

ان حوالاجات سے جہمی کی تعریف واضح ہوگئی کہ جو قرآن کو مخلوق کہے وہ جہمی ہے۔

کیا امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ جہمی تھے؟

امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کا اپنے مسلک کی وضاحت ملاحظہ کریں۔

۱۔علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

قال احمد بن القاسم بن عطية سمعت ابا سليمان الجوزجاني يقول سمعت محمد بن الحسن يقول: والله لا أصلي خلف من يقول القرآن مخلوق (العلو العلی الغفار ص ۱۵۲)

ترجمہ:۔احمد بن قاسم بن عطیہ کا بیان ہے کہ میں نے ابوسلیمان جوزجانی کو سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ محمد بن الحسن فرمارہے تھے۔ اللہ کی قسم، میں ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا جو کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔ اس حوالہ سے واضح ہوگیا کہ امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ جہمی عقائد کے سخت خلاف تھے۔ اور اہل سنت والجماعت میں سے تھے۔

۲۔خطیب البغدادیؒ لکھتے ہیں۔" وقال النخعي حدثنا محمد بن شاذان الجوهري قال سمعت اب سليمان الجوزجاني و معلى بن منصور الرازي يقولان ما تكلم أبا حنيفةؒ ولا ابويوسف ولا زفر ولا محمد ولا أحد أصحابهم في القرآن و انما تكلم في القرآن بشر المريسي وبن أبي داوٗد فهولاء شانواء أصحاب أبي حنيفه" (تاریخ بغداد ۱۳/۳۸۳)

ترجمہ:۔ قرآن پاک کے مخلوق ہونے کے بارے میں نہ تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو

یوسفؒ نے گفتگو کی اور نہ زفرؒ، امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ اور اُن کے کسی شاگرد ہی نے ، بلکہ بشر مریسی اور ابن ابی داود نے گفتگو کی اور انہوں نے الزام اصحاب ابی حنیفہ پر لگا دیا۔

اس عبارت سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام محمد بن الحسنؒ پر جھمی ہونے کا الزام باطل فرقے کے امام بشر مریسی اور ابن ابی داود نے لگایا تھا اور یہ دونوں جلیل القدر ائمہ اس الزام سے بری الذمہ ہیں۔ اور مخالفین کا انکے خلاف پروپیگنڈہ ہے۔

۳۔ زبیر علی زئی کے استاد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی غیر مقلد کی گواہی بھی ملاحظہ کریں۔

عطاء اللہ بھوجیانوی صاحب لکھتے ہیں۔ ''سارے ائمہ سلف عقیدہ خلق قرآن کو گمراہی سمجھتے تھے، خود حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے دونوں قابل شاگرد (امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ) خلق قرآن کے عقیدے کو کفر سمجھتے تھے۔'' (سیرت حضرت امام ابو حنیفہ ص ۳۲۷، ۳۲۸ حاشیہ)

قارئین کرام، غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کے استاد عطاء اللہ بھوجیانوی صاحب کی اس گواہی کے بعد یہ ثابت ہو گیا کہ امام محمد بن الحسن الشیبانی پر جھمی ہونے کا الزام غلط اور باطل ہے۔ لہذا ابو زرعہ الرازی کے اس قول کو جرح میں تحقیق کے بعد شامل کرنا غلط ہے۔

امام نسائیؒ کی جرح کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۵۳ پر لکھتا ہے۔

''امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی النسائی نے کہا: محمد بن الحسن ضعیف اور محمد بن الحسن ضعیف ہے۔ (جزء فی آخر کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۲۶۲)

جواب: ۔عرض یہ ہے کہ امام نسائی کی جرح چند وجوہات کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے۔

۱۔ امام نسائی کی کتاب الضعفاء والمتروکین میں امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ پر کوئی جرح موجود ہی نہیں۔ اور وہ جزء جو کتاب الضعفاء والمتروکین کے آخر میں لگا ہوا ہے اس کی سند کی

توثیق لازمی ہونی چاہیے۔ ورنہ امام نسائیؒ کی جرح مشکوک ہو جاتی ہے۔ اگر چہ دیگر چند محدثین نے امام محمد کی تضعیف میں امام نسائی کا نام لیا ہے مگر پھر بھی تحقیق انتہائی ضروری ہے۔ اگر اس جرح کو بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر بھی یہ جرح قابل قبول نہیں کیونکہ خالی ضعیف کہنا جرح مبہم ہے۔ اور جرح مبہم قابل قبول نہیں ہوتی جسکی تصریح مندرجہ ذیل حوالوں میں ملاظہ کریں۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: ''جرح کو صرف اسی وقت قبول کیا جاتا ہے۔ جب جرح مفسر ہو کیونکہ اسباب جرح میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ مزید لکھتے ہیں: ''ایک چیز ایک جارح کے نزدیک فسق کا باعث (جرح) ہوتی ہے۔ جس کی بنیاد پر وہ جرح کر دیتا ہے حالانکہ حقیقت میں یا دوسروں کے نزدیک یہ جرح نہیں ہوتی۔ اس لئے جرح میں بیان سبب کی شرط لگائی گئی ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۵۹ مترجم زبیر علی زئی)

حافظ ابن صلاحؒ لکھتے ہیں: ۔ ان الجرح لا یثبت الا اذا فسر سببه ''جرح ثابت نہیں ہوتی، جب تک اس کے تمام اسباب بیان نہ کیے جائیں''۔ (مقدمہ ابن صلاح ص ۶۱)

۳۔ مزید یہ کہ امام نسائیؒ متعنت ہیں۔ امام نسائی کو مندرجہ ذیل لوگوں نے متعنت کہا ہے۔

حافظ ذہبیؒ	میزان الاعتدال ص ۱/۴۳۷
حافظ ابن حجرؒ	تہذیب التہذیب ص ۲/۱۲۷
عبدالحی لکھنوی	الرفع والتکمیل ص ۲۷۵
ارشاد الحق اثری	توضیح الکلام ص ۲۱۸
گوندلوی	خیر الکلام ص ۴۶
نذیر رحمانی	انوار المصابیح ص ۱۳۸

اور یہ اصول بتادیا گیا ہے کہ متعنت کی جرح قابل قبول نہیں ہوتی، حوالہ جات ملاحظہ کریں۔

علامہ ذھبیؒ ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل ص ۱۷۲

علامہ سخاویؒ کتاب المتکلمون فی الرجال ص ۱۴۴

زبیر علی زئی مقالات ۳۱۶/۱

علامہ عبدالحی لکھنوی الرفع والتکمیل ص ۲۷۳، ص ۴۵۱، ص ۴۲۹

غیر مقلد محمد گوندلوی لکھتے ہیں کہ ''جرح کرنے والا اگر متعنت متشدد ہو تو اس کی توثیق معتبر ہے مگر جرح معتبر نہیں (خیر الکلام ص ۴۶)

۶) ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں۔ ''اور یہ طے شدہ بات ہے کہ متعنت کی جرح قابل قبول نہیں''۔ (توضیح الکلام ۳۱۲/۱)

ولہذا کہ امام نسائی کی جرح اول تو مبہم ہے اور مبہم جرح نا قابل قبول ہوتی ہے اور دوم یہ کہ امام نسائی متعنت تھے اور اصول الرجال کے مطابق متعنت کی جرح بھی مردود ہے۔

اعتراض:۔ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۳۵۳/۲ لکھتا ہے۔ ''اگر کوئی یہ کہے کہ امام نسائی متشدد تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض صرف اس حالت میں ہو سکتا ہے جب مقابلے میں جمہور کی توثیق ہو۔ اگر جمہور کی جرح ہو تو پھر یہ اعتراض فضول و مردود ہے۔ یاد رہے کہ شیبانی مذکور پر جمہور نے جرح کر رکھی ہے''۔

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ جناب کہ یہ اصول بالکل غلط اور مردود ہے۔ اگر بالفرض جناب کا یہ اصول مان بھی لیا جائے تو پھر بھی اس اُصول میں شعبدہ بازی ہے۔ کیونکہ اگر بالفرض جرح کی قبولیت اور رد کا معیار صرف اور صرف جمہور ہی ہو تو پھر پہلے جمہور سے مقبول جرح ثابت کریں۔ اسکے بعد یہ مرحلہ ہوگا کہ جمہور کس طرف ہیں۔ اور جب جمہور کا فیصلہ ہو جائے تو پھر متشدد اور متعنت اور کتاب الضعفاء میں خالی نام ذکر کرنے والے راوی

کو ہم جمہور کے فیصلے کے ساتھ منسلک کر دیں گے۔

معزز قارئین! زبیر علی زئی کا وطیرہ یہ ہے کہ پہلی جرح سے اس بات کی رٹ لگا دیتے ہیں کہ یہ جرح جمہور کے مطابق ہے لہذا صحیح ہے۔ حالانکہ اصول وضوابط کے مطابق اس جرح کو مانا نہیں جاتا جو کہ مبہم ہو یا کسی متشدد اور متعنت محدث نے کی ہو۔

اس لیے جناب پہلے جرح اصول کے مطابق ثابت کریں پھر دیگر محدثین کی مبہم جرح یا متشدد اور متعنت محدث کی جرح کو جمہور کے مطابق کہیں۔ اور مضحکہ خیز بات تو یہ ہے کہ زبیر علی زئی جروحات ثابت ہونے سے پہلے ہی کہنا شروع کر دیتے ہیں جمہور کے مطابق ہے۔ لہذا اس دھوکے سے عوام الناس کو آگاہ رہنا چاہیے تاکہ کوئی شعبدہ باز انھیں گمراہ نہ کرے۔

حافظ عقیلی کی جرح کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۳۵۳/۲ پر لکھتا ہے۔

''ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ بن حماد العقیلی نے محمد بن الحسن کو اپنی کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے اور دفاع نہیں کیا۔۔ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں کہ ہر محدث کی ہر بات ضرور بالضرور واجب القبول ہوتی ہے بلکہ اگر مقابلے میں جمہور کی توثیق ہو تو جرح مردود ہو جائے گی اور اگر مقابلے میں جمہور کی جرح ہو تو توثیق مردود ہو جائے گی۔ اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ حافظ عقیلی کے بارے میں یہ سب جانتے تھے کہ وہ متشدد تھے۔ اور احناف پر خصوصاً متعنت یعنی عیب جوئی کرتے تھے۔ (دیکھئے الرفع والتکمیل ص ۴۰۵) غیر مقلد نذیر احمد رحمانی نے اپنی کتاب انوار المصابیح ص ۱۱۲ پر عقیلی کو متعنت لکھا ہے۔ اور مزید یہ کہ غیر مقلد زبیر علی زئی کے ممدوح شیخ عبدالرحمٰن المعلمی لکھتے ہیں۔ '' فقد کان فی العقیلی تشدد '' یعنی '' بلاشبہ امام عقیلی میں تشدد تھا۔ (التنکیل ۴۶۵/۱) اور متشدد کی جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔ اس اصول کے حوالاجات گذشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ دیے گئے ہیں۔

مزید یہ کہ حافظ عقیلی نے خود کوئی جرح نہیں کی۔اس لیے علی زئی کا اسے حافظ عقیلی کے ماتھے تھوپنا امان نہ مان میں تیرا مہمان والی مثال کے مصداق ہے۔اور یہ بھی یاد رکھیں کہ ہر راوی کتاب ضعفاء میں آجانے سے ضعیف نہیں ہوتا ہے۔(ملاحظہ ہو ھدی الساری ۱۲۱/۲ ترجمہ الجعد بن عبدالرحمن المدنی) اور اس بات کا اقرار زبیر علی زئی نے اپنی ہی کتاب مقالات جلد نمبر۲ ص ۳۵۵ پر بھی کیا ہے۔

اعتراض:۔ جناب کا کہنا کہ جمہور جسے ضعیف کہیں تو پھر کتاب ضعفاء میں آنے سے ضعیف ہی ہوتا ہے اور اگر جمہور ثقہ کہیں تو کتاب ضعفاء میں آنے کے بعد وہ پھر بھی ثقہ رہے گا۔

جواب:۔ غیر مقلد زبیر علی زئی کا یہ بات لکھنا ایک بڑی شاطرانہ چال ہے۔کیونکہ جمہور کا اطلاق کرنا ایک مردود بات ہے۔دراصل کسی امام فقیہ اور مجتہد کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے جمہور یا عددی برتری کافی نہیں ہے۔ائمہ کرام کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے جرح مفسر کا ہونا بہت ضروری ہے اور جارح یعنی جرح کرنے والے کا عادل اور غیر متعصب، غیر متعنت اور غیر متشدد ہونا بہت ضروری ہے۔جناب پہلے اپنے پسندیدہ طریقے پر (یعنی عددی تعداد کی برتری) امام محمد بن الحسن کو ضعیف ثابت کریں تو پھر جمہور کا راگ آلاپ کر امام عقیلی کو ان کے جارحین میں شمار کیجئے گا۔مگر جناب یاد رکھیں کہ نہ تو آپ عددی فوقیت کے طور پر امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کو ضعیف ثابت کر سکتے ہیں اور نہ ہی پوری جماعت غیر مقلدین کے پاس کوئی مفسر جرح موجود ہے۔لہٰذا جناب کا حافظ عقیلی کو جارحین میں شمار کرنا غلط اور مردود ہے۔اور اس پر طرہ یہ کہ حافظ عقیلی نے مام محمد بن الحسن الشیبانی پر کوئی جرح خود سے نہیں کی ہے۔جناب پہلے جرح اصول کے مطابق ثابت کریں پھر دیگر محدثین کی مبہم جرح یا متشدد اور متعنت محدث کی جرح کو جمہور کے مطابق کہیں۔اور مضحکہ خیز بات تو یہ ہے کہ زبیر علی زئی جروحات ثابت ہونے سے پہلے ہی کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ جمہور کے مطابق ہے۔لہٰذا اس

دھوکے سے عوام الناس کو آگاہ رہنا چاہیے تاکہ کوئی شعبدہ باز انہیں گمراہ نہ کرے۔

امام ابن حبان کی جرح کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۳۵۴/۲ پر لکھتا ہے۔

"اور وہ (محمد بن الحسن الشیبانی) مرجئی تھا، اس (ارجاء) کی طرف دعوت دیتا تھا۔وہ عقل مند تھا (لیکن) حدیث میں وہ کوئی چیز نہیں ہے، وہ ثقہ راویوں سے روایتیں بیان کرتا تھا اور ان میں اسے وہم ہو جاتا تھا، جب ایسی حرکتیں اس سے بہت زیادہ صادر ہوئیں تو وہ کثرت سے غلطیاں کرنے کی وجہ سے متروک قرار دیے جانے کا مستحق بن گیا، کیونکہ وہ ان (مرجئوں) کے مذہب کی طرف دعوت دینے والا تھا"۔(کتاب المجروحین ۲۷۵/۲)

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ امام ابن حبان کی جرح کئی وجوہات کی بنا پر قابل قبول نہیں ہے۔

۱۔امام محمد بن الحسن کا مرجئی ہونا غلط ہے۔امام محمد بن الحسنؒ اور اصحاب ابی حنیفہؒ کا مرجیہ سے کوئی تعلق نہ تھا اور نہ ان کے عقائد مرجیوں والے تھے۔

امام محمد بن الحسن پر مرجئی کے الزام کا پس منظر؟

تحقیق کے میدان میں ایسے اعتراضات کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ باتیں غیر مقلدین حضرات کو بھی معلوم ہے کہ امام محمد بن الحسن اور اصحاب ابی حنیفہ مرجئی ہونے سے پاک ہیں اور احناف اہل سنت میں سے ہیں۔برا ہو اس تعصب کا کہ حقیقت حال جاننے کی بعد بھی ایسے اعتراضات نقل کیے جاتے ہیں۔اگر کوئی زبیر علی زئی سے قسم لے کر پوچھے کہ کیا امام محمد بن الحسن اور اصحاب ابی حنیفہؒ مرجئی تھے تو ان کا جواب بھی ہوگا کہ نہیں۔غیر مقلدین کے مسلمہ ابن تیمیہ نے خود احناف کو من اہل سنہ لکھا ہے۔

ا۔مؤرخ شہرستانی ایسے الزامات پر سے پردہ اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں۔
یہ بات تعجب خیز ہے کہ غسان (امام) ابوحنیفہؒ سے اپنے مذہب جیسی روایات نقل کرتا ہے اور انہیں المرجۃ میں شمار کرتا ہے۔(امام ابوحنیفہؒ پر) جھوٹا الزام لگایا ہے۔میری حیات کی قسم امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کو مرجۃ السنۃ کہا جاتا ہے اور انہیں بہت سے اصحاب المقالات (عقائد پر لکھنے والوں) نے مرجۃ میں محسوب کیا۔شاید اس کی وجہ یہ ہے ان کا قول ہے کہ "ایمان تصدیق بالقلب کا نام ہے اور وہ نہ تو بڑھتا ہے اور نہ گھٹتا ہے۔" اس سے ان لوگوں نے یہ گمان کیا کہ وہ ایمان سے عمل کو مؤخر کرتے تھے۔مگر وہ عمل میں شدید انہماک (مصروف) کے باوجود ترک عمل کا فتوئی کیسے دے سکتے ہیں؟ (امام ابوحنیفہ کو مرجۃ کہنے کا) ایک دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ القدریہ والمعتزلہ کی جو اسلام کے ابتدائی زمانے میں ظاہر ہوئے، مخالفت کرتے تھے۔اور معتزلہ ان تمام لوگوں کو جو قدر یعنی تقدیر کے مسئلہ میں ان کے مخالف تھے، المرجۃ کہتے تھے۔یہی حال الخوارج میں سے الوعیدکا تھا (کہ وہ بھی اپنے مخالفین کو المرجۃ کہتے تھے) اس لیے بعید از قیاس نہیں ہے کہ المرجۃ کا لقب امام ابوحنیفہؒ کو المعتزلہ اور خوارج کی طرف سے ملا ہو۔" (کتاب الملل والنحل للشہرستانی ص۲۱۰)

ب۔امام ابو منصور عبدالقاہر البغدادیؒ نقاب کشائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔"المرجۃ کے فرقہ الغسانیہ نے یہ کہا کہ ایمان بڑھتا ہے مگر کم نہیں ہوتا (یعنی عمل سے ایمان بڑھتا ہے مگر ترک عمل سے کم نہیں ہوتا)۔اس نے یہ کہ کر الیونسیہ (فرقہ) سے علیحدگی اختیار کرلی کہ ایمان کی ہر خصلت، بعض ایمان ہے۔غسان نے اپنی کتاب میں لکھا کہ اس کا یہ قول امام ابوحنیفہؒ کے قول کے عین مطابق ہے۔غسان نے یہ کہ کر امام ابوحنیفہؒ پر غلط الزام عائد کیا ہے"۔(الفرق بین الفرق ص۳۰۱)

ج۔حافظ ابن عبدالبرؒ لکھتے ھیں ۔"امام ابوحنیفہ پر یہ الزام بھی ہے کہ مذہب مرجۃ کے قائل تھے، لیکن اکثر اہل علم پر اس قسم کے تہمتیں تھوپ دی گئی ہیں۔فرق دوسروں اور امام ابوحنیفہؒ میں یہ ہے کہ دوسروں پر جو الزامات لگائے گئے اسے اہتمام سے جمع نہیں کیے گئے۔مگر امام ابوحنیفہ پر الزامات کو چن چن کر جمع کیا گیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بلند مرتبہ رکھتے تھے اور منصب امامت پر فائز تھے۔(جامع البیان العلم وفضلہ ص۲۳۹)

کیا امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ مرجئی تھے؟

ہم بڑی تفصیل سے اس بات کا جائزہ پیش کر چکے ہیں کہ امام اعظم اور انکے اصحاب پر جھمی ہونے کا الزام لگایا جو کہ بالکل جھوٹ پر مبنی ہے۔

امام ابومنصور عبدالقاہر البغدادی ۴۲۹ھ لکھتے ہیں۔"فرقہ ناجیہ میں امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، امام اوزاعی اور امام ثوری کے متبعین (اصحاب اور ماننے والے)۔۔۔اور جمہور امت کا داخل ہیں"۔(الفرق بین الفرق ص۶۲) اس معلوم ہوا کہ امام اعظم اور انکے اصحاب (امام ابویوسفؒ اور امام محمد بن الحسنؒ وغیرہما) جھمی اور مرجئی سے مبراء تھے اور فرقہ ناجیہ میں شمار ہوتے ہیں۔

ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد لکھتے ہیں۔"بے شک مصنفین نے امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے شاگردوں امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ اور امام حسن بن زیاد کو رجال مرجیہ میں شمار کیا ہے۔جس کی حقیقت کو نہ سمجھ کر اور حضرت امام صاحب ممدوح کی طرز زندگی پر نظر نہ رکھتے ہوئے بعض لوگوں (غالی غیر مقلد زبیر علی زئی جیسے) نے اسے خوب اچھالا ہے۔لیکن حقیقت میں علماء نے اس کا جواب کئی طرق پر دیا ہے۔بعدازاں ابراہیم میر صاحب نے ان ائمہ پر ارجاء کے الزام کی حقیقت کو واضح کیا ہے۔(تاریخ اہل حدیث ص۷۷تا۹۶)

ائمہ احناف(امام محمد) کا اہل سنت ہونا

۱۔ابومنصور عبدالقاہر البغدادی لکھتے ہیں:۔''تہتروں فرقہ اہل سنت والجماعت کا ہے،اس میں اصحاب الحدیث (محدثین کرام) اور صحاب الرائے (فقہاء کرام) دونوں ہی شامل ہیں۔ان دونوں کے فقہا،قراء،محدثین اور متکلمین سب کے سب توحید باری،صفات الہی،عدل خداوندی،حکمت الہی اور اسماء وصفات خالق حقیقی کے تعلق سے ایک اور یکساں عقیدہ پر متفق ہیں۔(الفرق بین الفرق ص۶۲)

۲۔اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں۔امام محمد تو اکابر ائمہ اہلسنت ہیں۔(تحریک آزادی فکر ص۸۶)

۳۔عطاء اللہ حنیف غیر مقلد امام ابو یوسف اور امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کو ائمہ سلف میں لکھا ہے۔(حاشیہ حیات حضرت امام ابوحنیفہ ص۳۲۸)

۴۔ابن تیمیہ نے امام محمدؒ کو ائمۃ المسلمین میں لکھا ہے۔(الاستقامۃ لابن تیمیۃ ۱/۱۰۸)

اس تحقیق سے واضح ہو گیا کی امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ ائمہ اہل سنت سے تھے۔

۲۔امام ابن حبان نے امام محمد بن الحسن الشیبانی کو عقل مند مانا ہے،اور یہ کہنا کہ علم حدیث میں کچھ بھی نہیں تھے تو اس بات کی کوئی دلیل نہیں دی ہے۔لہذا بغیر دلیل کے یہ بات ماننا مشکل ہے۔امام یحیٰی بن معینؒ اور امام احمد بن حنبلؒ جیسے لوگوں نے ان کی احادیث روایتے کیں ہیں۔

۳۔امام ابن حبانؒ کا امام محمد بن الحسنؒ کو کثیر الخطاء لکھ کر ان کو متروک لکھنا صحیح نہیں ہے۔کیونکہ ابن حبان نے تقریبا ۱۳ راویوں کو کثیر الخطاء لکھ کر انکو اپنی کتاب الثقات میں بھی درج کیا ہے۔تو امام محمد بن الحسن کو متروک کیوں کہا جائے۔اگر بالفرض آپ کو کثیر الخطا ،مان بھی لیا جائے تو یہ بھی یاد رہے کہ حافظ ذہبیؒ نے امام محم بن الحسن الشیبانیؒ کو کثیر السماع محدث اپنی کتاب مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ ص ۵۰ پر لکھا ہے۔اسی طرح ابن العماد الحنبلی نے بھی شذرات الذہب ۲/۴۰۹ پر سماع کثیرا لکھا ہے۔جس کے بعد ایسی

جروحات کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔

مزید یہ کہ غالی غیر مقلد نے ابن حبان کی جرح میں ترجمہ کرتے ہوئے ''استحق ترکہ'' (کتاب المجروحین ۲/۲۷۶) کا ترجمہ ''متروک قرار دیے جانے کا مستحق بن گیا'' کیا ہے۔جو غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کی جہالت اور کالا جھوٹ ہے۔کیونکہ اصطلاح اصول حدیث میں متروک متہم بالکذب راوی کو کہتے ہیں۔(شرح قصب السکر ص۷۳،المنح فی علم المصطلح ص۳۳)

ڈاکٹر محمود طحان لکھتے ہیں۔''جب راوی میں طعن کا سبب جھوٹ کی تہمت ہو جو دوسرا سبب ہے تو اس کی حدیث متروک کہلاتی ہے''۔(تیسیر مصطلح الحدیث ص۸۹)

خیال رہے کہ کذب ہر جگہ جھوٹ پر نہیں بلکہ خطاء پر بھی بولا جاتا ہے۔متروک وہ ہوتا ہے جس پر جھوٹ بولنے کا الزام ہو نہ کہ خطاء کرنے کا۔خطاء کرنے والے کو متروک نہیں کہتے۔

لہذا معلوم ہوا کہ ابن حبانؒ کے قول میں متروک نہیں ہے(یعنی کہ متہم بالکذب) بلکہ ترک کردینا یعنی چھوڑ دینا ہے۔

امام ابن حبان کو مندرجہ ذیل حوالوں میں متشدد کہا گیا ہے۔

۱۔حافظ ابن حجرؒ	ہدی الساری ۲/۱۶۶
۲۔غیر مقلد ارشاد الحق اثری صاحب	توضیح الکلام ص۳۴۲
۳۔غیر مقلد گوندلوی صاحب	خیر الکلام ص۱۷۳
۴۔عبدالحئ لکھنوی	الرفع والتکمیل ص۲۷۵
۵۔علامہ ذہبیؒ	میزان الاعتدال ۱/۴۴۱

غیر مقلد محمد گوندلوی لکھتے ہیں کہ ''جرح کرنے والا اگر متعنت متشدد ہو تو اس کی توثیق معتبر ہے مگر جرح معتبر نہیں (خیر الکلام ص۴۶)

ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں۔ ’’اور یہ طے شدہ بات ہے کہ متعنت کی جرح قابل قبول نہیں‘‘ ۔(توضیح الکلام ۱/۳۱۲)

امام دارقطنیؒ نے اپنی کتاب میں امام ابن حبانؒ کے ’’استحق ترکہ‘‘ کردینے کی جرح کا جواب دیا ہے۔امام دارقطنیؒ لکھتے ہیں۔’’ و عندی لا یستحق الترک ‘‘یعنی کہ میرے (امام دارقطنی کے نزدیک) امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ ترک کردینے کے مستحق نہیں ہیں۔(ان کو چھوڑا نہ جائے)

اس تحقیق سے واضح ہوگیا کہ امام ابن حبان کی جرح کسی بھی صورت میں اصول الرجال کی روشنی میں قابل قبول نہیں ہوسکتی ہے۔اور اس طرح کے قول سے امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کو ضعیف قرار دینے والے احمق ہیں۔

امام ابن عدی کی جرح کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۵۴ پر لکھتا ہے۔

’’محمد بن الحسن اہل حدیث میں سے نہیں۔۔اس کی حدیث کے ساتھ مشغول ہونا ایسا کام ہے جس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔محمد بن الحسن اور اس جیسے لوگوں کی روایتوں سے اہل حدیث بے نیاز ہے‘‘۔(الکامل فی الضعفاء الرجال ۶/۲۱۸۴)

جواب:۔ امام ابن عدی کی جرح بھی کئی وجہ سے قابل قبول نہیں۔

۱۔امام ابن عدی کا یہ لکھنا کہ ’’امام محمد بن الحسن اہل حدیث میں سے نہیں‘‘ اصول کے مطابق صحیح نہیں ہے۔کیونکہ ابن عدی محدثین میں سے ہیں اور محدثین، اصحاب رائے پر محدث کا اطلاق نہیں کرتے۔امام ابن اثیر لکھتے ہیں۔’’ والمحدثون یسمعون اصحاب القیاس اصحاب الرأی یعنون انھم یاخذون برأیھم فیما یشکل من الحدیث أو ما لم یأت فیه حدیث ولا أثر‘‘. (النھایۃ ۲/۱۷۹) یعنی

کہ محدثین اصحاب قیاس کو اصحاب الرائے کہتے ہیں اس سے وہ مراد یہ لیتے ہیں وہ مشکل حدیث کو اپنی رائے اور سمجھ سے حل کرتے ہیں یا ایسے مقام پر وہ اپنے قیاس اور رائے سے کام لیتے ہیں جس میں کوئی حدیث موجود نہیں ہوتی۔

علامہ ذہبیؒ نے امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کو المعین فی طبقات المحدثین رقم: ۱۰۷۱ص ۶۷ پر محدثین میں شمار کیا ہے۔لہذا محدثین میں نہ ہونے والی بات کی کوئی وقعت نہیں ہے۔غیر مقلد اسماعیل سلفی نے امام محمد کو ائمہ حدیث میں لکھا ہے۔(تحریک آزادی فکر ص ۳۳۴) اور اسی طرح غیر مقلد عبدالسلام مبارکپوری نے امام محمد بن الحسن، قاضی ابو یوسف اور امام اعظم کو فقہائے محدثین میں لکھا ہے اور ان لوگوں کا رد لکھا ہے جو ان تینوں کو فقہائے اہل الرائے میں لکھتا ہے۔(سیرۃ البخاری ص ۳۴۲)

۲۔امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ نے جلیل القدر محدثین سے احادیث کا سماع کیا جن میں امام ابوحنیفہؒ، امام ابویوسفؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام مالک بن انسؒ، امام ابن جریج، امام اوزاعیؒ، امام سفیان بن عیینہؒ، ابراھیم بن یزید، زکریا بن اسحاقؒ، عبدالعزیز بن ربیع، سعید بن عروبہ، اسماعیل بن عیاشؒ، شعبہ بن الحجاجؒ شامل ہیں۔

حافظ ابن ناصر الدین الدمشقیؒ لکھتے ہیں۔’’و اخذ عن مالک الموطا و غیرہ من الاحادیث لفظا و عرضا‘‘ (اتحاف السالک ص ۱۷۶)

ترجمہ:۔(امام محمد بن الحسنؒ) نے امام مالکؒ سے موطا اور دیگر احادیث لفظا (یعنی امام مالک سے سن کر) اور عرضا (یعنی امام مالکؒ کو سنا کر) دونوں طریق پر حاصل کیں۔

لہذا معلوم ہوا کہ امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ حدیث میں مشغول رہے ہیں۔

۳۔امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی روایات جلیل القدر امام شافعی نے اپنی روایات میں بیان کی ہیں۔امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی کتاب الجامع الصغیر امام یحییٰ بن معینؒ نے لکھی جن

میں احادیث موجود تھیں ۔امام احمد بن حنبل نے آپ سے دقیق علم حاصل کیا۔لہذا ابن عدی کے الزام (ان جیسے لوگوں کی روایتوں سے اہل حدیث بے نیاز ہیں) کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔

اور یہ بھی یادر ہے کہ ابن عدی احناف کے متعلق متشدد بھی تھے (الرفع والتکمیل ص ۳۹) لہذا تحقیق سے معلوم ہوا کہ ابن عدی کا قول کسی طرح بھی جرح بننے کے لائق نہیں ہے کیونکہ جو باتیں انھوں نے کیں وہ حقائق کے منافی ہیں۔

حافظ ابن شاہینؒ کی جرح کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۵۵ پر لکھتا ہے۔

امام ابوحفص عمر بن احمد بن شاہین البغدادی نے محمد بن الحسن کو اپنی مشہور کتاب تاریخ اسماء الضعفاء والمتروکین (ص ۱۶۳ ت ۵۳۶) میں ذکر کیا ہے اور کوئی دفاع نہیں کیا۔اگر ابن شاہین اور عقیلی وغیرہما اپنی کتب ضعفاء میں کسی راوی کو ذکر کریں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کتابوں میں ذکر ہر راوی ضرور بالضرور ضعیف و مجروح ہی ہوتا ہے۔بلکہ صحیح تحقیق یہ ہے کہ جسے جمہور ثقہ کہیں وہ ثقہ ہوتا ہے اگر چہ وہ ان کتب ضعفاء میں مذکور ہو اور جسے جمہور ضعیف کہیں وہ ضعیف ہوتا ہے اگر چہ وہ بعض کتب ثقات میں مذکور ہو۔

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ حافظ ابن شاہینؒ نے اپنی کتاب تاریخ اسماء الضعفاء والمتروکین (ص ۱۶۳ ت ۵۳۶) میں اپنی کوئی جرح نہیں کی بلکہ امام یحییٰ بن معینؒ کی جرح نقل کی ہے۔

مزید یہ کہ جمہور کا اطلاق کرنا ایک مردود بات ہے۔دراصل کسی امام فقیہ اور مجتہد کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے جمہور یا عددی برتری کافی نہیں ہے۔ائمہ کرام کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے جرح مفسر کا ہونا بہت ضروری ہے اور جارح یعنی جرح کرنے والے

کا عادل اور غیر متعصب ، غیر متعنت اور غیر متشدد ہونا بہت ضروری ہے۔جناب پہلے اپنے پسندیدہ طریقے پر (یعنی عددی تعداد کی برتری پر) امام محمد بن الحسن کو ضعیف ثابت کریں تو پھر جمہور کا راگ الاپ کر حافظ ابن شاہینؒ کو ان کے جارحین میں شمار کیجئے گا۔مگر جناب یاد رکھیں کہ نہ تو آپ عددی فوقیت کے طور پر امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کو ضعیف ثابت کر سکتے ہیں اور نہ ہی پوری جماعت غیر مقلدین کے پاس کوئی مفسر جرح موجود ہے۔لہذا جناب کا حافظ ابن شاہینؒ کو جارحین میں شمار کرنا غلط اور مردود عمل ہے۔اور اس پر طرفہ یہ کہ حافظ ابن شاہینؒ نے امام محمد بن الحسن الشیبانی پر کوئی جرح خود سے نہیں کی ہے۔جب کہ زبیر علی زئی جروحات ثابت ہونے سے پہلے ہی کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ جمہور کے مطابق ہے۔لہذا اس دھوکے سے عوام الناس کو آگاہ رہنا چاہیے۔

امام شافعیؒ کے قول کی تحقیق

غالی غیر مقلد لکھتا ہے۔"امام شافعی نے ابن فرقد کی کتاب الرد علی اہل المدینہ کے بارے میں فرمایا:فنظرت فی أولہ ثم وضعتہ أو رمیت بہ میں نے اس کے شروع میں دیکھا پھر اسے رکھ دیا یا پھینک دیا۔(مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۱۲۱)۔

امام شافعیؒ نے ابن فرقد سے کہا: قد نظرت فی کتابک ھذا فاذا بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم خطاء کلہ. میں نے تمہاری اس کتاب کو دیکھا ہے اس میں تو بسم اللہ الرحیم کے بعد سب غلط ہے۔(مناقب الشافعی ۱/۱۲۲)

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ غالی غیر مقلد جس قول سے جرح مراد لے رہا ہے وہ تو جرح ہی نہیں بنتی۔اور پھر تعصب کی انتہا ہے کہ امام شافعی کا پورا قول بھی نقل نہیں کیا۔زبیر علی زئی کو معلوم تھا کہ اگر پورا قول نقل کیا تو انکی شعبدہ بازی کا پردہ فاش ہو جائے گا۔

ا۔مناقب الشافعی للبیہقی ۱۲۱/۱ والے حوالے میں رمیت بہ کے الفاظ امام شافعیؒ کے نہیں بلکہ کسی راوی کا اضافہ ہے۔مزید یہ سکہ غالی غیر مقلد کی شعبدہ بازی عیاں کرنے کے لیے پوری عبارت نقل کی جاتی ہے تا کہ اصل عبارت اور اس کا مطلب سامنے آجائے۔مناقب الشافعی للبیہقی ۱۲۱/۱ کی عبارت کچھ یوں ہے۔

’’قال محمد بن ادریس الشافعیؒ و ذکر محمد بن الحسن صاحب الرأی فقال: قد وضعت کتابا علی اهل المدینه تنظر فیه،فنظرت فی أوله ثم وضعته أو رمیت به.

فقال: ماَ لَکَ؟ فقلت:أوله خطاء.علی من وضعت هذا الکتاب؟ قال:علی اهل المدینة.قلت من اهل المدینة؟ قال:مالک.قلت:مالک رجل واحد،قد کان بالمدینة فقهاء غیر مالک: ابن ذئب و الماجشون و فلان و فلان،و قال النبیﷺ:المدینة لا یدخلها الدجال و الطاعون،و المدینة علی کل نقب من أنقابها ملک شاهر سیفه (مناقب الشافعی للبیہقی ۱۲۰/۱۔۱۲۱)

ترجمہ:۔ امام شافعیؒ نے امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کے بارے میں کہا کہ انھوں نے ایک کتاب اہل مدینہ کے بارے میں لکھی تو میں نے اسے شروع سے دیکھا پھر اسے رکھ دیا یا اسے پھینک دیا۔اور پھر کہا کہ یہ کیا ہے؟ اس کے شروع میں ہی خطا ہے تم نے یہ کتاب کس کے بارے میں لکھی ہے۔امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ نے کہا کہ اہل مدینہ پر لکھی ہے۔امام شافعی نے پوچھا کہ کون اہل مدینہ؟ تو امام محمدؒ نے کہا: امام مالکؒ۔امام شافعیؒ نے کہا کہ امام مالکؒ ایک شخص ہیں،امام مالکؒ کے علاوہ بھی مدینہ میں فقہاء ہیں جیسے ابن ذئب اور الماجشون وغیرہ وغیرہ،اور نبی کریمﷺ نے فرمایا کہ مدینہ میں دجال اور طاعون داخل نہیں ہوسکتا۔

اس عبارت سے عیاں ہوگیا کہ امام شافعیؒ نے امام محمد بن الحسنؒ پر اعتراض نہیں بلکہ صرف کتاب کے نام (رد علی اہل مدینہ) رکھنے پر اعتراض کیا ہے اور کتاب کے نام پر اعتراض کرنے سے امام محمد بن الحسنؒ پر جرح سمجھنے والے ذی شعور نہیں بلکہ بیوقوف ہیں۔اگر کتاب پر رد کرنے سے محدث ضعیف ہوتا ہے تو پھر آپ کے لیئے مندرجہ ذیل حوالے پیش خدمت ہیں۔

ا۔امام محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم ۲۶۸ھ جو کہ مالکی فقیہ اور امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں،انہوں نے امام شافعی کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھی ’’الرد علی الشافعی فیما خالف فیه الکتاب و السنة‘‘ یعنی امام شافعی پر ان مسائل میں رد کہ جن میں انہوں نے قرآن اور سنت کی مخالفت کی ہے۔(الطبقات الکبری للسبکی ۲۲۴/۱)

۲۔امام لیث بن سعد المصری ۱۷۵ھ (جنھیں امام شافعی نے امام مالکؒ سے بھی زیادہ فقیہ اور بڑا عالم لکھا ہے۔تذکرۃ الحفاظ ۱۶۴/۱) نے امام مالک کے بارے میں لکھا۔

’’احصیت علی مالک بن انس سبعین مسئلة کلها مخالفة لسنة النبیﷺ مما قال مالک برأیه،قال و لقد کتبت الیه فی ذالک‘‘. (جامع البیان العلم وفضلہ ۱۴۸/۲)

ترجمہ:۔ میں نے امام مالک بن انسؒ کے ستر ۷۰ ایسے مسائل شمار کیے ہیں جو سب کے سب نبیﷺ کی سنت کے مخالف ہیں اور امام مالکؒ نے ان کو محض اپنی رائے سے بیان کیا ہے،چنانچہ میں نے اس کے متعلق ان کو لکھ کر بھیج دیا ہے۔

۳۔حسن بن احمد المقری نے الرد علی الشافعی کتاب لکھی۔ کشف الظنون ۸۳۹/۱

۴۔احمد بن مروان الدینوری نے الرد علی الشافعی کتاب لکھی۔ سیر اعلام النبلاء ۸۹/۲۱

۵۔ابراھیم بن حماد بن اسحاقنے الرد علی الشافعی کتاب لکھی۔ الفہرست ابن ندیم ۲۹۲/۱

۶۔حسن بن اسحاق النیسابوری ۳۴۸ھنے الرد علی الشافعی کتاب لکھی۔کشف الظنون ۱۳۲۰/۲

٧۔ ابراھیم ابو اسحاق البغدادی ۲۹۵ ھنے الرد علی الشافعی کتاب لکھی۔ ھدیۃ العارفین ۳/۱

٨۔ قاضی بکار بن قتیبۃ ۲۷۰ھ نے "الرد علی الشافعی مم مخالف فیہ الکتاب والسنۃ" لکھی۔ تاریخ الاسلام ۲۰/۱۷۱

٩۔ الحسن بن اسحاق النیسابوری نے الرد علی الشافعی فیما خالف فیہ القرآن لکھی۔ الطبقات السنیۃ ۱/۲۲۷

١٠۔ المفضل بن محمد نے التنبیۃ فی الرد علی الشافعی فیما خالف النصوص لکھی۔ معجم المولفین ۱۲/۳۱۶

١١۔ ابو یعقوب البیوطی نے الرد علیٰ مالک لکھی۔ طبقات الفقہاء الشافعیہ ۲/۶۸۲

قارئین کرام اس تحقیق سے یہ واضح ہو گیا کہ پہلے تو امام شافعیؒ نے امام محمدؒ پر رد کیا ہی نہیں اور اگر کتاب پر رد کیا بھی ہوتا تو اس سے راوی یا محدث ضعیف نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ اول تو امام شافعی نے امام محمد کی کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ پر صرف اہل مدینہ کے لفظ لکھنے پر اعتراض کیا، جس سے راوی کو ضعیف ثابت کرنا جہالت ہے اور مزید یہ کہ کسی کی کتاب کے رد کرنے کو راوی کے ضعف پر استدلال کرنا بے وقوفی ہی ہے۔

امام ابو یوسفؒ کے قول کی تحقیق

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۵۷ پر لکھتا ہے۔

''قاضی ابو یوسف۔۔۔ نے امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کے بارے میں کہا۔ قولوا لهذا الكذاب يعني محمدبن الحسن هذا الذى يرويه عني سمعه مني؟ اس کذاب یعنی محمد بن الحسن سے کہو، یہ جو مجھ سے روایتیں بیان کرتا ہے، کیا اس نے سنی ہیں؟ (تاریخ بغداد ۲/۱۸۰)

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ اس قول کی سند میں ایک راوی بشر بن الولید بن خالد الکندی ہے۔ بشر بن الولید الکندی امام محمد بن الحسن الشیبانی سے منحرف تھا، امام محمد بن الحسن پر چوٹیں کرتا تھا اور انھیں برا بھلا کہتا تھا۔ اور ان سے بدسلوکی کرتا رہتا تھا۔ حسن بن مالک ، اس (بشر بن الولید) کو اس کے اس طرز عمل سے منع کرتا تھا اور اس کے سامنے یہ دلیل پیش کرتا تھا کہ محمد بن الحسن نے فقہی مسائل پر کتاب لکھی ہیں، کیا بشر اس طرح ایک مسئلہ لکھ سکتا ہے۔ (الجواہر المضیہ ۱/۱۶۶، اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصیمری ص ۱۶۲)

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کی اس مسئلہ میں بشر بن ولید نے امام محمد بن الحسنؒ پر الزام لگایا ہے کیونکہ وہ امام محمد بن الحسنؒ سے منحرف تھا اور ان پر الزام تراشی کرتا تھا۔ لہذا اس قول سے استدلال مردود اور باطل ہے۔

نکتہ:۔ زبیر علی زئی نے اس قول کی سند کو حسن قرار دیا ہے جبکہ خود امام ابو یوسفؒ کو ضعیف ثابت کرنے کے لیئے پورا مضمون لکھا ہے۔ اور اگر یہ اعتراض الزامی ہے تو ہم اس کی وضاحت کر چکے ہیں کہ بشر بن الولید الکندی امام محمد بن الحسن سے منحرف تھا اور ان پر الزامات لگایا کرتا تھا لہذا اس قول سے استدلال مردود ہے۔

زبیر علی زئی کی پیش کردہ جروحات کا نقشہ

۱۔ امام یحیٰی بن معین کتاب الضعفاء للعقیلی ۴/۵۲

تبصرہ: امام ابن معین کی جرح مبہم ہے اور خود متشدد ہیں۔ امام ابن معین نے خود امام محمد بن الحسن الشیبانی سے لکھا جو کہ توثیق کی دلیل ہے، جبکہ امام ابن معین نے احناف بشمول امام محمد پر محدثین کی جرح کو زیادتی کہا ہے۔ لہذا امام ابن معین سے مبہم جرح مرجوح اور تعدیل راجح ہے۔ لہذا امام ابن معین کو جارحین میں شمار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اور بالفرض

جرح مان بھی لی جائے تو پھر بھی زبیر علی زئی کے اصول کے مطابق جرح اور تعدیل دونوں اقوال ساقط قرار پائیں گے۔

۲۔امام احمد بن حنبل الکامل ابن عدی ۲۱۸۳/۶

تبصرہ:۔ امام احمد نے اہل الرائے ہونے کی وجہ سے نہ لکھنے کا کہا جبکہ خود بعد میں امام محمد سے لکھا، اور امام محمد کی شاگردی کی اور ان سے حسن ظن رکھا۔ لہذا امام احمد کو جارحین میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

۳۔امام فلاس (تاریخ بغداد ۱۸۱/۲)

تبصرہ:۔ امام فلاس کی جرح مبہم ہے۔ لہذا زبیر علی زئی کے اصول کے مطابق جمہور کے اقوال کی روشنی میں اسکی قبولیت یا رد کا فیصلہ ہوگا۔

۴۔الجوزجانی نے (احوال الرجال ص ۷۶۔۷۷)

تبصرہ:۔ جوزجانی ناصبی تھا اور اس کی جرح اہل عراق پر قابل قبول نہیں نیز وہ متعنت بھی تھا۔

۵۔امام ابوزرعہ الرازی (کتاب الضعفاء ص ۵۷۰۔ تاریخ البغداد ۱۷۹/۲)

تبصرہ:۔ امام ابوزرعہ الرازی کے قول میں صرف جہمی کا الزام ہے، جبکہ امام محمد بن الحسن جہمی ہونے سے پاک تھے۔ لہذا یہ جرح قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

۶۔امام نسائی (جزء فی آخر کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۲۶۲)

تبصرہ:۔ امام نسائی متعنت تھے اور آپ کی جرح مبہم ہے۔ لہذا انکی جرح کا فیصلہ بھی جمہور کے قول کے مطابق ہوگا۔

۷۔حافظ عقیلی کتاب الضعفاء ۵۲/۴

تبصرہ:۔ حافظ عقیلی متعنت تھے اور خود جرح کی بھی نہیں لہذا انکی جرح کا فیصلہ بھی

جمہور کے قول کے مطابق ہوگا۔

۸۔امام ابن حبانؒ (کتاب المجروحین ۲۷۵/۲)

تبصرہ:۔ امام ابن حبان بھی متشدد تھے اور متشدد کی جرح اصول وضوابط کی روشنی میں صحیح نہیں ہے۔

۹۔امام ابن عدیؒ (الکامل فی الضعفاء الرجال ۲۱۸۴/۶)

تبصرہ:۔ ابن عدی کی جرح مبہم اور اصولوں کے خلاف ہے۔

۱۰۔ابن شاہین تاریخ اسماء الضعفاء والمتروکین (ص ۱۶۳ ت ۵۳۶)

تبصرہ:۔ ابن شاہینؒ نے خود کوئی جرح نہیں کی صرف ابن معین کی جرح نقل کی ہے۔

۱۱۔امام شافعی (مناقب الشافعی للبیہقی ۱۲۱/۱)۔

تبصرہ:۔ امام شافعیؒ کا اعتراض جرح ہی نہیں لہذا خواہ مخواہ اُن سے جرح ثابت کرنا ہٹ دھرمی اور مسلکی تعصب کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

۱۲۔امام قاضی ابو یوسفؒ (تاریخ بغداد ۱۸۰/۲)

تبصرہ:۔ امام ابو یوسفؒ کے قول میں بشر بن الولید امام محمد بن الحسنؒ سے منحرف تھا اور ان پر الزام لگاتا تھا لہذا یہ قول قابل قبول نہیں ہو سکتا، اور مزید یہ کہ خود زبیر علی زئی ابو یوسفؒ کو ضعیف مانتا ہے لہذا ان کا قول اسے کیسے ہوگا۔

نتیجہ:۔ قارئین کرام غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کے پیش کردہ ۱۲ حوالاجات میں امام ابن معین اور امام احمد بن حنبل سے خود توثیق ثابت ہے۔ لہذ ۱۲ میں سے باقی رہ گئے ۱۰۔ ان ۱۰ میں سے ابوزرعہ الرازی کی جرح جہمی ہونے سے امام محمد بن الحسن پاک ہیں لہذا یہ جرح نہیں بن سکتی اس لئے باقی رہ گئے ۹۔ ان باقی ۹ میں جرح جوزجانی کی ہے اور وہ بھی مردود ہے جوزجانی کی جرح اہل عراق پر نہیں لاگو ہوتی لہذا رہ گئے ۸۔ ان ۸ میں امام شافعیؒ کا قول

جرح ہی نہیں ہے لہذا رہ گئے ۷۔ ان باقی ۷ حوالوں میں عقیلی اور ابن شاہینؒ کی اپنی جرح ہی منقول نہیں لہذا رہ گئے ۵۔ ان ۵ میں سے قاضی ابو یوسفؒ کا قول بشر بن الولید الکندی کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے جبکہ خود زبیر علی زئی سیدنا ابو یوسفؒ کو ضعیف مانتا ہے۔ لہذا باقی رہ گئے ۴۔ ان باقی ماندہ ۴ اقوال میں امام نسائی اور امام فلاس کی جرح ہی مبہم ہے لہذا باقی رہ گئے ۲۔ تو ان باقی ماندہ ۱۲ اقوال ابن حبان اور ابن عدی اور غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے ان ۱۲ اقوال کی بنیاد پر دنیا بھر میں شور مچا رکھا ہے کہ امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ ضعیف اور کذاب ہیں۔ اگر ہم امام نسائی اور امام فلاس کی جرح کو بھی مان لیں تو پھر بھی زبیر علی زئی کے پاس صرف ۴ اقوال ہی رہتے ہیں۔ لہذا یہ ۴ اقوال آپ سنبھال کر رکھیں، کیونکہ یہ ۴ اقوال آپ کی ناقص تحقیق کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان اقوال کو اپنے حواریوں کو سنا کر انکے دل باغ باغ کریں، اہل حق اور اہل علم حضرات کی نظر میں ان حوالاجات کی کوئی علمی حیثیت اور اہمیت نہیں اور ایک جلیل القدر امام پر جرح کرنا جہاں آپ کی مسلکی حمیت و تعصب کا منہ بولتا ثبوت ہے وہاں آپ پر آخرت کا وبال بھی ہے۔ لہذا اپنی اصلاح کریں اور ائمہ کرام پر جرح ثابت کرنے کی ناکام کوشش نہ کریں۔

مبہم، متشددین اور متعنت کی جرح قابل قبول کیوں نہیں؟

قارئین کرام یہ بات ذہن نشین رہے کہ محدثین کے متشدد اور متعنت اور انکی جرح کو مبہم کہہ کر رد کرنے کہ کئی وجوہات ہیں۔

۱۔ جو شخص عادل ثابت ہو اس پر کوئی جرح قبول نہیں ہوتی ۔ اور امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ عادل تھے۔

ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں۔ والصحیح فی هذا الباب أن من صحت عدالته و ثبت فی العلم امامته وبانت ثقته و بالعلم عنایة لم یلتفت فیه الی قول أحد الا أن یأتی فی جرحته بینه عادلة یصح بها جرحته علی طریق الشهادت یعنی حق یہ ہے کہ جو شخص علم میں قابل، اعتبار و امانت دار ثابت ہو چکا ہے۔ اس کے حق میں کوئی رد و قدح قبول نہیں کی جاسکتی۔ جب تک قانون شہادت کی کسوٹی پر پوری طرح کھری نہ اُترے۔ (جامع البیان العلم وفضلہ ص ۲/۲۵۱، لسان المیزان ۱/۱۵، تہذیب التہذیب ۱/۲۰، طبقات الشافعیہ ۲/۱۰)

امام احمد بن حنبلؒ نے بھی کہا ہے: کل رجل ثبت عدالته لم یقبل فیه تجریح ۔ یعنی جس کی عدالت ثابت ہو جائے تو اس پر جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔ (تہذیب التہذیب ۷/۲۷۳)

امام ابن جریرؒ نے کہا: و من ثبت عدالته لم یقبل فیه الجرح ۔ (ھدی الساری ص ۲/۱۵۱) یعنی کہ جس کی عدالت ثابت ہو جائے اس پر جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔

معلوم ہوا کہ ان ائمہ کرام کے نزدیک اگر عدالت اور امامت ثابت ہو جائے تو پھر عددی فوقیت بھی کام نہیں آتی جس کا ڈھنڈورا صبح شام پیٹا جا رہا ہے۔ کیونکہ امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی عدالت ثابت ہے۔

۲۔ مسلکی و اعتقادی اختلاف کیوجہ سے بھی جرح نامقبول ہوتی ہے اور امام محمد بن الحسنؒ پر جرح کرنے والے چوں کہ زیادہ تر شافعی یا حنبلی تھے اس لیے ان کی جرح بھی قابل قبول نہیں ہوسکتی۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: وممن ینبغی أن یتوقف قبول قوله فی الجرح من کان بینه وبین من جرحه عدواة سببها الا ختلاف فی الاعتقاد (لسان المیزان ۱/۱۶) یعنی جرح کرنے والا اگر عداوت، دشمنی، نفرت یا اعتقاد (مسلکی) کے اختلاف کی وجہ سے جرح

کرے گا تو ایسے محدث کی جرح مردود ہوگی۔

علامہ سبکیؒ لکھتے ہیں: ومما ینبغی ان یتفقد عن الجرح حال العقائد واختلافها بالنسبة الی الجارح والمجروح فربما خالف الجارح المجروح فی العقیدہ فجرحه لذلک (طبقات الکبریٰ ۱/۱۸۹ و نسخہ ثانیہ ۲/۱۲)

یعنی "اور ضروری ہے کہ جرح کے وقت جارح اور مجروح کے عقائد و اختلاف عقائد کا حال دریافت کیا جائے، بعض دفعہ جارح عقیدے میں مجروح کا مخالف ہوتا ہے۔ اس لئے اس پر جرح کرتا ہے۔

مولانا عبدالحی لکھتے ہیں: الجرح اذا صدر من تعصب او عدواۃ او منافرۃ او نحو ذلک فهو جرح مردود ولا یؤمن به الا المطرود (الرفع والتکمیل ص ۴۰۹، توضیح الکلام ص ۲۲۸) "جرح جب تعصب یا آپس میں عداوت اور منافرت وغیرہ کی بنا پر ہو تو وہ مردود ہے۔ اس کا وہی اعتبار کرے گا جو خود منافرت میں مبتلاء ہو"۔

علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں۔ وربما کان الباعث له علی الخض من قوله مخالفة العقیدة، اعتقاد أنهم علی ضلال فیقع فیهم، أو یقصر فی الثناء لذلک، الی أن قال: وفهم من تأخذه فی الفروع الحمیة لبعض المذاهب، ویرکب الصحب والذلول فی الحصبیة، بحیث یمتنع بعضهم من الصلاة خلف بعض، الی غیر هذا مما یستقبح ذکره، ویا ویح هؤلاء أین هم من الله، (اعلان بالتوبیخ ص ۷۳، ص ۱۲۲)

"اکثر کسی بات کو گرانے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ عقیدے میں اختلاف ہو اور مورخ ان (عقیدے والوں) کو گمراہ سمجھ کر ان کی برائی کرے یا ان کی خوبی بیان کرنے میں کوتاہی کرے۔ آگے چل کر وہ (یعنی تاج الدین سبکیؒ) کہتے ہیں ان میں بعض ایسے ہوتے ہیں جو فروعی مسائل میں کسی خاص مذہب کی تائید پر تلے ہوئے ہیں اور اس تعصب کی خاطر کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے یہ ان

کے اخلاق کا بدترین پہلو ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض مذہبی فرقوں کی عصبیت اس حد کو پہنچ جاتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اسکے علاوہ اور بہت سی بری باتیں ہیں۔ ان لوگوں کا بُرا ہو۔ اللہ سے یہ لوگ کتنے دور ہو گئے ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں: قال أبو عمر: قد غلط فیه کثیر من الناس وضلت فیه نابتة جاهلة لاتدری ما علیها فی ذلک. والصحیح فی هذا الباب أن من صحت عدالته وثبت فی العلم امامته وبانت ثقته وبالعلم عنایة لم یلتفت فیه الی قول أحد الا أن یأتی فی جرحته ببینة عادلة یصح بها جرحته علی طریق الشهادت، والعمل فیها من المشاهدة والمعاینة لذلک بما یوجب تصدیقه فیما قال لبراءته من الغل والحسد والعداوة والمنافسة، وسلامته من ذلک کله، فذلک کله یوجب قبول قوله من جهة الفقه والنظر، وأما من لم تثبت امامته ولا عرفت عدالت ولا صحت لعدم الحفظ والاتقان، روایته فان ینظر فیه الی ما اتفق أهل العلم علیه ویجتهد فی قبول ما جاء به علی حسب ما یؤدی النظر الیه، والدلیل علی أنه لا یقبل فیمن اتخذه جمهور من جماهیر المسلمین اماماً فی الدین قول أحد من الطاعنین: ان السلف قد سبق بعضهم فی بعض کلام کثیر منه فی حال الغضب، ومنه ما حمل علیه الحسد. (جامع البیان العلم وفضلہ ص ۲/۱۵۰)

یعنی ابوبکر کہتے ہیں: اس بارے میں بہت لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہیں اور جہالت کی وجہ سے بہت ساری گمراہیاں پھیل گئی ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ جو شخص علم میں قابل اعتماد و امانت دار ثابت ہو چکا ہے اس کے حق میں کوئی رد و قدح قبول نہیں کی جا سکتی، جب تک قانون شہادت کی کسوٹی پر پوری طرح کھری نہ اُترے۔ معترض (جرح کرنے والے) کو بھی یہ یقین دلانا چاہیے کہ اس کا دل ہر قسم کے کینے، حسد، رقابت، عداوت سے پاک ہے کیونکہ اگر

یہ عالم کے دوسرے پر نکتہ چینی آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لی جائے تو تمام علماء پر سے بھروسہ اٹھ جائے گا۔ خود سلف صالحین میں رد وقدح ہو چکی ہے، کبھی غصہ سے اور کبھی حسد سے...... علماء کی آپس میں عیب جوئی، نکتہ چینی، تنقیص کچھ وزن نہیں رکھتی اور بالکل نا قابل التفات ہے۔

علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں۔ کلام الاقران بعضهم فی بعض لا یعبأ به ، لا سیما اذا لاح لک انه لعدواته أو لمذهب أو لحسد ، ما ینجو منه الا من عصم الله (میزان الاعتدال ۱/۱۱۱)

یعنی ایک دوسرے کی نسبت ہمسروں کے کلام کی پروانہ کرنی چاہیے۔ خصوصاً جب تجھ پر ظاہر ہو جائے کہ وہ تکلم بوجہ عداوت یا مذہب یا حسد کے ہے، جس سے کوئی انسان بچ نہیں سکتا مگر وہ جسے اللہ بچائے۔

امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ پر بھی مسلکی تفاوت اور حسد کی وجہ سے جرح کی گئی ۔اور کبھی جہمی اور مرجئی کہہ کر ان کو مجروح کرنے کی کوشش کی گئی۔ لہذا اس وجہ سے بھی ہم احناف پر جرح مفسر اور معتدل امام کی جرح کا مطالبہ کرتے ہیں، جو کہ اصول کے عین مطابق ہے۔

۳۔امام ابن معینؒ نے محدثین کی جروحات کی اصلیت کو واضح کر کے ائمہ احناف کی مظلومیت کا ثبوت فراہم کیا۔امام ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں۔ "حدثنا عبدالرحمن بن یحییٰ ثنا احمد بن سعید ثنا ابو سعید بن الاعرابی، ثنا عباس بن محمد الدوری قال سمعت یحییٰ بن معین یقول أصحابنا یفرطون فی أبی حنیفه و أصحابه"۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ۲/۲۴۱ وسندہ صحیح)

ترجمہ:۔ ہمارے اصحاب (محدثین کرام) نے امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب (امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ وغیرہما) کے بارے میں بڑی زیادتیاں کرتے ہیں (یعنی بغیر کسی وجہ کے جرح اور اعتراض کرتے ہیں۔)

ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں۔" واما سائر الحدیث فهم کالاعداء لابی حنیفه واصحابه " (الانتقاء فی فضائل ثلاثہ ۱/۱۷۲)

ترجمہ: یعنی محدثین کرام کی ایک جماعت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب (ابو یوسفؒ، امام محمدؒ) کیلئے دشمنوں جیسے ہیں اور ان سے عداوت رکھتے تھے۔

امام ابن معینؒ اور حافظ ابن عبدالبرؒ کی اس گواہی کے بعد اس بات کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے کہ ائمہ احناف کے بارے میں جرح کی وجوہات جان کر ان کے رد اور قبول کا فیصلہ کریں اور مبہم جرح کو رد کر دیں، تا کہ مزید زیادتی نہ ہو سکے اور کوئی ان اکابرین کو مجروح کرنے کی ناپاک کوشش نہ کر سکے۔

امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کے توثیق

مندرجہ ذیل محدثین کرام اور علماء کرام نے امام محمد بن الحسنؒ کی توثیق یا تعریف کی ہے۔

۱۔امام ابن معینؒ نے امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ سے انکی کتاب جامع الصغیر لکھ کر توثیق کی۔

خطیب البغدادی لکھتے ہیں۔

حدثنی الحسن بن محمد بن الحسن الخلال قال أنبانا علی بن عمر الجریری ان أبا القاسم علی بن محمدبن کاس النخعی...وقال النخعی حدثنا عبداللہ بن عباس الطیالسی قال نبانا عباس الدوری قال سمعت یحییٰ بن معین یقول کتبت الجامع الصغیر عن محمد بن الحسن (تاریخ البغداد ۱۷۶/۲)

ترجمہ:۔ امام ابن معین نے فرمایا: میں نے ''الجامع الصغیر'' خود امام محمد بن الحسن سے لکھی۔

سند کی تحقیق:۔

اس سند کے راویوں کا مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

۱۔الحسن بن محمد بن الحسن الخلالؒ	ثقہ	تاریخ بغداد ۴۲۵/۷
۲۔علی بن عمر بن سھل الحریریؒ	ثقہ	تاریخ بغداد ۲۱/۱۲
۳۔القاسم علی بن محمد بن کاس النخعیؒ ثقہ		تاریخ بغداد ۷۰/۱۲
۴۔عبداللہ بن عباس الطیالسیؒ	ثقہ	تاریخ بغداد ۳۶/۱۰
۵۔عباس بن محمد الدوریؒ	ثقہ	الکاشف رقم:۲۶۰۹

۶۔یحییٰ بن معینؒ	ثقہ	تقریب التھذیب رقم:۷۶۵۱

اس سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

اعتراض:۔ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی لکھتا ہے۔''یہ کوئی توثیق نہیں ہے اور اس کے برعکس امام یحییٰ بن معینؒ نے ابن فرقد کے بارے میں فرمایا: جہمی کذاب ہے۔(الضعفاء للعقیلی ۵۲/۴)

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ امام ابن معین کا امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ سے لکھنا ہی توثیق کے لیے کافی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔روی عنہ یحییٰ بن معین قلت و یکیفیہ روایۃ ابن معین عنہ (لسان المیزان ۲۷/۴ ترجمہ سعدان بن سعد اللیثی) یعنی کہ امام ابن معینؒ نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔میں (حافظ ابن حجرؒ) کہتا ہوں کہ ان کے (ثقہ ہونے) کے لیے امام ابن معین کا ان سے روایت کرنا ہی کافی ہے۔

لہذا امام محمد بن الحسن کی توثیق کے لیے امام ابن معین کا روایت کرنا ہی کافی ہے۔معلوم ہوا کہ امام ابن معینؒ نے امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی کتاب الجامع الصغیر لکھ کر ان کی توثیق کی ہے۔

رہا امام یحییٰ بن معین کا کذاب اور جہمی کہنا تو ہم اس جرح کا تحقیق جائزہ پہلے باب میں پیش کر چکے ہیں۔اب تحقیق کے بعد اس کو پیش کرنا جہالت ہی ہے۔اور جناب آپ کو امام یحییٰ بن معین کا صرف یہ ہی قول ازبر ہے۔کیا امام یحییٰ بن معین کا کوئی دوسرا قول مطالعہ میں نہیں ہے یا کہ احناف کے بغض میں بھلا بیٹھے ہیں؟۔جناب ذرا امام یحییٰ بن معین کا دوسرا قول بھی ملاحظہ کریں۔

امام ابن معین نے محدثین کی جروحات کی اصلیت کو واضح کر کے ائمہ احناف کی مظلومیت کا

ثبوت فراہم کیا۔ امام ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں۔ "حدثنا عبدالرحمن بن یحییٰ ثنا احمد بن سعید ثنا ابو سعید بن الاعرابی، ثنا عباس بن محمد الدوری قال سمعت یحییٰ بن معین یقول أصحابنا یفرطون فی أبی حنیفه و أصحابه"۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ۲/۲۴۱ وسندہ صحیح)

ترجمہ:۔ ہمارے اصحاب (محدثین کرام) نے امام ابوحنیفہؒ اوران کے اصحاب (امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ وغیرہما) کے بارے میں بڑی زیادتیاں کرتے ہیں (یعنی بغیر کسی وجہ کے جرح اوراعتراض کرتے ہیں۔)

قارئین کرام، امام ابن معینؒ کی اس بات کے بعد ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے مگر پھر بھی عرض یہ ہے کہ ان کی گواہی کے بعد کم از کم امام بن معین کو امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کے جارحین میں شمار کرنا ظلم عظیم اور جہالت کا بین ثبوت ہے۔

۲۔امام احمد بن حنبلؒ کے تمام اساتذہ ثقہ ہیں اور وہ صرف ثقہ ہی سے روایت کرتے ہیں۔ (مجمع الزوائد ۱/۸۰) اوراسی بات کا اقرار زبیر علی زئی نے خود اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ص ۳۲ پر بھی کیا ہے۔ زبیر علی زئی لکھتا ہے۔ "یعنی عام طور پر بعض راویوں کے استثناء کے ساتھ امام احمدؒ کے سارے استاد (جمہور کے نزدیک) ثقہ ہیں۔

ا۔ امام احمد بن حنبل نے خود امام محمدؒ سے لکھا ہے۔ خطیب البغدادی اپنی سند سے لکھتے ہیں۔

حدثنی الصوری أخبرنا عبدالغنی بن سعید أخبرنا ابو طاهر محمد بن احمد بن عبدالله بن نصر حدثنی ابراهیم بن جابر حدثنی عبدالله بن احمد بن حنبل قال کتبت ابی یوسف و محمد ثلاثة قماطر، قلت له، کان ینظر فیها، قال کان ربما ینظر فیها. (تاریخ بغداد ۳/۱۵)

ترجمہ:۔ امام عبداللہ بن احمدؒ لکھتے ہیں، میرے والد (امام احمد بن حنبلؒ) نے امام

ابو یوسف اور امام محمد (بن الحسن الشیبانیؒ) سے تین قماطیر (بڑے تھیلے) علم کے لکھے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے امام عبداللہ بن احمد سے پوچھا کہ: کیا آپ کے والدان کا مطالعہ بھی کرتے تھے؟ توانہوں نے کہا: ہاں۔ بسا اوقات ان کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

۱۔محمد بن علی بن عبداللہ الصوری	صدوق	تاریخ بغداد ۳/۱۰۳
۲۔عبدالغنی بن سعید	ثقہ	سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۶۸
۳۔محمد بن احمد بن عبداللہ	ثقہ	تاریخ البغداد ۱/۳۱۳
۴۔ابراہیم بن جابر بن عبدالرحمٰن	ثقہ	تاریخ بغداد ۶/۵۲
۵۔عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ	ثقہ فی الحدیث	سیر اعلام النبلاء ۱۳/۵۲۳

اس سند کی تمام راوی ثقہ ہیں۔

اس مندرجہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبلؒ نے خود امام محمد سے علم لکھا اوراس کا مطالعہ بھی کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبل کے اس قول پر شیخ عبدالرحمٰن معلمی غیر مقلد لکھتا ہے۔ "فالظاهر انه کتب عنهما مما یرویانه من الأثار (التنکیل ۱/۱۶۵) معلمی کہتے ہیں کہ اس قول سے ظاہر یہی ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن الحسنؒ دونوں کی احادیث لکھی تھیں۔ اور امام احمدؒ کی جرح اصول کے مطابق ثابت ہی نہیں ہے اور مزید یہ کہ ابتداء میں امام احمد بن حنبلؒ اصحاب الرائے سے نہیں لکھتے تھے، مگر بعد میں خود امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ سے انہوں نے لکھا اور دقیق مسائل بھی اخذ کیے۔

ب۔ مزید یہ کہ امام احمد بن حنبلؒ نے امام محمد بن الحسن سے دقیق مسائل بھی لکھے ہیں۔ امام صیمریؒ اپنی سند سے لکھتے ہیں۔" اخبرنا احمدبن محمد الصیرفی قال ثنا علی

بن عمرو الحريری قال ثنا علی بن محمد القاضی النخعی قال ثنا ابوبكر القاطيسی(القراطيسی) قال ثنا ابراهيم الحربی قال سألت احمد بن حنبل قلت هذه المسائل الدقائق من أين لک قال من كتب محمد بن الحسن (أخبار أبي حنيفه ص ۱۲۹)

ترجمہ:۔ امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا کہ، آپ نے باریک اور مشکل مسائل کہاں سے لیے ہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ یہ مشکل اور دقیق مسائل امام محمد بن الحسنؒ کی کتابوں سے لیے ہیں۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

۱۔احمد بن محمد الصیرفی	ثقہ	سوالات حمزہ السہمی رقم:۱۲۵
علی بن عمر بن سہل الحریریؒ	ثقہ	تاریخ بغداد ۲۱/۱۲
۳۔القاسم علی بن محمد بن کاس النخعیؒ	ثقہ	تاریخ بغداد۱۲/۷۰
ابوبکر القاطیسی (القراطیسی)	ثقہ	تاریخ بغداد۱۳/۸۶
ابراہیم الحربی	صدوق	طبقات الحنابلۃ۱/۲۳۲

اس سند کی تمام راوی ثقہ ہیں۔

اعتراض:۔ غالی غیر مقلد مقالات۲/۳۴۸ پر لکھتا ہے۔

''عرض ہے کہ اس روایت کا ایک راوی ابوبکر محمد بن بشر بن موسیٰ بن مروان القراطیسی ہے جس کا ذکر تاریخ بغداد (۲/۱۷۷) اور تاریخ دمشق لابن عساکر (۵۵/۱۱۰) میں بغیر کسی جرح وتعدیل کے ہے لہذا یہ راوی مجہول الحال ہے۔

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ اس سند میں ابوبکر القراطیسی محمد بن بشر بن موسیٰ بن مروان نہیں جسکو آپ مجہول کہہ رہے ہیں۔ اس سند میں ابوبکر القراطیسی عمر بن سعد بن عبدالرحمٰن ہے جسکو خطیب البغدادی نے تاریخ البغداد۱۳/۸۶ نے ثقہ ہے۔

اعتراض:۔ غیر مقلد معلمی لکھتے ہیں۔''ابراہیم غیر موثوق'' التنکیل ۱/۱۶۶ یعنی ابراہیم کی توثیق ثابت نہیں ہے۔

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ ابراہیم الحربی کی توثیق قاضی ابویعلی نے طبقات الحنابلۃ ۱/۲۳۲ میں، امام ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ:۵۸۴ میں، خطیب بغدادی نے تاریخ البغداد ۶/۲۸ پر کی ہے۔ لہذا ابراہیم بن اسحٰق الحربی مجہول نہیں بلکہ ثقہ راوی ہے۔

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ امام احمد بن حنبل نے بعد میں اپنی جرح سے رجوع کرتے ہوئے امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ سے لکھا جو امام محمد بن الحسن الشیبانی کی توثیق کی دلیل ہے۔

۲۔امام شافعیؒ نے بھی امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی توثیق یا تعریف کی ہے۔

۱۔امام بیہقیؒ اپنی سند سے امام شافعیؒ کا قول نقل کرتے ہیں۔'' أخبرنا محمد بن عبدالله الحافظ قال سمعت أبا عبدالله بن محمد بن العباس يقول :سمعت أبا عبدالله محمدبن حمدان الطرائفی يقول سمعت الربيع بن سليمان يقول سمعت الشافعی يقول ما كلمت اسود الرأس أعقل من محمد بن الحسن''۔ (مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۱۵۸ وسندہ صحیح)

ترجمہ:۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کالے سروالوں میں امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ سے زیادہ عقل مند نہیں پایا۔

قارئین کرام، اکثر لوگ تعدیل کے الفاظ میں ثقہ، ثبت، صدوق، لاباس بہ وغیرہ لے الفاظ ہی جانتے ہیں مگران کے علاوہ بھی کئی ایسے الفاظ موجود ہیں جو کہ راوی کی ثقاہت کو ثابت کرت ہیں۔ اس قول میں اسود الرأس زبردست ثقاہت کے الفاظ ہیں۔ (شفاء العلیل ص ۸۸)

ب۔ امام بیہقیؒ اپنی سند سے امام شافعیؒ کا قول نقل کرتے ہیں۔" اخبرنا أبو عبدالله الحافظ قال أبو أحمدالدارمی قال حدثنا عبدالرحمن یعنی ابن معمد الحنظلی قال حدثنا الربیع قال سمعت الشافعی یقول ما رأیت أحدا یسأل مسألة فیها نظر الا رأیت الکراهیة فی وجهه الا محمد بن الحسن" (مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۱۵۹ وسندہ صحیح)

ترجمہ:۔ امام شافعیؒ نے فرمایا میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس سے مسئلہ پوچھا تو اسکے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار ہو، سوائے محمد بن الحسن کے۔

پ۔ امام بیہقیؒ اپنی سند سے امام شافعیؒ کا قول نقل کرتے ہیں۔" أخبرنی محمد بن عبدالله الحافظ قال أخبرنی محمد بن عمرو البصری قال حدثنا محمد بن ابراهیم بن عاصم عن محمد بن عبدالله القزوینی الشافعی قاضی أهل مصر قال سمعت أبا جعفربن الفرجی یقولا أبا حسان الزیادی یقول ما رأیت محمد بن الحسن یعظم من أهل العلم اعظامه للشافعی و لقد جاء الشافعی رحمه الله یوما رکب محمد ابن الحسن ،فلقیه علی باب داره فرجع محمد بن الحسن الی منزله،وخلا به یومه الی اللیل،ولم یأذن لأحد. (مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۱۵۹۔۱۶۰ وسندہ صحیح)

ترجمہ:۔ ابو احسان الزیادی نے کہا کہ میں نے اہل علم میں سے امام شافعی سے بڑھ کر کسی کو امام محمد بن الحسنؒ کی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور امام شافعی (ایک روز) سوار ہو کہ آئے اور محمد بن الحسنؒ ان سے دروازے پر ملے، پھر امام محمد بن الحسنؒ واپس گھر چلے گئے اور اس دن سے رات میں خلوت میں رہے۔

ج۔ خطیب بغدادی اپنی سند سے امام شافعیؒ کا قول نقل کرتے ہیں ." حدثنی الحسن بن محمد بن محمد الخلال قال أبانا علی بن عمرو الجریری ان علی بن محمد النخعی حدثهم قال احمد بن حماد بن سفیان قال سمعت المزنی سمعت الشافعی یقول: امن الناس علی فی الفقه محمدبن الحسن" (تاریخ بغداد ۲/۱۷۶ وسندہ صحیح)

ترجمہ:۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ فقہ میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان محمد بن الحسن کا ہے۔ اور اس قول کی سند صحیح ہے۔

قارئین کرام یہ قول ان لوگوں کا رد ہے جو کہ دن رات امام محمد بن الحسن کو جہمی اور مرجئی کہنے کی گردان الاپتے ہیں۔

د۔ حافظ ابن عبدالبر اپنی سند سے امام شافعیؒ کا قول لکھتے ہیں۔" حدثنا خلف بن قاسم قال الحسن بن رشیق قال نا محمد بن یحییٰ الفارسی قال أنا الربیع ابن اسلیمان قال سمعت الشافعی یقول حملت عن محمد بن الحسن حمل بختی و مرة و قر بعیر لیس علیة الا سماعی منه"۔ (الانتقاء ۱/۶۹ وسندہ حسن)

ترجمہ:۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں میں نے محمد بن الحسنؒ سے بڑے اونٹ کے برابر علم لیا اور یہ تو وہ علم تھا جو میں بے ان سے سنا (یعنی میری سماعت کے علاوہ انکے علم کی کیا انتہا ہوگی)

ر۔ امام صیمری اپنی سند سے امام شافعیؒ کا قول نقل کرتے ہیں۔ "حدثنا ابو اسحاق النیسابوری المعروف بالدبیع قال ثنا محمد بن یعقوب الأصم قال ثنا الربیع بن سلیمان قال کتب الشافعی الی محمد بن الحسن و قد طلب منه کتبه لیستنسخها فأخرها عنه فکتب الیه. قل لمن لم ترعین من رآه مثله۔۔۔۔ (اخبار ابی حنیفہ ص ۱۲۷ وسندہ صحیح)

ترجمہ:۔ امام شافعی فرماتے ہیں:۔ اس شخص کو کہ وہ جس کو دیکھنے والوں کی آنکھ نے، اس کا مثل نہیں دیکھا۔

اس قول میں امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی زبردست ثقاہت ہے کیونکہ لم ترعین (اور اسکے ہم معنی الفاظ) کے الفاظ محدثین کے نزدیک نادر اور قلیل استعمال ہوتے ہیں مگر یہ الفاظ زبردست ثقاہت پر دلالت کرتے ہیں۔ (معجم الفاظ وعبارات الجرح والتعدیل المشهورة والنادرة ص ۶۵۳)

٤۔ امام بیہقیؒ ۴۵۸ھ نے امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی ایک حدیث کی توثیق کی ہے۔

امام بیہقیؒ ایک حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔ "**و انما یصح عن الشعبی والروایة فیه عن ابن عباس علی ما حکی محمد بن الحسن**"۔ (سنن الکبریٰ ۸/۱۰۴) یعنی کہ اس مسئلہ میں امام شعبیؒ اور حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت صحیح ہے جیسا کہ امام محمد بن الحسن نے روایت کیا ہے۔ اس قول میں امام بیہقیؒ نے واضح توثیق کی ہے۔

٥۔ امام ابوسعید عبدالکریم السمعانیؒ ۵۶۲ھ نے امام محمد بن الحسن الشیبانی کو الامام الربانی لکھا ہے۔ (کتاب الانساب ۳/۴۷۸) جو کہ زبردست توثیق ہے۔

٦۔ امام ابن الھادی المقدسی ۷۴۴ھ امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "القاضی الامام العلامة فقیه العراق ابو عبدالله محمد بن الحسن الشیبانی احد شیوخ الامام الشافعی" (مناقب الائمة الاربعة ص ۶۰) اس قول میں بھی ابن الھادی نے امام محمد کی توثیق کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ غالی غیر مقلد نے فتوی علمیہ ۱/۵۷۶ میں لفظ الامام اور العلامة سے بھی توثیق پر استدلال کیا ہے۔

۷۔ علامہ ذہبیؒ ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔ کان بحور العلم و الفقه قویا فی مالک. (لسان المیزان ۷/۶۱) امام ذہبیؒ نے لکھا کہ آپ (امام محمد بن الحسنؒ) علم (حدیث وغیرہ) اور فقہ کے سمندر تھے۔ اور امام مالکؒ سے روایت کرنے میں قوی (ثقہ) تھے۔

نکتہ:۔ غالی غیر مقلد نے زبیر علی زئی نے وکان بحور العلم کے الفاظ کو فتوی علمیہ ۱/۵۷۶ میں ثقاہت کی دلیل تسلیم کیا ہے۔

اعتراض:۔ اگر کوئی شعبدہ بازی کرتے ہوئے یہ لکھے کہ امام محمد بن الحسن اگر امام مالکؒ کے علاوہ دوسرے لوگوں سے روایت کرے تو وہ غیر قوی یعنی کہ ضعیف ہے۔

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ یہ بات ہی غلط ہے، غالی غیر مقلد زبیر علی زئی خود ایک راوی یحییٰ بن سلیم کے بارے میں البانی کے استدلال کو رد کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ "اور اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب وہ استنباط ہے جو شیخ البانی نے امام بخاریؒ کے قول: ما حدث الحمیدی عن یحییٰ بن سلیم فھو صحیح سے نکالا ہے کہ اگر غیر حمیدی اس (یحییٰ بن سلیم) سے روایت کرے تو وہ (امام بخاری کے نزدیک) ضعیف ہے، اسے مفہوم مخالف کہتے ہیں۔ دلیل صریح کے مقابلے میں مفہوم مخالف ومبہم وغیر واضح دلائل سب مردود ہوتے

ہیں۔(شمارہ الحدیث نمبر:۶۱ص۲۳)

جناب زبیر علی زئی صاحب! اس مقام پر بھی مفہوم مخالف ومبہم وغیر واضح دلائل ہیں اور یہ اعتراض کہ ''امام مالک کے علاوہ ضعیف ہیں'' یہ بات مردود ہے۔جب امام مالک میں ثقہ ہیں تو اپنے قدیم اساتذہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ وغیرہما میں ثقہ کیوں نہیں؟لہذا اپنے گمراہ کن اصول اپنے پاس رکھیں۔علامہ ذہبیؒ نے امام محمد بن الحسنؒ کو بحور العلم لکھ کر امام مالک کے علاوہ بھی واضح توثیق کر دی ہے۔مزید یہ بھی یاد رہے کہ امام محمد بن الحسن تو فقہ میں امام بھی ہیں جسکہ خود علامہ ذہبی نے بھی تسلیم کیا ہے۔جس سے یہ بات تو واضح ہوگئی کہ امام محمد بن الحسن فقہ میں جو بھی روایت کریں وہ قابل قبول ہوگا،کوئی چالاکی دکھا کر ان کے فقہی اقوال اور استدلال کو یہ کہ کر رد نہیں کرسکتا کہ امام محمد بن الحسن ضعیف ہیں۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔'' الفقیہ العلامۃ،مفتی العراقین،ابو عبداللہ احد الاعلام''۔(تاریخ الاسلام ۱۲/۳۵۸)اور یہ بھی زبردست توثیق ہے۔

۸۔حافظ نورالدین الھیثمی ۸۰۷ھ نے امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی حدیث کو حسن کہا ہے۔(مجمع الزوائد ۶/۲۰۷حدیث:۱۰۱۷۲)

اعتراض:۔ زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۳۰ پر لکھتا ہے۔''عرض یہ ہے کہ حاکم اور ہیثمی کے حوالے جمہور محدثین اور کبار علماء مثلا امام احمد،امام یحییٰ بن معین اور امام فلاس وغیرہم کے مقابلے میں کس طرح پیش ہوسکتے ہیں۔اور مزید مقالات ۲/۳۶۴ پر لکھتا ہے۔'' ۔۔۔اُن کی تحسین جمہور محدثین واکابر علماء کے خلاف ہونے کے وجہ سے مردود ہے۔

جواب:۔عرض یہ ہے کہ جناب آپ کے پیش کردہ دلائل کا ہم پچھلے صفحات پر بخیہ اُدھیڑ

چکے ہیں۔امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین سے توثیق باسند صحیح ثابت کر چکے ہیں۔لہذا یہ تو آپ کے کسی کام کے حوالے نہیں رہے۔اور رہی بات جمہور کی،تو جناب ابھی آگے جرح وتعدیل دونوں کا نقشہ ملاحظہ کیجیے گا،پھر دیکھیں گے کہ جمہور کس کے ساتھ ہے۔خالی جمہور جمہور کہنے سے جمہور ثابت نہیں ہوتا۔لہذا جمہور کا رٹا لگانا ترک کر دیجئے۔

۹۔امام حاکم ۴۰۵ھ نے امام محمد بن الحسن الشیبانی کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔(مستدرک الحاکم ۴/۳۴۱)

اعتراض:۔ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۶۲ پر لکھتا ہے۔یہ تصحیح تین وجہ سے مردود ہے۔۔۔۔۱۔حافظ ذہبی نے اس حدیث کی تلخیص میں حاکم پر رد کرتے ہوئے کہا: قلت بالدبوس میں نے کہا: ڈنڈے کی زور سے۔۲۔یہ جمہور کے خلاف ہے۔۳۔بعض راویوں پر وآل تقلید جرح کرتے ہیں مثلا محمد بن اسحاق بن یسار،مؤمل بن اسماعیل اور عبدالحمید بن جعفر وغیرہ۔حالانکہ امام حاکم اور ذہبیؒ نے ان دونوں کی احادیث کو صحیح کہا ہے۔یہاں پر یہ لوگ جمہور کے موافق حاکم کی تصحیح نہیں مانتے اور وہاں جمہور کے خلاف تصحیح مان لیتے ہیں،کیا انصاف ہے،سبحان اللہ۔

جواب:۔ غالی غیر مقلد کا یہ جواب خود تین وجہ سے مردود ہے۔

اول تو امام ذہبیؒ نے امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی توثیق **کان بحور العلم و الفقہ** (لسان المیزان ۷/۶۱) پر کی ہے۔

دوم یہ کہ امام حاکم کی تعدیل جمہور کے خلاف نہیں بلکہ مؤید ہے۔جمہور نے امام محمد کی توثیق کی ہے یا تضعیف اسکا نقشہ آگے آرہا ہے جس سے واضح ہوجائیگا کہ جمہور نے امام محمد بن الحسنؒ کی توثیق کی ہے۔

سوم یہ کہ امام ذہبیؒ کے بالدبوس کہنے سے یہ کیسے ثابت ہوگیا کہ انھوں نے امام محمد بن الحسنؒ کی وجہ سے اس حدیث کو بالدبوس کہا ہے۔اور مزید یہ کہ امام ذہبیؒ کے اس حدیث پر حکم سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ امام حاکم کے مطابق امام محمد کی حدیث صحیح نہیں ہے؟۔جناب ہم تو امام حاکم کا موقف پیش کرر ہے ہیں کہ ان کے نزدیک امام محمد بن الحسن الشیبانی کی حدیث صحیح ہے۔لہذا ایسے بھونڈے اعتراض کر کے اپنی جہالت ثابت نہ کریں۔

۱۰۔امام دارقطنیؒ نے کہا: و عندی لا یستحق الترک (سوالات البرقانی رقم:۵٦۸) یعنی امام محمد چھوڑنے کے مستحق نہیں ہیں (یعنی کہ امام محمد بن الحسن سے احتجاج کرنا چاہیے۔)

غالی غیر مقلد نے مقالات ۲/۳۵٦ الترک کا ترجمہ متروک کیا ہے جو کہ اصول کے مطابق غلط ہے۔کیونکہ امام دارقطنی کا لایترک کہنا جرح ہی نہیں ہے۔

اعتراض:۔ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۵٦ پر لکھتا ہے۔"امام دارقطنی کے نزدیک کسی راوی کے متروک نہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ امام دارقطنیؒ کے نزدیک ضعیف بھی نہیں ہے یا دوسرے محدثین کے نزدیک متروک نہیں ہے۔

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ یہ اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال ۲/۴۰ پر امام دارقطنی کی جرح لایترک کے بارے میں لکھا ہے۔"فقول الدارقطنی فیہ: لا یترک ،لیس بتجریح لہ" یعنی امام دارقطنی کا لایترک کہنا جرح ہی نہیں ہے۔

مزید یہ کہ امام دارقطنی نے امام محمد بن الحسن کو ثقہ محدثین میں شمار کیا ہے۔امام زیلعیؒ اس ثقاہت کے بارے میں امام دارقطنی کی کتاب غرائب مالک کے حوالے سے لکھتے ہیں۔"

حدث بہ عشرون نفرا من الثقات الحفاظ منہم محمد بن الحسن الشیبانی و یحییٰ بن سعید القطان و عبداللہ بن مبارک و عبد الرحمن بن مہدی و ابن وہب وغیرہم"۔(نصب الرایہ ۱/۴۰۸۔۴۰۹)

ترجمہ:۔ اس حدیث کو (امام مالک سے) بیس عدد ثقہ حفاظ حدیث نے بیان کیا ہے جن میں امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ، امام یحییٰ بن سعید القطان، امام عبداللہ بن مبارکؒ، امام عبدالرحمان بن مہدی اور امام ابن وہب وغیرہ شامل ہیں۔

معلوم ہوا کہ امام دارقطنیؒ نے امام محمد کو ثقہ حفاظ میں شمار کیا ہے۔لہذا امام دارقطنی سے توثیق ثابت ہے۔

اعتراض:۔ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲/۳۵۵ پر لکھتا ہے

"یہ حوالہ کئی وجہ سے مردود ہے۔۱۔جمہور کی جرح کے خلاف ہے۔۲۔اصل کتاب غرائب مالک میں موجود نہیں ہے تا کہ زیلعی کے دعوی کی تصدیق کی جاسکے۔۳۔دارقطنی نے قاضی ابو یوسف کہا۔اندھوں میں کانا (تاریخ بغداد ۱۴/۲٦۰) اور کہا۔۔۔وہ (ابو یوسف) محمد بن الحسن سے زیادہ قوی ہے۔(سوالات البرقانی:۵٦۷) معلوم ہوا کہ امام دارقطنی کے نزدیک محمد بن الحسن الشیبانی دیکھنے کی قوت سے محروم تھا"۔

جواب:۔ عرض یہ کہ زبیر علی زئی کا یہ جواب خود کئی وجہ سے مردود ہے۔

۱۔جمہور نے امام محمد بن الحسنؒ کی توثیق کی ہے۔زبیر علی زئی نے عجب کھیل رچایا ہوا ہے جب امام محمدؒ پر جرح ثابت کرنی ہو تو مردود جرح کو بھی جمہور کے مطابقت کہ کر قبول کرتے ہیں اور جب اس کے خلاف توثیق کے صریح حوالے ہوں تو جمہور کے خلاف کہ کر رد کر دیتے ہیں۔لہذا جمہور کا نام لے کر ائمہ کرام کی تنقیص کرنا مردود ہے۔انشاءاللہ جمہور کس طرف ہے یہ بھی معلوم ہو جائے گا۔

۲۔اصل کتاب غرائب مالک کا موجود نہ ہونا کوئی مسئلہ نہیں ہے کیونکہ جب ثقہ محدث کسی کتاب کا حوالہ دے کر بات لکھے تو وہ قابل قبول ہوتی ہے۔مزید یہ کہ اس دعویٰ کی توثیق اسطرح بھی ہوتی ہے کہ امام بدرالدین عینیؒ نے بھی امام دارقطنیؒ کی توثیق والے حوالے کو شرح ابوداؤد ۳/۳۴۱ میں غرائب مالک کے حوالے سے لکھا ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ امام زیلعی کا حوالہ بالکل صحیح ہے اور اس پر اعتراض کرنا مردود ہے۔

۳۔امام دارقطنیؒ کا امام ابو یوسفؒ کو اندھوں میں کانا کہنے کی تحقیق ہم امام ابو یوسفؒ پر اعتراض کی تحقیق میں پیش کر چکے ہیں۔اور اس اعتراض کے بخیے ادھیڑ دیے ہیں۔جب امام دارقطنیؒ کے حوالے سے امام محمد بن الحسنؒ کے بارے میں توثیق ثابت ہوگئی ہے تو پھر سوالات البرقانی: ۵۶۷ کے حوالے کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی۔مزید یہ کہ امام دارقطنیؒ پر احناف کی بابت متعصب ہونے کا ثبوت بھی موجود ہے۔پس تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ زبیر علی زئی کے اعتراضات مردود ہیں۔

۱۱۔حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:۔وکان من أفراد الدهر فی الذکاء

(الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار رقم:۲۱۴)

حافظ ابن حجر کے یہ الفاظ توثیق ہیں۔محدثین کے نزدیک ایسے الفاظ انتہائی بلکہ درجہ اول کی ثقاہت پر اطلاق ہوتے ہیں۔(شفاء العلیل ص ۵۲)

۱۲۔امام ابن العماد الحنبلیؒ ۱۰۸۹ھ لکھتے ہیں:۔فقیہ العصر...و کان اذکیاء العالم (شذرات الذهب ۲/۳۰۸)

امام ابن العماد الحنبلیؒ کے مندرجہ بالا الفاظ امام محمد بن الحسن کی زبردست ثقاہت ثابت کرتے ہیں۔قارئین کرام، اذکیا العالم بھی زبردست ثقاہت کا صیغہ ہے۔علامہ ذہبیؒ نے

سیر الاعلام النبلاء ۲۶۵/۲۳، پر اس لفظ سے ثقاہت کی دلیل بھی لی ہے۔

۱۳۔امام شمس الدین الجزریؒ ۸۳۳ھ لکھتے ہیں:۔الامام الکبیر فقیه الزمانه (مناقب الاسد الغالب ۱/۰۷) اس قول میں جو ثقاہت ہے اسکا کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا ہے۔

۱۴۔ابن تغری بردیؒ ۸۷۴ھ لکھتے ہیں۔"محمد بن الحسن الفقيه ابن فرقد الشيباني مولاهم الكوفي الفقيه العلامة شيخ الاسلام و أحد العلماء الاعلام مفتي العراقين"۔(النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ ۲/۱۶۴)

قارئین کرام، شیخ الاسلام کے الفاظ زبردست ثقاہت پر دلالت کرتے ہیں۔علامہ سخاوی لکھتے ہیں۔"فهو يطلق على ما استقرى من صنيع المعتبرين: على المتبع لكتاب الله تعالىٰ و سنة رسول ﷺ مع المعرفة بقواعد العلم والتبحر فى الاطلاع على اقوال العلماء و التمكن من تخريج الحوادث على نصوص و معرفة المعقول و المنقول على الوضع المرضى"۔(الجواهر والدرر ۱/۶۵)

ترجمہ:۔ معتبر علماء کی صنیع اور طریقہ کے استقراء اور تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لقب کا اطلاق اس شخصیت پر کیا جاتا ہے جو: قرآن عزیز اور سنت رسول ﷺ کا متبع اور پیرو ہو، علوم کے اساس و مبانی کی معرفت رکھتا ہو، علماء کے اقوال و مذاہب سے باخبر ہو، نئے پیش آمدہ مسائل کا حل نصوص میں تلاش کرنے کا تجربہ رکھتا ہو، علوم عقلیہ اور نقلیہ سے باخبر ہو اور ان کی درست اور صحیح تاویل کرسکتا ہو۔

لہذا معلوم ہوا کہ ابن تغری بردی کے قول میں امام محمد بن الحسن کی زبردست ثقاہت ہے۔

۱۵۔امام صلاح الدین ایبک الصفدی ۷۶۴ھ لکھتے ہیں۔"
و کان اماما مجتھد من الاذکیا الفصحاء" (الوافی الوافیات ۲/۲۴۷، رقم: ۷۸۲)

۱۶۔امام یافعیؒ المکی ۷۶۸ھ لکھتے ہیں۔"قاضی القضاۃ و فقیہ العصر"۔(مراۃ الجنان وعبرۃ الیقظان ۱/۳۲۵) فقیہ العصر بھی ثقاہت کا صیغہ ہے ملاحظہ کریں طبقات الکبرای ۴/۳۴ اور سیر الاعلام النبلاء ۱۹/۳۹۳

۱۷۔محدث ابن العدیمؒ لکھتے ہیں۔"امام المسلمین محمد بن الحسن الشیبانیؒ"۔ (بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب ۴/۲۹۰) اس قول میں بھی امام محمد بن الحسن کی زبردست ثقاہت موجود ہے۔

۱۹۔امام فادانی المکیؒ ایک سند میں لکھتے ہیں۔"الامام الحجۃ أبی عبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی" (العجالۃ ۱/۳۸)

۲۰۔علامہ زیلعیؒ نے اپنی کتاب نصب الرایہ ۱/۴۰۸۔۴۰۹ پر امام دارقطنی کی کتاب غرائب مالک سے امام محمد بن الحسن کو ثقہ حفاظ میں شمار کیا اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔معلوم ہوا کہ علامہ زیلعی کے نزدیک بھی امام محمد بن الحسنؒ ثقہ راوی ہیں۔(اگر کبھی

اعتراض کرنے کی کوشش کی تو اس کا جواب زبیر علی زئی کے ہی اصولوں سے دیا جائے گا)

۲۱۔امام بدرالدین عینیؒ نے اپنی کتاب شرح ابوداؤد ۳/۳۳۱ پر امام دارقطنی کی کتاب غرائب مالک سے امام محمد بن الحسن کو ثقہ حفاظ میں شمار کیا اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔معلوم ہوا کہ امام بدرالدین عینیؒ کے نزدیک بھی امام محمد بن الحسن ثقہ راوی ہیں۔(اگر کبھی اعتراض کرنے کی کوشش کی تو اس کا جواب زبیر علی زئی کے ہی اصولوں سے دیا جائے گا)

۲۲۔امام محمد بن یوسف صالحی دمشقیؒ ۹۴۳ھ لکھتے ہیں۔" ان الثقہ الائمۃ من اصحاب الامام ابی حنیفہ لم ینقلوا عنہ شیئا من ذالک کلامام ابی یوسف و الامام محمد بن الحسن فیما جمعاہ من حدیثہ" (عقود الجمان ص ۶۲)

ترجمہ:۔بے شک امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ میں سے جو کہ ثقہ ہیں جیسا کہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن الحسنؒ ہیں، انھوں نے آپ کی احادیث کے جو مجموعے تیار کیے ہیں ان میں انہوں نے آپ سے ایسی کوئی بات نقل نہیں کی۔

۲۳۔غیر مقلد عبدالرحمٰن معلمی لکھتے ہیں۔"و ان محمد اکان مع مکانۃ من الفقہ و السنن و المنزلۃ من الدولۃ و کثرۃ الاتباع علی غایۃ من الانصاف فی البحث و النظر"۔(التنکیل ۱/۴۲۳)

ترجمہ:۔امام محمدؒ کو فقہ اور سنت میں ایک مقام حاصل تھا، نیز آپ حکومت کے ہاں قدر و منزلت اور بکثرت اپنے پیروکار بھی رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود بحث و نظر میں

آپ انتہائی درجہ کے انصاف پسند تھے۔

غیر مقلد معلمی مزید لکھتے ہیں۔'' فاما محمد بن الحسن فهو اجل وا فضل مما يتراء ی هنا'' (التنکیل ۱/۴۹۲) یعنی کہ امام محمد بن الحسنؒ کا انتہائی جلیل القدر اور افضل ہونا شک وشبہ سے بالا ہے۔

۲۴۔علامہ جمال الدین قاسمی لکھتے ہیں۔'' فقد لينهما اهل الحديث، كما ترى في ميزان الاعتدال ولعمري لم ينصفوهما، و هما البحران و الزاخران، وو آثارهما تشهد بسعة علمهما و تبحرهما، بل يتقدمهما على كثير من الحفاظ، و ناهيك كتاب الخراج لابي يوسف و مؤطا الامام محمد'' (الجرح والتعدیل ص ۲۴)

ترجمہ:۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن الحسنؒ کو بعض محدثین نے کمزور قرار دیا ہے جیسا کہ آپ نے میزان الاعتدال میں دیکھا ہے۔میری عمر (عطا کرنے والے) کی قسم، ان محدثین نے ان دونوں اماموں کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔حالانکہ یہ دونوں علم کے موجزن سمندر ہیں، اوران کے آثار (احادیث) ان کی وسعت علم اوران کے تبحر علمی پر گواہ ہیں، بلکہ اس پر شاہد ہیں کہ یہ دونوں امام اکثر حفاظ حدیث پر فوقیت رکھتے ہیں۔آپ کو ان دونوں کے علمی رتبے جاننے کے لیئے امام ابو یوسفؒ کی کتاب الخراج اور امام محمدؒ کی موطا ہی کافی ہے۔

قارئین کرام، مندرجہ بالا ۲۲ محدثین اور ۲ غیر مقلد علماء کے حوالے سے واضح ہوگیا کہ جمہور محدثین نے امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی زبردست توثیق یا تعریف کی ہے اور ان کے ہوتے ہوئے زبیر علی زئی کے پیش کردہ مردود اقوال کی جمہور کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ولہذا یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ امام محمد رضی اللہ عنہ ایسے نہیں

جیسے متعصب وحمیق زبیر علیزئی سمجھتا اور لکھتا ہے بلکہ آپ امام الکبیر جلیل القدر فقیہ ومحدث اور ثقہ ہیں۔

کتاب الآثار کا قلمی نسخہ

غالی غیر مقلد نے مقالات جلد ۲ صفحہ ۳۶۴ پر امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کے موجودہ نسخوں کی سند نہ ہونے کا بڑا ہی عجیب اعتراض کیا ہے کہ احناف کے پاس موجودہ نسخہ کی صحیح سند موجود نہیں ہے۔یہ اعتراض ایک تو بنیادی طور پر ہی غلط ہے، مزید یہ کہ نسخہ کی سند نہ ہونے کی بات ان کے کم علمی کی دلیل ہے۔کیونکہ کتاب الآثار کا ایک قدیم نسخہ مدینۃ المنورۃ کی لائبریری میں نمبر ۱۹۴ کے تحت موجود ہے اور یہ نسخہ جمعۃ الماجد الثقافۃ والتراث، دبئی میں بھی موجود ہے۔یہ نسخہ ۵۵۷ھ میں لکھا گیا اور اس نسخہ کا تقابل اصل نسخہ سے کیا گیا۔مزید یہ کہ اس نسخہ کا تقابل ثقہ امام قوام الدین کے نسخے سے بھی کیا گیا اور شیخ قوام الدین کے پاس جو نسخہ تھا اس کی تاریخ نسخ ۴۹۴ھ ہے اور اہم بات یہ کہ اس نسخہ کا تقابل بھی کتاب الآثار کے اصل نسخہ سے کیا گیا۔لہذا امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی کتابوں پر اعتراض کرنا غلط ہے۔اس نسخہ کا عکس بھی قارئین کے لیے حاضر ہے تاکہ وہ خود فیصلہ کرلیں کہ احناف پر کس تعصب کی بنا پر اعتراضات اٹھائے جا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بزرگان دین اور ائمہ کرام کا ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

بسم الله الرحمن الرحيم

كتاب الوضوء

محمد بن الحسن رحمه الله قال أخبرنا أبو حنيفة رضي الله عنه

عن حماد عن إبراهيم عن الأسود بن يزيد عن عمر بن

الخطاب رضي الله عنه أنه توضأ فغسل يديه مثنى مثنى

وتمضمض مثنى واستنشق مثنى وغسل وجهه مثنى

وغسل ذراعيه مثنى مثنى ثلاثا ثلاثا ومسح رأسه

ورجليه مثنى وقال حماد بلغنا أن الوضوء يجزئ إذا [illegible]

قال محمد رحمه الله وهذا قول أبي حنيفة رضي الله عنه [illegible]

[illegible] محمد قال أخبرنا أبو حنيفة رضي الله عنه عن حماد

عن إبراهيم قال الغسل [illegible] مع الوجه ومسح

[illegible] قال محمد رحمه الله قال أبو حنيفة

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] غسل الجنابة [illegible]

[illegible]

محمد قال أخبرنا أبو حنيفة رضي الله عنه عن حماد عن إبراهيم

قال [illegible] بالتسليم

والحمد لله رب العالمين

وصلى الله على سيدنا محمد خاتم النبيين ورسول رب العالمين

وسلم

تم كتاب الآثار من تصنيف الإمام العالم الرباني محمد بن الحسن الشيباني

[illegible] وستمائة [illegible]

[illegible]

[illegible]

الملكي الصالحي [illegible]

[illegible]

اُمت کا علمی وقار بہ حال کرنے کی ایک تاریخ ساز کوشش......

......اَسلاف کے وِرثۂ علمیہ کی اِشاعتِ نو کا گراں مایہ منصوبہ

عصرِ حاضر کی فکری کش مکش کے تناظر میں عالمِ اسلام کی حالتِ زار کا جو نقشہ واشگاف حقیقت بن کر سامنے آتا ہے وہ اربابِ فکر و شعور سے کسی طرح پوشیدہ نہیں۔ کفر کی بے تمیز یلغار نے ہمہ گیر نظریاتی جنگ چھیڑ کر پوری دُنیا کی فضا کو 'اسلامیت' کے حق میں اس قدر مکدر بنا دیا ہے کہ موجودہ حالات کے پیشِ نظر ہمیں اس کبیدہ ماحول کو شفاف بنانے کے لیے ہر محاذ پر سالوں سال دولتِ عزمِ جواں اور خلوصِ بے پایاں کے ساتھ مسلسل کوشاں رہنا ہوگا۔ اگر اس دوران کی جانے والی ہماری کوششیں واقع میں باطل کی ٹکر کی ہوئیں تب کہیں جا کر نتائج ہمارے لیے خیر سگالی کی نوید لائیں گے۔

حالیہ صورت میں اسلام اور مسلمانوں کی سالمیت کو درپیش چیلنجز میں سب سے بڑا چیلنج 'افتراقِ اُمت' کا ہے۔ اس پر خطر فتنے کا سراسر ضرر لازمی طور پر سوادِ اعظم 'اہلِ سنت و جماعت' کو ہوا جسے اسلامی تاریخ کے ہر دور میں 'حق کی جماعت' تسلیم کیا جاتا رہا ہے۔ چناں چہ باطل کے گماشتے 'خاطر خواہ مفادات' حاصل کرنے کی غرض سے اس حق پرست جماعت کے مقابل ایکا کر کے اس قسم کے گھناؤنے پروپیگنڈے میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرنے لگے کہ جس کے عوض میں ایک طرف تو 'محض اس جماعت کی حقانیت و صالحیت' مشکوک ٹھہری۔ دوسرا باطل شکنی جو ہمیشہ سے اس کا طرۂ امتیاز تھا اُسے اس کے لیے وجہِ طعن بنا دیا گیا۔ بہ ظاہر تو یہ صرف اہلِ سنت پر حملہ تھا، در حقیقت دینِ اسلام کی رُوح کو تار تار کرنے کی منظم سازش تھی۔

اس پر مستزاد اہلِ سنت کے تنظیمی بحرانات اور جماعتی بدمزگیاں ہیں حتیٰ کہ خود اس جماعت کے بعض علمی حلقوں کی روش یہ بن چکی ہے کہ جب کبھی ان کے آپس میں کوئی علمی بحث چل نکلتی ہے تو کہیں قبولِ حق سے انکار ہوتا ہے۔ کہیں بوگس تحقیق کے نام پر مسلمہ نظریات سے فرار ہو رہا ہے، کہیں اندھے اجتہاد کی آڑ میں صلح کلیت کا پرچار اور کہیں اَغیار دوستی کا شعار۔ کہیں بے جا فتووں کی بھرمار ہے، تو کہیں تجدد پسندی کا غبار اور ہویٰ پرستی کا بخار۔ یہی ہے عمومی حالتِ زار......!!! المختصر، حق شناس اور اصلاح کیش رویہ مفقود سے معدوم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ نکتے کی بات اتنی سی ہے کہ قوم (بہ شمول کثیر زعما) کا مزاج علم و تحقیق سے عاری ہو چکا ہے اور دھیرے دھیرے ہر سمت حقیقی اسلامی اَقدار سے ناواقفیت بڑھ رہی ہے۔

'دار الاسلام' کے کتاب دوست حلقے نے بہ اصرار اور مجلسِ عاملہ نے عمیق غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ اگر ملتِ اسلامیہ کا نظریاتی تشخص قرونِ اُولیٰ کی روایات کے مطابق قائم رکھنا ہے اور اہلِ سنت و جماعت کو اپنا کھویا ہوا علمی مقام واپس دلانا ہے تو اَسلاف کے علمی کارناموں سے نئی دُنیا کو متعارف کرانے کے لیے ان کو از سرِ نو زندہ کرنا ناگزیر ضرورت ہے۔ اسی نظریۂ ضرورت کی تعبیر کے لیے اِدارہ ایک جامع پروگرام کے تحت گاہے گاہے نایاب اور کم یاب تراثِ علمیہ اہلِ اسلام کے ذوق کی نذر کرتا رہے گا ان شاء اللہ تبارک و تفضل۔

کتابِ ملتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے ۔۔۔ یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

درد مند اور شعور پسند اصحابِ جاہ و ثروت کو قدم بہ قدم چلنے کی صلائے عام دی جاتی ہے۔ و باللہ الہدیٰ والتوفیق۔

دار الاسلام

8 سی، پہلی منزل محی الدین بلڈنگ، داتا دربار مارکیٹ
گنج بخش روڈ، لاہور، پاکستان +92-321-9425765